بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

الحقائق فی الحدائق
المعروف
شرح حدائق بخشش

(جلد 11)

شمس المصنفین ،فقیہ الوقت،فیضِ ملّت ،مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابو الصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

()......☆......☆......☆......()

()......☆......☆......()

()......☆......()

خوشخبری

مسلک اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات۔۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان کے رد۔۔۔

اہلسنت پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور والپیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

https://t.me/tehqiqat

نعت شریف ۲

مہر ہے مشعلہ افروز شبستاں کس کا
ماہ ہے پرتو شمسۂ ایواں کس کا

حل لغات

مہر،سورج۔ مشعلہ، بڑی موم بتی،شمع ۔شبستان ، خانہ کہ شبہا دراں باشند۔ پرتو ،روشنی ،کرن ،سایہ عکس۔شمسۂ، کلس کا سنہری چاند۔ایوان بالکسر نشست گاہ،بلند کہ براں سقف باشد معرب ایوان بالفتح۔

خلاصہ

یہ سورج شمع روشن کرنے والا کس کے گھر کا ہے یہ چاند کس کے شاہی محل کے سنہری چاند کی کرن ہے۔

نوٹ

یہ نعت شریف عام مطبوعہ حدائق بخشش سے نہیں یہ تیسرے حصے سے علامہ شمس بریلوی (مدظلہ) کے مرتب حدائق بخشش سے لی گئی ہے۔

شرح

چونکہ ہژدہ ہزار عالم کے شہنشاہ حضور سرورِ عالم ﷺ ہیں اسی لئے اب ہر شے مجازاً آپ کی طرف منسوب ہوگی اب چونکہ سرکارِ دو عالم اس عالم دنیا میں جلوہ فرما ہیں اسی لئے یہ عالم آپ کے لئے شبستان وایوان کے طور پر استعمال ہوا ہےاور سورج اور چاند دونوں آپ کے انوار وتجلیات کی ایک معمولی کرن ہے۔

کائنات کی شاہی

حضرت مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تیری ذات میں جو فنا ہوا وہ فنا سے نو کا عدد بنا جو اسے مٹائے وہ خود مٹے وہ ہے باقی اس کو فنا نہیں۔

شرح

لفظ محمد کے عدد ہیں بانوے اور بانوے میں دہائی ۹ کی ہے اور نو کے عدد میں عجیب تماشہ ہے کہ ۹ کو سارے پہاڑے میں گن جاؤ مگر نو ہی رہتا ہے۔ ۹، ۱۸، ۲۷، ۳۶، ۴۵، ۵۴، ۶۳، ۷۲، ۸۱، ۹۰۔ ان کے مکتوبی عددوں کو ملاؤ تو نو ہی بن رہے ہیں اسی طرح ایک سے لے کر ۹ تک کی اکائیاں لو جب اکائیوں کی اکائیاں ملاؤ گے تو ۹ ہی بنے گا جیسے کہ ا او

۸اور۷،۳۰اور۲،۶،۴،اور۵۔(شانِ حبیب الرحمٰن)

کل کائنات کی کنجی نامِ محمد ﷺ

حضرت مفتی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ بعض صاحبوں نے مجھ سے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک جگہ ایک نکتہ لکھا ہے وہ یہ کہ اس آیت میں ہے "وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ" سری میں ہے "لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ" ا مُفاتح اور مقالید دونوں کے معنی کنجیاں اور اگر مفاتح کا اول وآخر حرف یعنی م رح لو اور مقالید کا اول وآخر حرف یعنی م،ولو تو بنتا ہے محمد (ﷺ) جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ ذاتِ رسول اللہ ہی ظہور عالم کی کنجی ہے۔"لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ" میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ جیسے ہیں ویسا کوئی نہیں جانتا۔ حقیقت محمدیہ کو رب ہی جانے۔" مَفَاتِحُ جمع اس لئے بولا کہ آپ کی ہرادا رحمت الٰہی کی کنجی ہے آپ کا نور عالم کی کنجی "الخلق من نوری" قیامت میں آپ کا سجدہ شفاعت کی کنجی ہے اور جنت میں آپ کا نام ہر نعمت کی کنجی اور جنت میں آپ کا جانا سب کے لئے جنت کے کھلنے کی کنجی۔(جاء الحق)

گورونانک کا ایک شعر اور اس کی تشریح

غرض کہ آپ تمام موجودات کے لئے علت نمائی اور کُل کائنات اصل الاصول ہیں۔کسی شاعر نے اسے یوں ادا کیا

کیا شانِ احمد کا چمن میں ظہور ہے ۔۔۔ ہر گل میں شجر میں محمد کا نور ہے(ﷺ)

گورونانک نے دو شعر کہے جن سے واضح ہوتا ہے اصل کائنات ہمارے نبی کریم ﷺ ہی ہیں۔

عدد گنو جس انچر کے کچیو چوگنے تا ۔۔۔ دس ملا وُ پنج گن کیجو کا بیس بنا

باقی بچے جو نو گن کیجو دو اس میں اور ملا ۔۔۔ نانک ہر کہ بچن سے محمد نام بنا(ﷺ)

حیوان،چرند،پرند،جاندار،بے جان غرض کسی مخلوق،کسی شے کا نام لیجئے اس کے بحساب ابجد عدد نکال لیجئے۔ان عددوں کو چار گنا کر لیجئے اس میں دس ملا لیجئے پھر پانچ گنا کر لیجئے اب بیس پر تقسیم کیجئے جو باقی بچے اسے نو گنا کر لیجئے اور اس میں دو جمع کر لیجئے نتیجہ میں ۹۲ کا ہندسہ برآمد ہوگا جو اسمِ مبارک محمد(ﷺ) کے عدد ہیں۔

فائدہ

یہ اشعار مع شرح ہم نے مخالفین اہل سنت کے مشہور ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۴/ ۴/ ۱۹۷۵ سے لئے ہیں۔

شیخ سعدی نے خوب فرمایا

تو اصل موجود آمدی از نخیست　　　　دگر ھر چه موجود شد فرع تست

(بوستان سعدی)

سنبل آشفتہ ہے کس گل کے گیسو میں
دیدۂ نرگس بیمار ہے حیراں کس کا

حل لغات

سنبل، ایک خوشبو دار گھاس جسے محبوب کی زلفوں سے تشبیہہ دی جاتی ہے وہ گویا اپنی زلفوں کے حسن پہ نازاں ہے ۔آشفتہ، پریشان، آوارہ، حیران، عاشق، دلدادہ، فریفتہ ۔نرگس، ایک قسم کا پھول جو آنکھ سے مشابہ ہوتا ہے۔

خلاصہ

سنبل کو اگر چہ اپنی زلفوں پہ نازاں ہے لیکن اس سے پوچھو تو سہی کہ تو کس گل (محبوب) کی زلفوں پر عاشق و فریفتہ ہے ۔نرگس اپنی آنکھوں کے حسن پر فخر کناں ہے لیکن اس سے دریافت کیا جائے تو کس کی بیمار (عاشق) اور کس کی نورانی چشمان اقدس پر حیران ہے۔

شرح

اس شعر میں امام اہل سنت یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ سنبل کی زلفیں حسین سہی لیکن اس غریب سے پوچھو تو کہے گی کہ تاجدارِ عرب و عجم ﷺ کی زلفوں پر میری زلفیں قرباں میں کیا شے ہوں سارا جگ جہاں قربان ایسے ہی نرگس کو اپنی آنکھوں پر فخر ہے لیکن وہ بول اُٹھی ہے ارے میری آنکھیں کیا ہیں وہ چشمانِ اقدس کتنی محبوب اور پیاری ہیں

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی ٥ (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۱۷)　　آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

کا سرمہ ہے۔

زلف عنبرین

زلف عنبرین نہ صرف سنبل ہے بلکہ کُل کائنات اسی زلف عنبر کی اسیر ہے لیکن وہ جنہیں حضور اکرم ﷺ کی حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کمالات پر ایمان ہے ورنہ یہ ظاہر بین آنکھیں ان کی کیا جانیں۔

حضرت علامہ یوسف نبھانی نے لکھا ہے کہ ایک دن اہل کتاب سے دو آدمی ایک جگہ بیٹھے تھے اور کعب احبار رضی

اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے قریب تھے ایک نے دوسرے سے کہا میں نے آج رات خواب دیکھا کہ سب لوگ (قبروں سے نکل کر) جمع ہو رہے ہیں تو میں نے پیغمبروں کو دیکھا کہ ہر ایک کے لئے دو دو نور ہیں اور اُن کے تابعداروں کے لئے ایک نور دیکھا اور محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو اُن کے جسم پاک پر کوئی بال ایسا نہ تھا جو نور نہ ہو (یعنی سرتاپا مجسمۂ نور تھے) اور اُن کے متبعین کو دیکھا تو اُن کے لئے دو دو نور تھے۔ حضرت کعب نے (یہ سن کر فرمایا) او بندۂ خدا خدا سے ڈر (جھوٹ نہ بولنا) غور کر کیا کہتا ہے اس نے کہا میں نے خواب میں ایسا ہی دیکھا ہے جو کچھ میں نے دیکھا بیان کر دیا۔ حضرت کعب نے کہا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق (قرآن) دے کر دنیا میں بھیجا اور حضرت موسیٰ بن عمران پر تورات نازل کی تورات میں بھی بعینہٖ یہی لکھا ہے جو تو نے (خواب) بیان کیا ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

ابن عساکر نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ایک بال ہاتھ میں پکڑے ہوئے فرما رہے ہیں کہ جس نے میرے ایک بال کی بھی بے ادبی کی تو جنت اس پر حرام ہے۔
(جب ایک بال کی بے ادبی کا یہ اثر ہے تو پھر جو ذاتِ نبوی ﷺ کی توہین کرتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا)

چشمانِ سرمگین

نہ صرف نرگس بلکہ جملہ عالم اس نگاہ پروانہ و شیدا ہے۔ حضرت عارف رومی قدس سرہ نے فرمایا

یک نظر صدھزاراں جبرائیل اندر بشر از بھر حق سوئے غریباں

لاکھوں جبریل بشری لباس میں ہیں اور حضور سرورِ عالم ﷺ سے عرض کرتے ہیں

خدارا سوئے مشتاقاں نگاھے بیا پے گر نباشد گاھے گاھے

تو نیازِ سبق شمسیہ شمس منیر
نور آموز ہے یارب دبستاں کس کا

حل لغات

منسوب بہ شمس۔ دبستان بفتح اول و کسر ثانی مکتب۔

خلاصہ

اس شمس روشن نے شمسیہ سے نئے نیاز کے سبق سیکھے ہیں یارب یہ مکتب کس کا ہے کہ جس سے ایسے چمکدار سورج کو نور کے اطوار سکھائے گئے ہیں۔

شرح

سورج کی چمک دمک سے جملہ عالم منور ہے اور اس کی نوری رفتار پر حیران ہیں اس کی ایک ایک کرن کا سارا جگ محتاج ہے لیکن انہیں معلوم نہیں کہ اس نے یہ ادائیں اور یہ نوری فضائیں کہاں سے پائی ہیں۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

انت الذی من نورک البدر اکستی　　　والشمس مشرقته بنور بھاک

(قصیدہ نعمان صفحہ ۲۳)

آپ (ﷺ) وہ نور ہیں کہ چودھویں کا چاند آپ کے نور سے منور اور آپ ہی کے جمال و کمال سے سورج روشن ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ دوسری جگہ فرماتے ہیں

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے　　　میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

کیوں نہ گلشن میری خوشبوئے دہن سے مہکے
باغِ عالم میں میں بلبل ہوں ثناء خواں کس کا

حل لغات

گلشن، باغ۔ دہن، منہ۔ مہکے از مہکنا۔ خوشبو دینا، معطر کرنا۔

خلاصہ

باغ خوشبو سے کیوں نہ مہکے جبکہ اسے میری منہ کی خوشبو نصیب ہوئی ہے اور میں نے یہ مرتبہ کہاں سے پایا سب کو معلوم ہے کہ میں باغِ عالم میں عاشق اور ثناء کس کا ہوں اسی کا جس کے صدقے مژدہ ہزار عالم کو بہار نصیب ہے۔ (ﷺ)

شرح

تحدیث نعمت کے طرز پر اپنی نسبت کے تعلق کا اظہار فرمایا اور ہے بھی حق کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے جو عشق رسول اللہ ﷺ کی خوشبو پھیلائی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں پھر آپ کے اس احسان کے بدلے میں جو عاشقانِ رسول ﷺ کی نظروں میں آپ کی عزت و وقار ہے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی گورنمنٹ کالج فیصل آباد فاضل بریلوی اور عربی شاعری کے عنوان سے لکھتے ہیں

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ ایک مستند عالم دین، صاحب نسبت صوفی، قابل اعتماد فقیہہ اور لائق اتباع راہنما تھے جن کے علم وفضل نے اک عالم کو یقین کی نعمت عطا کی اور جن دل زندہ نے ہر قلب سلیم کو جذب وکیف کی لذت سے آشنا کیا، جن کی فقاہت نے دورِ جدید کے چیلنج کو قبول کیا اور جن کی بصیرت ومستقبل بینی نے ملت اسلامیہ کو اپنے اور پرائے میں پہچان کرنے کی صلاحیت بخشی۔ آپ کے ہمہ جہتی کردار نے ہر انسان کو متاثر کیا، وقت کے ساتھ ساتھ یہ اثر آفرینی دو آتشہ ہوتی جارہی ہے۔ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ مستقبل قریب میں اس محسن کے احسانات کا ادراک تیز تر ہو جائے گا، متنوع اوصاف کی حامل یہ ذات ہر کسی کو دعوتِ نظارہ دے رہی ہے شرط صرف حوصلے اور صلاحیت کی ہے۔ آج یہ کیفیت ہے کہ علماء، اساتذہ اور محققین کی ایک کثیر جماعت آپ کے علمی شہ پاروں کی کھوج لگانے میں مصروف ہے جسے جو پہلو پسند ہے وہ اسے ہی مقصودِ نظر بنا رہا ہے۔ اس تمام بوقلمونی کے باوجود جب آپ کی شخصیت کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو ایک حقیقت نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ اس تنوع میں ایک وحدت ہے اس ہمہ جہتی کا ایک مرکز ہے اور اس ذات کا ایک ہی حوالہ ہے مظاہر کثیر ہیں مگر داخل کے آئینہ خانہ میں ایک ہی وجود جلوہ ریز ہے وجود ایک ہے مگر اس کی جہتیں لامحدود ہیں۔ جلوہ ایک ہے مگر جلوہ ریزیاں بے حساب ہیں، فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ پر رنگ ایک ہی کی بات کرتے ہیں، آپ کے تفسیر استخراجات ہوں یا فقہی استدلات، گفتگو کا کلامی پہلو ہو یا نگارشات کا جدلیاتی رُخ آپ کے نثری کارنامے ہوں یا شعری جواہر پارے ایک خیال اور ایک کیف ہے جو قارئین اور سامعین کے دلوں کو ایک سمت کھینچے چلا جارہا ہے۔ منزل ایک ہے راستے مختلف محبوب ایک ہے اظہار کے پیرائے متعدد، یہ منزل، یہ محبوب وہ ذات ہے جو ساری کائنات کی تخلیق کا سبب اور ہر ایک کی توجہ کا مرکز ہے۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تعلیمات کا قاری ایک لمحہ بھی اس وجود سے غافل نہیں رہ سکتا اس لئے کہ نثر ونظم کا ہر اسلوب اور بیان وکلام کا ہر اشارہ مدینہ منورہ کی جانب رُخ کئے ہوئے ہے۔ یہ قاری کی خوش بختی ہے کہ وہ ہر لمحہ دربارِ گہر بار میں حاضر رہتا ہے، علم کے ساتھ یقین کی منزل اسے آسودگی عطا کرتی ہے، لفظوں میں نہاں جذبے اور حرفوں میں لپٹی ہوئی محبت اس کے قلب ونظر کو بالیدگی عطا کرتی ہے اور وہ اس کیف مسلسل میں اپنے آقا کی حضوری میں ہوتا ہے یہ لمحات زندگی کی معراج کا عمل کا حاصل ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی محبت وعقیدت ان کی تحریر میں نمایاں ہے مگر ان کی شاعری میں اس کا اظہار نمایاں تر ہے اور مسحور کن بھی کہ اس سے دل سپیدہ کو جلا ملتی ہے۔ عشق ومحبت کے یہ زمزمے کوثر وتسنیم کی پھوار کی

طرح شعور و آگہی کو معطر کر دیتے ہیں۔ نعت کہنے والوں کی کمی نہیں بہت سے خوش نصیب ایسے ہیں کہ جنہوں نے مدحِ رسالت پناہ ﷺ کو اپنی زندگی کا محور بنالیا ہے۔ ہر مدح نگار محترم ہے کہ وہ ایک عظیم مشن میں شریک ہے لیکن فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی نعت میں جو جاذبیت اور کشش ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ آپ کا کوئی شعر یا مصرعہ جب کہیں سے گوش نواز ہوتا ہے تو سامع اس کی شناخت میں غلطی نہیں کرتا اس لئے کہ مصرعہ مہکتا ہے اور ہر شعر صاحب شعر کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ یہ منفرد اندازِ لفظی حسن کا مرہونِ منت نہیں باطنی کیف کا غماز ہے جو صاحب کلام کے دل میں موجزن ہے، باطن کی سرمستی لفظوں میں تحلیل ہوگئی ہے اور شعر دل کے جذبوں کا امین اور باطن کا عکاس ہوتا ہے۔ ماہرین کہتے ہیں فاضل بریلوی کے ہر شعر میں سوزِ محبت کے ساتھ شریعت اسلامیہ کی پاسداری کا خصوصی اہتمام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اہتمام داخل کا پرتو ہے جب محبوب دل میں مسند نشین ہو اور ذاتِ محبوب دل کی دھڑکنوں میں جانگزیں ہو تو آدابِ محبت سکھائے نہیں جاتے محبت کی پختگی اور عشق کا کمال خود راہبری کرتے ہیں شاعر پھر لفظ تلاش نہیں کرتا بلکہ مناسب الفاظ خود باوضو ہو کر اترنے لگتے ہیں۔ فاضل بریلوی کی شاعری ایسے ہی معطر جذبوں اور مطہر خیالات کی حامل ہے، ہر اس دل کی آواز ہے جو درِ حبیب پر ہر دم سرنگوں ہے جہاں سر کے جھکنے یا نہ جھکنے کو نہیں دیکھا جاتا باطن کے سجدوں کی بات ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فاضل بریلوی کی شاعری پر گفتگو کسی صاحب دل کا کام ہے کہ یہاں صرف فنی حوالہ کافی نہیں یہ شعری حسن و جمال کا مسئلہ نہیں صفائے قلب کی عکس ریزیوں کا مرحلہ ہے۔ یہ شعر نہیں جذبوں کی اکائیاں ہیں جو لفظوں کے روپ میں لَو دے رہی ہیں یہ گفتگو تو آپ کی عربی شاعری کے حوالے سے طالب علمانہ کوشش ہے۔ (معارفِ رضا کراچی شمارہ دہم صفحہ ۸۸، ۸۷)

آنکھ خورشید قیامت کی جھپکنے جو لگی
پردہ آفگن ہوا یہ چہرہ کس کا

خلاصہ

آفتاب قیامت آنکھ جو جھپکنے لگی یعنی گرمیاں دکھانے لگا تو پتہ ہے کس کے چہرۂ اقدس نے پردہ ڈالا کہ جس سے قیامت کی گرمی ائیر کنڈیشن سے بڑھ کر آرام دہ بن گئی۔

شرح

اس شعر میں ان احادیث شفاعت کو دریا در کوزہ بند فرمایا ہے جن میں اہل ایمان کو حضور اکرم ﷺ کے طفیل میدانِ

حشر کی تپتی ریت اور گرم ہوا سے نکال کر جنت کے باغات میں پہنچنا نصیب ہوگا۔

میدانِ حشر کی گرمی

میدانِ حشر کی گرمی مشہور ہے اور اس میں اور اس سے قبل عذاب والوں کے کوائف بھی مشہور ہیں۔حضور اکرم ﷺ شب معراج کو دوزخ کے عذابیوں کا معائنہ کرایا گیا اس کی فہرست بھی طویل۔چند نمونے ملاحظہ ہوں

شب معراج میں حضور اکرم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک خون کی نہر ہے اس کے اندر ایک آدمی ہے جب کنارے کے قریب آتا ہے تو کنارے پر سے ایک شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا ہے جس سے وہ بیچ نہر میں پہنچ جاتا ہے۔ پھر کنارے کے قریب آتا ہے کنارے والا شخص پھر پتھر مارتا ہے جس سے وہ بیچ نہر میں پہنچ جاتا ہے طرفین سے یہ عمل ہو رہا ہے فرمایا یہ کون ہے عرض کیا یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں سود لیتا تھا۔

غیبت کی سزا

آپ نے کچھ ایسے لوگ بھی ملاحظہ فرمائے جن کے ناخن تانبے کے ہیں ان سے منہ اور سینوں کو کھسوٹ رہے ہیں فرمایا یہ کون لوگ ہیں عرض کیا یہ غیبت کرنے والے ہیں۔

بے عمل علماء کی سزا

آپ نے کچھ لوگ ایسے بھی ملاحظہ فرمائے جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں۔ دریافت فرمایا یہ کون ہیں؟ جبریل نے عرض کیا یہ آپ کی امت کے بے عمل واعظ ہیں اللہ اکبر اور جو بدعمل ہوں ان کا کیا حشر ہوگا۔العیاذ باللہ

شفاعت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

ایسے عذابیوں کو جونہی اچانک نجات کی نوید سنائی دے گی تو وہ کہہ اُٹھیں گے

پردہ افگن ہوا یہ چہرہ کس کا

قرآن کا فیصلہ

وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (پارہ ۳۰،سورۃ الضحیٰ، آیت ۵)

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

(۱) مفسرین کرام اس آیۃ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

لما نزلت قال ﷺ اذا لا ارضی قط وواحد من امتی فی النار (تفسیر مدارک جلد۴صفحہ ۳۶۴ تفسیر درمنثور جلد۶صفحہ ۳۶۱ تفسیر قرطبی جلد۲۰صفحہ ۹۶،تفسیر عزیزی جلد۴صفحہ ۲۱۸)

جب یہ آیۃ شریفہ نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اب تو میں ہرگز راضی نہ ہوگا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے۔

(۲) امام المفسرین علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر خازن میں "وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى" آیۃ شریف کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے اس عطاء سے مراد

ھی الشفاعۃ فی امتہ حتی یرضیٰ . (تفسیر خازن جلد۷صفحہ ۲۵۸مطبوعہ مصر تفسیر معالم التنزیل جلد۷صفحہ ۲۵۸)

امت کے حق میں شفاعت ہے اس حد تک کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

خوش بخت امت

حضرت علامہ محمد اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ حاضری و فیصلہ نذرانہ اور وجود اور کتاب دیئے جانے کے لحاظ سے ہم آخر اور قیامت کے حصول فضل و دخول کے حساب کے لحاظ سے اول ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام امتوں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والی امت حضور اکرم ﷺ کی ہوگی۔

مخلوق میں حقیقی سبقت و اولیت ہمارے نبی پاک ﷺ کو حاصل ہے اور امم میں آپ کی امت کو اس لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

نحن الاخرون السابقون — ہم پچھلے بھی ہیں اور پہلے بھی

یعنی صورت کے خروج سے آخر اور معنی کے دخول میں سب سے اول۔ (روح البیان پارہ ۱۱ رکوع ۱)

زندے مردہ ہوئے سکانِ عدم چونک پڑے
دوس بردوش قیامت ہے یہ ہجراں کس کا

حل لغات

سکان، ساکن کی جمع۔ چونک پڑے از چونکنا، سوتے سوتے جاگ پڑنا، بدکنا، بھڑکنا، چوکنا ہونا، گھبرانا، حیرت میں ہونا۔ دوش بردوش، کندھے پر کندھا یعنی سر پر ہے۔ ہجراں، جدائی، مفارقت، علیحدہ۔

خلاصہ

جب تمام زندہ مر چکے ساکنین عدم چونک پڑے ہائے افسوس کہ قیامت تو قائم ہو چکی لیکن ہم جدائی و مفارقت میں ہیں یعنی محبوب مدینہ ﷺ کے دیدار پر انوار سے ہم محروم رہے۔

شرح

حضور اکرم ﷺ سے محبت و عشق کے تعلق کو تقویت کا عجیب اور نرالا طریقہ ہے فرمایا کہ عدم ہی عدم ہے لیکن اس کے باوجود عشق مصطفیٰ ﷺ ایسا قیمتی جوہر ہے کہ بفرض محال اگر عدم میں کوئی ہوتو انہیں سوائے رسالت مآب ﷺ کی غلامی کے اور کوئی آرزو نہ ہوگی۔ بدقسمت ہیں وہ جو اس دولت سے محروم ہیں اس میں عشق رسول ﷺ سے محروموں کو ایک قسم کا طنز بھی ہے کہ اے نامرادوں تم عالم وجود میں جس دولت سے محروم ہو وہ تو ایسا قیمتی سرمایہ ہے کہ عدم والے بھی اس کی آرزو کرتے ہیں۔

ہم سحر عرش سے ہے مرقدشہ کا یہ خطاب
کیا خبر تجھ کو نہیں میں ہوں شبستاں کس کا

حل لغات

مرقد، سونے کی جگہ مجازاً قبر، سورۂ یٰسین شریف

"مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا" (پارہ ۲۳، سورۂ یٰسین، آیت ۵۲) کس نے ہمیں سوتے سے جگا دیا۔

خلاصہ

حضور اکرم ﷺ کی آرام گاہ ہر سحر عرش پر فخر و ناز سے کہتی ہے اے عرش تمہیں کیا خبر کہ میں کس ذات کی رہائش گاہ ہوں۔

شرح

آرام گاہ حبیب خدا ﷺ عرشِ معلیٰ کو روزانہ فخریہ طور پر فرماتی ہے کہ تو بیشک مرکز انوار و تجلیات ہے لیکن ہاں وہ ہیں جو ان انوار و تجلیات کے بھی مرکز اور سرچشمہ ہیں اس مضمون کی طرف اشارہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی آرام گاہ جملہ عالمین کی جمیع مراکز، عرش، کرسی، لوح و قلم، جنت، بیت المعمور، بیت المقدس اور بیت اللہ سب سے علی الاطلاق افضل اور برتر ہے۔

آئینہ دار ہے آئینہ میری حیرت کا
جلوہ گروں میں ہے عکس رُخ تاباں کس کا

حل لغات

آئینہ دار،شیشہ دکھانے والا ، رُخ تاباں ، چمکدار ، چہرہ ، نورانی چہرہ۔

خلاصہ

میری حیرت کا شیشہ دکھانے والا آئینہ واضح ہے کہ جلوہ گروں میں کس نورانی چہرے کا عکس ہے حبیب کریم ﷺ کا بلکہ جملہ عالم آپ کے نور کے جلوے ہیں چنانچہ اس دعویٰ پر فقیر قصیدہ عباسیہ کا ایک شعر پیش کرتا ہے جسے سن کر انعام سے نوازا۔غزوۂ تبوک سے فتح ونصرت اور کامیابی حاصل کرنے کے بعد جب وارثِ کون ومکان ، رسولِ انس وجاں ، سیاح لامکاں ، سید مرسلاں محمد مصطفی ﷺ مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے تو حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے ان کی شانِ سراپا قدس میں اشعار کہنے کی اجازت طلب کی تو رحمت عالمیاں ﷺ نے ارشاد فرمایا چچا جان کہیے اللہ تعالیٰ آپ کے منہ کو سلامت رکھے تو حضرت کے اشعار میں سے آخر دو اشعار جن میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک ﷺ کی نورانیت کا تذکرہ کیا ہے وہ یہ ہیں ۔ یہ اشعار امت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے عظیم المرتبت محدثین مثلاً امام جلال الدین سیوطی ، محدث ابن جوزی ، علامہ ابن حجر مکی ، علامہ حلبی ، علامہ دحلان مکی ، علامہ نبھانی ، علامہ ابن عبدالبر ، علامہ حاکم ، علامہ شہرستانی علیہم الرحمۃ نے اپنی مستند تصانیف میں درج فرمائے ہیں۔

انت لما ولدت اشرقت الارض وضات بنورک الافق
فنحن فی ذالک الضیاء وفی النور وسبل الرشاد نخترق

آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہوگئی آپ کے نور سے آفاق منور ہو گئے۔سو ہم اُس ضیاء اور اُس نور میں ہدایت کے رستوں کو قطع کر رہے ہیں۔ (کتاب الوفاء الوفا جلد ا صفحہ ۳۵ ، خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۹۷ ، انسان العیون جلد ا صفحہ ۹۲ ، سیرت النبویہ صفحہ ۳۷ ، جواہر البحار صفحہ ۴۰ ، انوار المحمدیہ صفحہ ۱۶، ۸۴ ، حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۲ ، مواہب لدنیہ صفحہ ۲۳ ، الاستیعاب مستدرک جلد ۳ صفحہ ۳۲۷ ، البدایہ والنہایہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ ، کتاب الملل والنحل جلد ۲ صفحہ ۲۴۰ ، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۱۷ ، تلخیص المستدرک جلد ۳ صفحہ ۳۲۷)

حضور اکرم ﷺ نے یہ قصیدہ سن کر بڑے انعامات سے نوازا۔اس کی تفصیل فقیر نے رسالہ ’’نعت خوانی پر انعام نبوی‘‘ میں

لکھی ہے۔

ہمہ تن چشم کی صورت ہے بدن سے پیدا
منتظر ہے یہ الٰہی دل حیراں کس کا

خلاصہ

بدن سے ہمہ تن آنکھ کی سی صورت ہے اے میرے خدا یہ دل حیران کس کا منتظر ہے۔

شرح

عاشق کو اپنے محبوب کے دیدار کے لئے جسم کا رونگٹا رونگٹا آنکھ بنانا پڑتا ہے جیسے جب اسے دیدار ہو جائے تو پھر رونگٹا رونگٹا آنکھ ہی آنکھ بن جاتا ہے۔

آفت جانِ عنا دل ہے تیرا حسن اے گل
رنگ اُڑایا ہے یہ اے جانِ گلستان کس کا

حل لغات

آفت، دکھ، تکلیف، مصیبت وغیرہ۔ عنادل، عندلیب کی جمع بلبل، رنگ اُڑانا، چہرے کا بے رونق کرنا۔

شرح

اے حبیب خدا ﷺ آپ کا حسن و جمال بلبل (عاشق) کے لئے ایک عظیم پر کیف درد ہے کہ اے جانِ گلستان (عالم) ﷺ یہ چہرے کا رنگ کس کا اُڑایا ہے اور کیوں؟ آپ کے عشق سے عاشق کا یہ حال ہے۔

شب اعمال سیہ صبح کرم سے بدلی
نور افشاں ہوا یہ چہرۂ تاباں کس کا

خلاصہ

ہمارے اعمال سیہ کی کالی رات فضل و کرم کی صبح سے روشن ہو گئی۔ دوستو معلوم بھی ہے یہ کس نورانی چہرے کا نور پھیلا حبیب کریم ﷺ کے فضل و کرم کی صبح کی چمک۔

شرح

گناہ کسی کی نگاہ سے دھل بھی جاتے ہیں بلکہ بسا اوقات نیکیوں سے بدل بھی جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ا (پارہ۱۲،سورۃ ہود،آیت۱۱۴)

بیشک نیکیاں بُرائیوں کومٹا دیتی ہیں۔

فائدہ

مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ نیکیوں سے بُرائیاں معاف ہوجاتی ہیں اور نیکوں کے طفیل بُروں کو معافی ملتی ہے۔ حسنات اور سیئات عام ہیں۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک شخص نے غلطی سے اجنبی عورت کو نظر بد سے دیکھ لیا اور کوئی خفیف سے حرکت کی۔ پھر نادم ہوکر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس پر یہ آیت اتری۔ اس نے پوچھا کیا یہ میرے لئے خاص ہے فرمایا نہیں میری ساری امت کے لئے گناہ صغیرہ نیکیوں کی برکت سے معاف ہوجاتے ہیں۔

اعجوبہ

منکرین شفاعت کا الٹا دماغ کہ وہ نیکیوں سے گناہ بخشے جانے کے تو اقراری ہیں لیکن نیکیوں کے عامل کی شفاعت کے بھی منکر ہیں جن کے صدقے ہم سب کو یہ نیکیاں نصیب ہوئیں۔ جب کہ آیات اور روایات شفاعت بھی نیکیوں جیسی ہیں۔

احادیث مبارکہ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اتانی آت من ربی فخیرنی بین ان یدخل نصف امتی الجنة وبین الشفاعة فاخترت الشفاعة فقال القوم یا رسول الله اجعلنا منهم فقال انصتوا فنصتوا حتی کأن أحدا لم یتکلم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هی لمن مات لا یشرک بالله شیئا (مشکوٰۃ شریف صفحہ۴۹۴، جامع ترمذی جلد۲ صفحہ۶۷، ابن ماجہ صفحہ۳۳۰، اشعۃ اللمعات جلد۴ صفحہ۴۰۴، مرقات شریف جلد۱۰ صفحہ۳۱۰، مستدرک جلد۱ صفحہ۶۷)

میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا میرے پاس آیا اور مجھے میری امت کے جنت میں نصف داخل ہونے اور شفاعت کے کرنے کے درمیان اختیار دیا تو میں نے شفاعت کو اختیار فرمایا اور وہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو شرک ہوکر نہ مرا ہو۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

أشفع لأمتي حتى ينادينى ربى عز و جل فيقول أرضيت يا محمد فأقول نعم يارب رضيت .
(تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۶۱ ۳، تفسیر قرطبی جلد ۲۰ صفحہ ۹۶، تفسیر روح البیان جلد ۳۰ صفحہ ۴۵۵)

میں اپنی امت کی شفاعت کراؤں گا یہاں تک کہ میرا پروردگار پکارے گا اے محمد (ﷺ) کیا تو راضی ہوا تو میں عرض کروں گا کہ اے میرے پروردگار میں راضی ہوں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لكل نبى دعوة مستجابة فعجل كل نبى دعوته و اختبأت دعوتى شفاعة لأمتى وهى نائلة إن شاء الله من مات من أمتى لا يشرك بالله شيئا(بخاری، وابن ماجہ ومسلم)

ہر نبی کی ایک دعا قبول کی جاتی ہے پس ہر نبی نے دعا مانگنے میں جلدی فرمائی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے رکھا ہے پس میری یہ دعا پہنچنے والی ہے اس شخص کو میری امت میں سے جو اس حال میں مرا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔

آمد شہ کی خبر سن کے یہ بولے عاصی
وہ ہیں آمادہ شفاعت تو عصیاں کس کا

حل لغات

آمادہ، تیار۔

خلاصہ

میدانِ حشر میں حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کی خبر سن کر تمام گنہگار بول پڑے کہ جب حبیب خدا ﷺ شفاعت کے لئے تیار ہیں تو پھر گناہوں سے خطرہ کاہے کا۔

شرح

شفاعت کی ان روایات کو سمیٹا گیا ہے جن میں صرف اور صرف گنہگاروں کی شفاعت کی تصریح ہے۔

آمادگی شفاعت کی تصریحات

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حدیث شفاعت اپنی صحیح میں بیان فرمائی ہے اُس میں ہے

ثم تلا هذه الآية(عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا)قال وهذا المقام المحمود الذى وعَدَه نبيُّكم صلى

اللہ علیہ وسلم. (صحیح بخاری شریف صفحہ ۱۱۸،مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۹)

پھر رسول پاک ﷺ نے یہ آیۃ "عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" فرمائی اور فرمایا جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی پاک ﷺ سے وعدہ فرمایا ہے۔

حضور اکرم ﷺ میدانِ حشر میں اپنی شان وشوکت کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ لواءِ الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا میں تمام آدمیوں سے زیادہ اپنے رب کے نزدیک اعزاز رکھتا ہوں، میرے گرد وپیش ہزار خادم دوڑتے ہوں گے گویا وہ انڈے ہیں حفاظت سے رکھے ہوئے یا موتی ہیں بکھرے ہوئے۔(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۴،جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۱،دارمی شریف جلد ۱ صفحہ ۳۰،اشعۃ اللمعات صفحہ ۴۷۷،مرقات شریف جلد ۱۱ صفحہ ۶۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

أنا سيد ولد آدم يوم القيامة وأول من ينشق عنه القبر وأول شافع وأول مشفع (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۱)

قیامت کے دن میں آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوگا سب سے پہلے میں قبر اطہر سے نکلوں گا۔ سب سے پہلے میں شفاعت کراؤں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

أنا قائد المرسلين ولا فخر وأنا خاتم النبيين ولا فخر وأنا أول شافع ومشفع ولا فخر (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۴)

میں مرسلین کا قائد ہوں اور فخر نہیں کرتا، میں نبیوں کا خاتم ہوں اور فخر نہیں کرتا اور سب سے پہلے میں شفاعت کراؤں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی اور فخر نہیں کرتا۔

ایک جانب ہے قمر ایک طرف ہے داغِ جگر
دیکھئے جھکتا ہے اب پلۂ میزان کس کا

حل لغات

پلہ،ترازو کا پلڑا، مرتبہ، درجہ، سیڑھی۔

خلاصہ

ایک طرف قمر (چاند) ہے دوسری طرف جگر کا داغ ہے جس کی صورت بھی قمر جیسی ہے اب دیکھئے ترازو کا پلڑا کس کا جھکتا ہے یعنی انہیں کون غلبہ پاتا ہے۔

شرح

وہ داغِ جگر جو عشقِ حبیب ﷺ سے سینہ میں ہے اس کی صورت اور چاند کی صورت ہے اسے بھی ایک داغ ہے اور عاشق کے جگر میں بھی داغ ہے وہ بھی نور سورج سے لیتا ہے عاشق کے داغ جگر کا نور عشق کی بدولت شمس کائنات ﷺ سے ہے۔ ان دونوں کا پلہ ایک میزان میں ہے اس سے فیصلہ آسان ہے عاشق کا داغ جگر کجا اور چاند کے جگر کا داغ کجا۔

نکتہ

اس شعر میں امام احمد رضا قدس سرہ عشق حبیب ﷺ کی فضیلت ایسے حسین پیرائے اور نرالے انداز سے بیان فرمائی ہے کہ باید شاید۔

لالہ زار دل پر داغ ہوا سنبل زار
عکس افگن ہوا یہ گیسوئے پیچاں کس کا

حل لغات

لالہ زار، لالہ (سرخ پھول) کا کھیت، باغ۔ سنبل زار، کھیت پیچاں، بل کھایا، بلدار۔

خلاصہ

دل کا باغ پُر داغ ہو گیا، سنبل کے باغ نے عکس ڈالا نا معلوم یہ کس کے بلدار گیسو تھے جس پر دل پر داغ یعنی عشق میں مبتلا ہو گیا۔

شرح

گیسوئے حبیب ﷺ کی شان و شوکت اور محبوبی نزاکت کا کیا کہنا کہ اس کے حسن و خوبی پر عاشقِ زار کے دل نے پُر داغ ہونا ہی ہونا ہے لیکن سنبل کو دیکھو کہ اسے اپنی زلفوں پر اتنا ناز ہے کہ وہ کسی کو اپنے بالمقابل ماننے کو تیار نہیں لیکن جونہی زلف حبیب ﷺ کا جلوہ دیکھا تو وہ خود فریفتہ ہو گئی۔ کیوں نہ ہو جس زلف عنبریں کی قسمیں خود خالق بیان فرمائے

وَ الَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۝ (پارہ ۳۰، سورۃ الیل، آیت ۱) اور رات کی قسم جب چھائے۔

زلفوں کی قدر ومنزلت

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں میں نے عبیدہ سے کہا ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال ہیں جو ہم کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے۔ امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کے ایک بال کا میرے پاس ہونا مجھ کو دنیا و مافیہا (دنیا وآخرت) کی نعمتوں سے زیادہ پسند ہے۔ (طبقات ابن سعد و بخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ حج کے لئے تشریف لائے منیٰ میں آپ نے حلاق (نائی) کو بلایا فرمایا بال مونڈ دو۔ اس نے داہنی طرف کے بال مونڈے۔ آپ نے صحابہ میں وہ بال ایک ایک، دو دو تقسیم فرمادیئے پھر بائیں جانب کے لئے حکم فرمایا تو اُس نے وہ مونڈ دیئے آپ نے فرمایا ابوطلحہ کہاں ہے اس طرف کے سارے بال ان کو عطا فرمادیئے۔ مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا حلاق آپ کے سر کے بال اتار رہا ہے اور صحابہ جمع ہورہے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا کوئی بال زمین پر نہ گرے بلکہ ہم میں سے کسی کے ہاتھ آئے۔ (رواہ احمد فی المسند)

غش ہے بلبل تو حسینانِ چمن ہیں بیہوش
نظر آیا انہیں یا رب چمنستاں کس کا

حل لغات

غش (مذکر، فارسی) بیہوشی، فریفتہ، عاشق۔ چمنستان، باغ۔

خلاصہ

بلبل فریفتہ ہے تو باغ کے حسین بھی بیہوش ہیں یارب انہیں وہ کس کا باغ حسن نظر آیا۔

شرح

وہ حسن وجمال جس کی قرآن مجید قسمیں بیان فرمائے پھر ہم تو کون لگتے ہیں کہ اس کا اندازہ لگائیں۔

حضرت علامہ احمد قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں

اعلم أن من تمام الإيمان به صلى الله عليه وسلم الإيمان بأن الله تعالى جعل خلق بدنه الشريف على وجه لم يظهر قبله ولا بعده خلق آدمي مثله. (مواہب لدنیہ شریف جلد ا صفحہ ۲۴۸)

خوب جان لو کہ آنحضرت ﷺ کے جسم اطہر کو اسی طرح پیدا فرمایا کہ اُن کے مثل نہ کوئی پہلے پیدا ہوا اور نہ ہی اُن کے بعد

کوئی پیدا ہوگا۔

چہرۂ مبارک

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے حبیب پاک ﷺ کے رُخ انور چہرۂ مبارک کی قسم بیان فرمائی ہے فرمایا

وَ الضُّحٰی ۝ وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۝ (پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ، آیت ۱، ۲)

چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے۔

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف لطیف زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں تحریر فرمایا ہے

وفسر بعضهم كما حكاه الإمام فخر الدين الضحى بوجهه صلى الله عليه وسلم بشعره. (زرقانی شریف جلد ۶ صفحہ ۲۱۰ مطبوعہ مصر)

خرمن دل پہ جو گرتی ہے تڑپ کر بجلی
متحیر ہوں کہ چمکا درِ دنداں کس کا

حل لغات

خرمن (فارسی) مذکر، کھلیان، اناج کا ڈھیر۔ تڑپ کر، جلدی سے، کود کر، پھرتی سے۔ متحیر، اسم فاعل از تحیر حیران در (بضم) موتی۔

خلاصہ

دل کے کھلیان پر جلدی سے بجلی گرتی ہے حیران ہو کہ یہ در دندان کس کا چمکا ہے یعنی حبیب خدا ﷺ کا۔

شرح

حبیب خدا ﷺ کے عشق میں ابتلاء کی وجہ بتاتے ہیں کہ وہ کون سا محروم القسمۃ ہوگا جسے ایسے در دندان کی چمک نصیب ہو تو وہ پھر عشق حبیب خدا ﷺ میں مبتلا نہ ہو۔

در دندان موتی کی لڑیاں

بزار اور بیہقی نے ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی (ضحک کرتے) اس طرح ہنستے کہ آپ کے دندانِ مبارک نظر آتے تو دندانِ مبارک کی نوری شعاع دیوار پر پڑتی میں نے آپ جیسے دانت کسی کے آپ سے پہلے یا آپ کے بعد نہ دیکھے۔

تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

حدیث میں ہے کہ اکثر اوقات تبسم اور مسکرانا ہی ہوتا تھا اور کبھی کبھی ایسے حالات و واقعات بھی پیش آجاتے کہ آپ اس قدر ہنس پڑتے کہ آپ کے دندانِ مبارک ظاہر ہو جاتے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس شخص کو خوب پہچانتا ہوں جو سب سے آخر دوزخ سے نکلے گا وہ ایسا آدمی ہوگا جو گھسٹا ہوا آئے گا اس سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جا۔ وہ جنت میں جا کر دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام منازل پر قبضہ کر رکھا ہے وہ واپس آکر عرض کرے گا کہ اے میرے رب لوگوں نے تمام مقامات پر قبضہ کرلیا ہے اب تو کوئی جگہ خالی نہیں ہے؟ ارشاد ہوگا کیا وہ دنیا تجھے یاد ہے جس میں تو رہتا تھا کہ وہ کتنی بڑی تھی؟ وہ عرض کرے گا یاد ہے ارشاد ہوگا اچھا کچھ تمنا کرو کیا چاہتے ہو؟ وہ اپنی تمنا و آرزو بیان کرے گا ارشاد ہوگا

فان لک الذی تمنیت وعشرۃ اضعاف الدنیا فیقول اتسخربی وانت الملک قال فلقد رایت رسول اللہ ﷺ ضحک حتی بدت نواجدہ (جمع الوسائل صفحہ ۱۹)

تمہیں تمہاری تمنائیں بھی دیں اور تمام دنیا سے دس گنا زیادہ بھی دیا۔ حضور فرماتے ہیں وہ کہے گا اے اللہ تو عظیم الشان بادشاہ ہو کر مجھ سے تمسخر فرماتا ہے۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ اس شخص کے اس جواب پر اتنے ہنسے کہ آپ کے دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے۔

نکتہ

سنی برادر یہ بات تیرے ایمان وعقیدہ کی جان ہے کہ وہ واقعہ جو ابھی ہوا نہیں لیکن وہ من وعن بتا رہے ہیں گویا آپ کے سامنے ہو رہا ہے یہی علم غیب ہے۔

فائدہ

اس حدیث مبارکہ میں غور فرمایئے اور اللہ تعالیٰ کے بے حساب انعام و اکرام اور بے حد رحمت وعنایت کا اندازہ کیجئے کہ جب ایسے شخص پر جو سب سے آخر جہنم سے نکالا گیا جس سے اس کا سب سے زیادہ گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے اس قدر کرم ہوا کہ اس کا یقین نہیں آرہا تھا اور وہ انتہائی عجز و انکسار سے یہ خیال کر رہا تھا کہ کہاں میں عبد ذلیل اور کہاں اس قدر رحمت و احسان۔ میں کبھی اس کا مستحق ہو ہی نہیں سکتا ہوں یہ گویا میرے ساتھ ہنسی کی جارہی ہے مگر وہ کیا جانے کہ وہ بے نیاز بڑا رحیم وکریم اور مہربان ہے۔

خار خارحرم طیبہ ہیں طوبیٰ مجھ کو
کیسا گلزار ارم روضۂ رضواں کس کا

حل لغات

خار، کانٹا، دوبار سے مراد ہرایک کانٹا۔طوبیٰ، نہایت خوشبو دار اور بہشت، وہ خوشبو دار درخت جس کی ہراہل بہشت کی رہائش گاہ میں ایک ایک شاخ ہوگی اور اس سے بہترین اور قسم قسم کے میوے حاصل ہوں گے۔ارم بکسر اول وفتح دوم نام شہر عادبہجۃ العالم میں ہے شدادارم صفاوحضرموت کے درمیان واقع ہے اس کا طول وعرض ۶x۳ ۶x۳ میل ہے اوراس کی دیوار تین ہاتھ دنیا میں یہ سب سے اعلیٰ باغ سمجھا جاتا ہے۔روضہ، باغ۔رضوان، بہشت کا داروغہ۔

خلاصہ

حرم مدینہ طیبہ کا ایک ایک کانٹا میرے لئے بہشتی طوبیٰ ہے باغ ارم کیا اور رضوان کا باغ جنت کس کام مجھے تو اس سے وہی حرم پاک کا کانٹا مرغوب ومحبوب۔

شرح

اللہ اکبر یہ ہے عشق رسول (ﷺ) باغ ارم کہ جس پرشداد نے اپنی جائیداد کا اکثر حصہ خرچ کر ڈالا اور دنیا میں اس سے بڑھ کر اور کوئی باغ نہ بنا نہ بن سکا۔اسی طرح آخرت میں رضوان جس جنت کا داروغہ وہ عالم آخرت سے ایک برگزیدہ پسندیدہ باغ ہے جس کے لئے زاہدرات دن ماتھا رگڑ رگڑ کر سوجادیا لیکن امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو مدینہ طیبہ کے کانٹے کے بالمقابل کچھ بھی سمجھ رہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ عاشق کے لئے محبوب کی ہر شے در سے بڑھ کر ہے۔

بلبلو مالک فردوس تمہارا گل ہے
باغباں کس کا ہے گل کس گلستاں کس کا

خلاصہ

بلبلو (عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ) جنت الفردوس کا مالک تو تمہارا گل (محبوب کریم ﷺ) ہے جب آپ ساری جنت کے مالک ہیں تو پھر باغبان کس کا ہوا باغات کے پھل کس کی ملکیت ہوئے اور سارا باغ کس کے قبضہ میں۔

شرح

اس شعر میں امام اہل سنت قدس سرہ نے اختیار کل کے عقیدہ کی وضاحت فرمائی ہے اور فرمایا ہے

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو　　　ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی (ﷺ)

نوٹ

اس شعر کی تشریح فقیر اُویسی غفرلہ نے اس کے تحت کر دی ہے۔

صاف نشان اشکوں سے ہے شیشہ مے کی پیدا
ہوا مے نوش تعشق دل مستاں کس کا

حل لغات

اشکوں، اشک کی جمع، آنسو۔تعشق، محبت ظاہر کرنا، پیار، چاہ، مستان، مجذوب، مست۔

خلاصہ

میری اشکوں کی صفائی دراصل مہ کے شیشہ کی پیدا ہوئی ہے عشق کا مہ نوش کس کا مست دل ہوا ہے۔

شرح

دل کی سنی عشق کی مے نوشی سے ہے اور اس کے تاثرات آنکھوں سے ظاہر ہیں کہ وہ بالکل صاف وشفاف ہیں یعنی عشق خاصل ہے اس میں تصنع وغیرہ کو کوئی دخل نہیں۔اگر چہ مبتدی عشق کے اطوار میں کچھ تصنع کو دخل دیتا ہے لیکن حقیقی عاشق اس کا محتاج نہیں۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ الحمدللہ حقیقی عشاق میں ہیں جس کی گواہی نہ صرف اپنوں نے دی بلکہ آپ کے حریفوں نے بھی تسلیم کیا۔

یا نبی جس کی امان چاہے رضائے خستہ
تیرے دامن کے سوا اور ہے دامن کس کا

خلاصہ

اے نبی پاک ﷺ احمد رضا کمزور کس سے امان طلب کرے آپ کے دامن کے سوا اور میرے لئے کس کا دامن ہے۔

شرح

حضور اکرم ﷺ کل کائنات کے وسیلہ ہیں نہ صرف آپ کی تشریف آوری سے پہلے آپ کو امتیں بھی اور ان کے انبیاء ورسل علیٰ نبینا وعلیہم السلام بھی وسیلہ بنایا کرتے۔سیدنا آدم علیہ السلام کا وسیلہ تو اتنا مشہور ہے جتنا خود آدم علیہ السلام

مشہور ہیں۔

سیدنا نوح علیہ السلام کا وسیلہ

علامہ شیخ مصطفیٰ کریمی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے لئے دعا فرمائی تو اس طرح فرمائی

الھی اسئلک ان تنصرنی علیھم بنور محمد ﷺ (رسالۃ السنیین فی الرد علی المبتدعین الوہابیین صفحہ ۲۴ مطبوعہ مصر)

الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا کہ ان پر محمد ﷺ کے نور کی برکت سے میری مدد فرما۔

سابقہ امتوں کا وسیلہ

اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ پارہ اول میں ارشاد فرمایا

وَ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ا فَلَمَّا جَآءَھُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ ا فَلَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ o (پارہ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۸۹)

اور اس سے پہلے اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔

فائدہ

اس آیۃ شریفہ کے تحت مفسرین عظام علیہم الرحمۃ نے سرورِ عالم، نورِ مجسم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے یہود کا دعا مانگنا درج فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ کفار پر یہودی فتح حاصل کرنے کے لئے دعا یوں کرتے تھے

اللھم إنا نستنصرک بحق النبی الأمی إلّا نصرتنا علیھم فینصرون (تفسیر درمنثور جلد ا صفحہ ۸۸ مطبوعہ بیروت)

اے اللہ ہم تجھ سے نبی امی کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہم کو ان مشرکین پر فتح دے کر مدد فرما۔

امام فخر الدین رازی جو کہ دنیائے اسلام کی شہرۂ آفاق تفسیر کبیر کے مصنف ہیں انہوں نے بھی اسی آیۃ شریفہ کی

تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

اللهم افتح علينا وانصرنا بالنبی الأمی . (تفسیر کبیر جلد ۱صفحہ ۴۲۸مطبوعہ مصر)

اے اللہ نبی امی ﷺ کے وسیلہ سے ہم کو فتح عطا فرما اور ہماری مدد فرما۔

حضرت ابو العالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہودی یوں دعا کرتے تھے

اللهم البعث هذا النبی الذی نجده مكتوبا عندنا حتی يعذب المشركين ويقتلهم (تفسیر ابن جریر جلد ۱صفحہ ۳۱۰مطبوعہ مصر)

اے اللہ اس نبی پاک ﷺ کو مبعوث فرما جس کا ذکر مبارک ہم تورات میں پاتے ہیں تا کہ وہ مشرکوں کو عذاب دے اور قتل کرے۔

امام ابن جریر طبری علیہ الرحمۃ اسی آیۃ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہودی یوں دعا کرتے تھے

اللهم ابعث لنا هذا النبی يحكم بيننا وبين الناس، يستفتحون يستنصرون به علی الناس. (تفسیر ابن جریر جلد ۱صفحہ ۳۱۰مطبوعہ مصر)

اے اللہ اس نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرما جو ہمارے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائے اور وہ لوگ آپ کے وسیلہ سے لوگوں پر فتح اور مدد طلب کرتے تھے۔

امام جلالین سیوطی و دیگر مفسرین کرام رحمہم اللہ نے اس آیۃ کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ یہود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہوئے کہتے تھے

اللهم انصرنا باالنبی المبعوث فی اخر الزمان الذی نجد نعته وصفته فی التورات (تفسیر مدارک جلد ۱صفحہ ۷۴،تفسیر جلالین صفحہ ۱۴،تفسیر نیشاپوری جلد ۱صفحہ ۳۲۷،تفسیر سراج المنیر صفحہ ۷۳،تفسیر جامع البیان صفحہ ۱۶)

اے اللہ ہماری مدد فرما اس نبی پاک ﷺ کے وسیلہ سے جو آخری زمانہ میں مبعوث ہوں گے جن کی نعت اور صفت ہم تورات میں پاتے ہیں۔

امام عبد الرحمٰن بن جوزی محدث علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے

ان يهود كانوا يستفتحون علی الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه. (کتاب الوفاء باحوال المصطفیٰ جلد ۱صفحہ ۴۴مطبوعہ مصر)

بیشک یہود اوس اور خزرج قبیلہ پر رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ جلیل المرتبت مفسر ہیں اس آیۃ شریفہ کی تفسیر ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے

بمحمد ﷺ علی کفار العرب کانوا یقولون اللھم البعث النبی الذی نجدہ فی التوراۃ معذبھم ونقتلھم. (کتاب الوفاء جلد ا صفحہ ۴۴، ۴۵ مطبوعہ مصر)

یہود کفار عرب پر حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے وہ یہ کہا کرتے تھے اے اللہ تعالیٰ اس نبی کو مبعوث فرما جس کی تعریف ہم تورات میں پاتے ہیں تا کہ ہم ان کفارِ عرب کو عذاب دیں اور قتل کریں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اس آیۃ شریفہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

اللھم ربنا انا نسئلک بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تحزجہ لنا فی اٰخر الزمان بکتابک الذی تنزل علیہ اخر ما ینزل ان تنصرنا علی اعدائنا. (تفسیر عزیزی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صفحہ ۳۲۹)

اے اللہ ہمارے پروردگار ہم تجھ سے اس نبی امی احمد ﷺ کے وسیلہ سے سوال کرتے ہیں جن کے بھیجنے کا تو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اس کتاب کی برکت سے کہ جو ان پر نازل فرمائے گا تمام کتابوں کے بعد پس ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح و نصرت دے۔

انتباہ

اس کے باوجود اگر کوئی وسیلہ کو شرک یا ناجائز مانتا ہے تو سمجھو اس کا دماغ خراب ہے یا ابلیس کی طرح راندۂ درگاہ حق تعالیٰ ہے۔

نعت شریف ۲

گلے سے باہر آ سکتا نہیں شور وفغان دل کا
الٰہی چاک ہوجائے گریبان ان کے بسمل کا

حل لغات

گلا (ہندی) گردن، مجازاً آواز، سُر۔ فغان، شور، واویلا، فریاد۔ الٰہی، میرا خدا، میرے خدا۔ چاک، کٹا ہوا، پھٹا ہوا۔ گریبان، کپڑے یا پاجامے کا حصہ جو گلے کے نیچے رہتا ہے۔ بسمل، گھائل، زخمی، عاشق۔

خلاصہ

گلے سے دل کا شوروغل اور اس کی فریاد باہر نہیں نکل سکتی۔ اے اللہ العالمین ان کے یعنی حبیب کریم ﷺ کے عاشق کا گریبان چاک ہوجائے یعنی عشق کی دولت میں اوراضافہ ہو کمی نہ آئے۔

شب اسریٰ قمر حیرت زدہ پھرتا رہا شب بھر
بھلادیا ڈھنگ ان کی چال سیر منازل کا

حل لغات

شب اسریٰ، معراج کی رات۔ حیرت، بھوچکاپن، تعجب سے ایک حالات پر رہ جانا۔ شب بھر، ساری رات بھر (ہندی) تمام، سارا، قدار۔ ڈھنگ، طورطریقہ، چال چلن، طرز، انداز۔ چال، رفتار، حرکت، مکروفریب۔ منازل، منزل کی جمع۔

خلاصہ

معراج کی شب جب حضور اکرم ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے تو چاند آپ کی رفتار محبوبانہ پر ایسا عاشق ہوگیا کہ اُسے منازل طے کرنے کا طورطریقہ بھی بھول گیا اور حیرت زدہ ہوکر ساری رات آپ کے عشق و محبت میں وارفتہ رہا۔

شرح

یہ حضرت عارف جامی قدس سرہ نے اشعار کی ترجمانی ہے۔ انہوں نے فلک کا کہا ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے قمر۔ چنانچہ عارف جامی قدس سرہ نے فرمایا

وصلی اللہ علیٰ نور کزوشد نور ھا پیدا زمین ورحب او ساکن فلك دا عشق اوشیدا

اللہ تعالیٰ صلوٰۃ وسلام بھیجے اس ذات پر جس جملہ نور پیدا ہوئے زمین آپ کی محبت میں ساکن ہے، فلک آپ کے عشق میں شیدا ہے۔

لطیفہ

کسی فلسفی (کمیونسٹ) نے سوال کیا کہ حضور اکرم ﷺ آسمانوں کے اوپر کیسے گئے ہوں گے جب کہ درمیان میں کرۂ شمس، کرۂ نار اور کرۂ زمہریر ہے۔ ہم نے کہا پہلے ان سے پوچھو کہ جلوۂ مصطفیٰ ﷺ دیکھنے کے بعد انہیں ہوش بھی رہا۔ جب انہیں اپنا ہوش نہ رہا تھا تو پھر ان کی گرمی اور سردی کس کام کی۔

عارف جامی قدس سرہ کی نعت مذکور کے باقی چند اشعار یوں ہیں

محمد احمد ومحمود دے راخالقش بستود　　کزوشد بود ہر موجود زد شدید ھابینا

اگر نام محمد را نیا ودرے شفیع آدم　　نہ آدم یافتے توبہ ،نہ نوح از غرق نجینا

نہ ایوب ازبلا راحت نہ یوسف حشمت وجاھت　　نہ عیسیٰ آں مسیحادم نہ موسیٰ آں یدبیضا

بڑھا اس درجہ رعب حسن والا لیلۃ الاسراء

سمٹ کر بن گیا چراغ ایک پایہ ان کی محمل کا

حل لغات

چراغ سے سورج مراد ہے۔ پایہ، پاؤں، کھمبا، ستون، سیڑھی، مرتبہ، درجہ۔ محمل (عربی) کجاوہ، اونٹ کا ہودہ۔

خلاصہ

شب معراج میں محبوب کائنات ﷺ کے حسن و جمال کا رعب کچھ ایسا بڑھا کہ سورج نے اپنی تمام تابانی سمیٹ لی اور آپ کی سواری کے ہودہ کا صرف ایک پایہ بن گیا۔

شرح

دراصل سورج حضور اکرم ﷺ کی ایک ادنیٰ کرن ہے اور اس میں شک وہی کرے جسے احادیث مبارکہ، اقوالِ علمائے امت کا انکار ہے ورنہ یہ مضمون تو اتنا روشن ہے جتنا خود سورج۔

حجابِ نور تک پہنچا کے آنکھیں ہوگئیں خیرہ

فغاں کرتا ہوا لوٹ آیا قاصد نالۂ دل کا

حل لغات

حجاب، پردہ۔ خیرہ، آنکھوں کے سامنے جو غبار ہو جائے، تاریک۔ لوٹ آیا، واپس ہوا۔ نالہ، فریاد۔

خلاصہ

نورِ حجاب تک تو آنکھیں حضور اکرم ﷺ کو دیکھتی رہیں جب آپ نورِ حجاب میں داخل ہوئے آنکھوں کے آگے تاریکی چھا گئی اور عشاق کا نالہ دل جو آپ کے پیچھے پیچھے چلتا رہا وہ بھی تھک ہار کر آہ و فغان کر کے واپس لوٹ آیا۔

شرح

یہ ان تمام احادیث کا خلاصہ ہے کہ ہر فکرو ہمت کی رسائی صرف لامکاں تک ہے اس کے آگے نہ کسی کی قدرت نہ امکان۔

یہاں حجابِ نور سے لامکاں کے وہی حجاباتِ نورانیہ جو ذاتِ ذوالجلال والاکرام اور اس کی صفات وافعال کے ہیں کہ جن تک رسائی سوائے حضور اکرم ﷺ کے کسی کو نہیں۔

کسے کہتے ہیں خور یہ تابشیں یہ گرمیاں
جھلکتا ہے شرارہ آسمان پرسوز دل کا

حل لغات

خور، سورج۔تابشیں، چمکیں۔ جھلکنا، کوندنا، جلوہ دکھانا، چمکنا۔شرارہ، آگ کی چنگاری۔

خلاصہ

سورج خوب چمکیلا اور گرم سہی لیکن یہ ہے کیا اس کی تابشیں اور گرمیاں بھی خوب لیکن دراصل یہ تو آسمان کے پُرسوز دل کی ایک چنگاری ہے۔

شرح

اس شعر میں حضور اکرم ﷺ کے عشق کی سوزش کا ایک نمونہ دکھایا ہے کہ سورج کی تابش اور گرمی دراصل آسمان کے عشق کا ایک شرارہ ہے اور یہ ہے بھی حق۔اس لئے کہ آتش دوزخ عاشق سے کہے گی

نار عشقک تطفی   اے عاشق تیرے عشق کی آگ میری آگ کو جلا رہی ہے۔

سنا ہے جب نام گل خارِ مدینہ چبھ گیا دل میں
کہ ہر مطلق ہے جلوہ گاہ حسن فرد کامل کا

خلاصہ

جب سے گل یعنی حبیب کبریٰ ﷺ کا نامِ نامی اسم گرامی سنا تو مدینہ پاک کا کانٹا دل میں چبھ گیا اور جس شے میں حسن ہے وہ اسی فردِ کامل محبوب یگانہ ﷺ کے حسن کی جلوہ گاہ ہے۔

شرح

یہ مضمون متعدد مقامات پر شرح و مفصل لکھا جا چکا ہے۔

یہ کس کے رعب آمد نے کیا عالم تہ وبالا
کس شیرازہ پریشان ہوگیا ہر نظم باطل کا

حل لغات

تہ و بالا، الٹ پلٹ، زیروزبر۔شیرازہ، بندھن۔پریشان، بکھرا ہوا۔

خلاصہ

کس کی تشریف آوری کے رعب نے عالم کو تہ و بالا کر دیا کہ اس سے باطل کا ہر نظم کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا۔

شرح

شب میلاد شریف کے جملہ ان معجزات کو اس شعر میں سمیٹا ہوا ہے جنہیں کفار و مشرکین اور یہود وغیرہ کے معاملات میں الٹ و پلٹ ہوئی مثلاً اربابِ تواریخ لکھتے ہیں بادشاہ کسریٰ نے ایک عمارت عالیشان نہایت مستحکم دجلہ کے کنارے بنوائی تھی اور تین سو ساٹھ ساحر و کاہن اپنے پاس ملازم رکھے تھے جب کوئی حادثہ پیش آتا تو ان سے مشورہ لیتا ایک رات وہ عمارت خود بخود پھٹ کر گر گئی۔شاہ کسریٰ کو اُس کے گر جانے سے نہایت رنج و غم ہوا تمام کاہنوں کو جمع کر کے حال بیان کیا۔اُسی رات ایک نجومی سائب نامی نے خواب میں دیکھا کہ نہایت تاریک رات ہے اور اُس میں ایک بجلی حجاز کی جانب سے چمکتی ہوئی مشرق سے مغرب تک گئی اور جس زمین پر اُس کی روشنی پڑتی ہے وہ ہری ہو جاتی ہے وہی بجلی ملک فارس تک آئی اور فارس کی تمام زمین سرسبز و شاداب کر دی۔جب سائب خواب سے بیدار ہوا تو اپنے سونے کی جگہ چاروں طرف سبز گھاس اُسی رات کی اُگی ہوئی موجود پائی بولا کہ اگر میرا خواب سچا ہے تو بیشک حجاز سے ایسا ایک نبی پیدا ہوگا جو مشرق سے مغرب تک پہنچے گا اور تمام عالم کو حیاتِ جاودانی اور سرسبزی و تازگی بخشے گا مگر سائب نے خوف کے باعث شاہ کسریٰ سے اصلی بات نہ کہی بلکہ یہ کہہ کر ٹال دیا کہ شاید یہ محل نیک ساعت میں نہ بنا ہوگا اسی باعث گر گیا ہوگا اب کسی نیک ساعت میں بنوانا چاہیے۔چنانچہ تین مرتبہ وہ محل بنایا گیا، کسریٰ نے بہت کاہن اسی باعث قتل کرائے آخرامر واقعی بتایا گیا کہ حجاز سے ایک نبی پیدا ہوگا اُس کے باعث تمہارے ملک پر زوال آئے گا۔یہ مضمون خاصہ طویل ہے کتب میلاد و سیرت بھری پڑی ہیں۔تبرکاً ایک دو واقعات حاضر ہیں۔

یهودی کی چیخ و پکار

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ مکہ میں ایک ساہوکار یہودی تھا جس شب حضور اکرم ﷺ پیدا

ہوئے تو وہی ساہوکار یہودی گھر گھر پوچھتا پھرتا تھا کہ تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ عموماً لوگ لاعلمی ظاہر کرتے ہیں وہ بولا کہ آج اس امت کا نبی پیدا ہو چکا ہے جس کے مونڈھے کے درمیان ایک علامت ہے۔ اس کے اس کہنے پر لوگ مختلف مکانوں کی طرف دوڑ پڑے بالآخران کو پتہ چلا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر میں بچہ ہوا ہے۔ لوگوں نے یہودی کو خبر دی وہ بے تحاشا ان کو لے ساتھ لے کر حضرت کے گھر کی طرف دوڑ پڑا اور جس طرح بن پڑا اُس نے کہا میں بچہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اجازت مل گئی یہودی نے پشت مبارک کھول کر دیکھی اور دیکھتے ہی بے ہوش ہوگیا جب ہوش میں آیا تو کہتے ہیں کہ بے اختیار ہو کر چلا رہا تھا کہ بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہوگئی۔ یہ ایک دفعہ لوگوں پر چھا جائے گا پھر ان کی خبر مشرق اور مغرب ہر طرف سے آئے گی۔ (خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۴۹، زرقانی جلد ا صفحہ ۱۲۱)

سیدنا حسان کا بیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا اور اس وقت سات یا آٹھ سال کا تھا تاہم مجھ میں اتنی عقل تھی کہ جو سنتا تھا اُس کو سمجھ لیتا تھا بہر حال میرے کان میں یکا یک آواز آئی جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ ایک یہود مدینہ کی ایک بلندی پر چڑھ کر اعلان کر رہا ہے کہ یہودیو! یہودیو! دوڑو، دوڑو میں نے دیکھا یہودیوں کی جماعت ادھر دوڑی جا رہی ہے میں بھی دوڑ پڑا۔ جب لوگ اس کے پاس پہنچے تو کہنے لگے ارے صاحب تجھے کیا ہوگیا کہ یکا یک چیخنے لگا؟ بولا آج احمد ﷺ کا ستارہ طلوع ہوگیا اور آج کی رات وہ پیدا ہوگیا۔ (سیرت حلبیہ جلد ا صفحہ ۸۱ زرقانی صفحہ ۱۲۰)

عیص راہب کی کھانی

عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ مرالظہر ان میں ایک شامی راہب رہتا تھا جس کا نام عیص تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے صومعہ میں رہتا تھا اور گاہے گاہے مکہ شریف میں بھی آتا تھا اور کہتا تھا کہ اے اہل مکہ تم میں ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ماتحت عرب ہوگا اور وہ عجم کا مالک ہوگا اور یہ اس کے ظہور کا زمانہ ہے بس جو شخص اس کو پالے اور اس کی پیروی کرے تو وہ خوش نصیب ہے اور جو شخص اس کو پائے اور مخالفت کرے وہ بدنصیب ہے اور خدا کی قسم میں نے شراب کی زمین ترک کی اور بھوک اور خوف کی زمین اس کی تلاش میں اختیار کی ہے پس جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ خواہ مخواہ آتا اور اس کا حال دریافت کرتا اور کہتا کہ وہ ابھی نہیں آیا؟

پس جب وہ دن ہوا جس دن آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے تو عبدالمطلب وہاں گئے اور صومعہ کے قریب جا کر اس کو

آواز دی تو عیص نے کہا آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا میں عبدالمطلب ہوں۔ پس اس نے جھانکا اور کہا آپ اس کے باپ ہیں بیشک وہ لڑکا جس کی بابت میں تمہیں باتیں سناتا تھا آج سوموار کے دن پیدا ہو چکا ہے اور بحیثیت نبی ان کی بعثت بھی سوموار کو ہوگی اور وہ وفات بھی سوموار کو پائیں گے اور آج کی رات ان کا ستارا طلوع ہو چکا ہے۔ (خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۵۰)

یہ صحرا میں موج آئی وہاں دریا میں گرد اُٹھی
ادھر آتش کا ماتم ہے ادھر غوغا زلازل کا

حل لغات

صحرا، جنگل۔ زلازل، زلزلہ کی جمع۔

خلاصہ

ان کی آمد کے رعب سے جنگل میں پانی کی موج تھی لیکن دریا خشک ہوکر اس سے گرد اُٹھی ادھر آتش کا ماتم تھا یعنی آگ بجھ گئی ادھر زلزلوں کا شور تھا۔

شرح

شب میلاد کے معجزات کی طرف اشارہ ہے۔ فقیر چند ایک تبرکاً عرض کرتا ہے۔

کسریٰ کے پاس تین سو ساٹھ کاہن ملازم تھے اور ان میں عرب کا ساکن سائب نامی کاہن تھا وہ علوم نجوم کا بڑا ماہر تھا۔ کسریٰ نے ان سب کو بلا کر کہا کہ کسی ظاہری سبب کے سوا میرے ایوان کے چودہ کنگرے گر گئے ہیں تو بتاؤ کہ دراصل اس کا سبب کیا ہے؟ جب یہ سب کاہن کسریٰ سے رخصت ہوکر باہر آئے تا کہ کچھ فکر کریں تو انہوں نے جادو اور جوتش اور نجوم کے تمام اصول سے اپنے اذہان کو خالی پایا تو ان کا سرگروہ سائب اندھیری رات میں ایک بلند ٹیلے پر چڑھا اور اس نے آسمان و زمین کے اطراف میں نظر دوڑائی اور غور کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ حجاز سے بجلی چمکی اور چلی حتیٰ کہ مشرق میں پہنچی۔ جب صبح ہوئی تو اپنے زیر قدم زمین کو سرسبز دیکھا اس کے بعد سائب نے جی میں کہا کہ حجاز سے ایک بادشاہ ظہور فرمائیں گے اور مشرق تک اس کی سلطنت احاطہ کر جائے گی اور سرسبز اور شاداب سال میں پیدا ہوں گے جب اس نے کاہنوں سے بات چیت کی تو سب اس نتیجہ پر پہنچے کہ حجاز میں ایک پیغمبر کی بعثت ہوئی اور سلطنتِ کسریٰ زوال پذیر ہونے والی ہے لیکن کسریٰ یہ بات کرنا دشوار ہے وہ ہم سب کو قتل کرادے گا۔ آخر دل کڑا کر کے تمام کاہن کسریٰ کے

سامنے آئے تو کہا کہ ایوان کے گرنے کا سبب یہ ہے کہ جب ہم نے زائچہ لگا کر اس کا سنگ بنیاد رکھنے کی ساعت بتائی تھی وہ غلط تھی اب ہم آپ کو ایسی ساعت بتاتے ہیں کہ یہ ایوان پھر نہیں گرے گا۔ چنانچہ نئی ساعت مقرر کردہ کے مطابق دوبارہ ایوان کی مکمل کر دیا گیا اور اس پر کسریٰ نے بہت خوشی کا جشن منایا مگر پھر وہی حال ہوا کہ دریائے دجلہ جوش میں آیا اور ایوان میں زلزلہ آ گیا اور اس کی سابقہ حالت ہوگئی۔ اس کے بعد کسریٰ نے کاہنوں پر عتاب کیا تو انہوں نے کہا کہ اس دفعہ پھر ہم سے غلطی ہوگئی اس مرتبہ جو طالع معین کریں گے اس میں آپ کے ایوان کو کوئی نقصان نہ ہوگا جب سہ بارہ ان کے زائچہ کے مطابق ایوان کی تکمیل ہوئی اور شاہانہ دربار سجایا گیا تو پھر دریائے دجلہ میں طغیانی آئی اور ایوان ہل گیا اور جانی اور مالی نقصان کافی ہوا تو اس بار کسریٰ نے ان نجومیوں کو بہت کچھ ملامت کی اُس وقت انہوں نے کہا حق بات یہ ہے کہ سرزمین عرب میں ایک پیغمبر مبعوث ہوا ہے جو تیری شاہی کے زوال کا باعث ہے جب کسریٰ نے یہ سنا تو ایوان کی تعمیر کا خیال ترک کر دیا۔ (معارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۶۰)

آتش کا ماتم

امام احمد رضا قدس سرہ کے اس جملہ سے ذیل کے معجزہ کی طرف اشارہ ہے۔

کسریٰ اس واقعہ مذکورہ سے غمناک تھا حتیٰ کہ ایک بار اس نے خاص نجومیوں کو بلا کر جمع کیا تاکہ ان سے اس بات کا اظہار کرے کہ ناگاہ دارالخلافہ ایران اصطرخ سے ایک شخص نے آکر خبر دی کہ آتش کدۂ ایران جو ہزار سال سے برابر جل رہا تھا وہ بیک وقت بجھ گیا ہے اور اب وہ اصلاً نہیں جل سکتا۔ جب تاریخ دریافت کی گئی تو کنگرے گرنے کی تاریخ کے مطابق ہوئی۔ اس پر کسریٰ کے دل میں اور زیادہ پریشانی ہوئی۔ (ریاض الازہار صفحہ ۹۲، معارج النبوت صفحہ ۶۱، سیرتِ حلبیہ ۸۰، سیرتِ نبویہ از دحلان صفحہ ۴۳)

دریا میں گرد اُٹھی

یہ ذیل کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے یمن اور شام اور ایلیا کے حکام کی طرف سے پے در پے تین قاصدوں نے یکے بعد دیگرے تین ہی خطوط پیش کئے جن کا مضمون یہ تھا کہ بحیرہ ساوہ فلاں رات کو خشک ہو گیا ہے حتیٰ کہ پانی کا ایک قطرہ تک وہاں نہیں رہا۔ عرب کے جدید جغرافیہ دان اس بات کی پوری نشاندہی کرتے ہیں دریائے ساوہ موجود دور میں بھی حضر موت کے میدانوں میں خشک پڑا ہے اور علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی بحیرۂ ساوہ کی نشاندہی فارس کے اس علاقہ میں بتاتے ہیں جو ہمدآن اور قم کے درمیان واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ اس علاقہ میں جہاں آج کل ساوہ نامی شہر آباد

ہے پہلے زمانہ میں یہاں ایک دریا تھا اور اس میں کشتیاں چلتی تھیں مگر عہد ولادت کے وقت یکا یک خشک ہو گیا اور اس وقت وہاں خشک جگہ پر شہر آباد ہے جسے ساوہ کہتے ہیں۔ (زرقانی جلد ا صفحہ ۱۲۱، الخمیس جلد ا صفحہ ۲۰۰)

یہ صحرا میں موج آئی

مذکورہ بالا واقعات کے ساتھ کسریٰ کو اطلاع ملی کہ طبرستان کے لق و دق خشک جنگلات میں وادیٔ ساوہ میں دریا بہہ رہا ہے تو کسریٰ کا خوف و اضطراب اور بھی بڑھ گیا جیسا کہ صاحب اصل نے کہا ''وورد العین المستهام معینه'' اور بالکل بے آب مقام پر کثرت سے پانی رواں ہوا۔ (سیرتِ حلبیہ جلد ا صفحہ ۸۷)

ابھی ان واقعات و حالات پر غور ہو ہی رہا تھا کہ اس مجلس میں موبد موبدان یعنی قاضی القضاۃ نے سنایا کہ میں نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ مست اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچے جا رہے ہیں اور دریائے دجلہ اپنی سطح ترک کر کے ملک فارس میں پھیل گیا۔ (سیرتِ نبویہ از دحلان جلد ا صفحہ ۴۲، خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۵۱)

کسریٰ نے حیران ہو کر قاضی سے کہا کہ پھر اس کا نتیجہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ عرب کے کسی شہر میں کوئی امر واقعہ ہوا اور یہ سب محیر العقول واقعات اس کے لوازمات میں سے ہیں۔ (معارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۶۱)

قاضی نے کہا کہ آپ حیرہ کے عامل کو قاصد کے ذریعہ فرمائیں تا کہ وہ آپ کے پاس کوئی قابل اور ماہر عالم روانہ کر دے کیونکہ وہاں کے علماء ایسے نئے حوادثات کے علوم سے پوری واقفیت رکھتے ہیں تو کسریٰ نے نعمان میں منذر والی حیرہ کے پاس قاصد کے ذریعہ مکتوب بھیج دیا کہ ہمیں یہ مشکل درپیش ہے آپ کوئی ایسا عالم روانہ کرو جو ہماری اس مشکل کو حل کر سکے تو نعمان بن منذر نے اپنے ملک کے ممتاز اور مشہور اور ایک سو پچاس سال کے سن رسیدہ ماہر عالم عبد المسیح بن ثقیلہ غسانی کو کسریٰ کے پاس روانہ کر دیا۔ جب عبد المسیح شاہی دربار میں حاضر ہوا تو صورت واقعات کی گوش گزار ہوئی تو کہا میں اس مشکل کا حل پوری طرح بیان نہ کر سکوں گا اگر شاہی فرمان کی رو سے اجازت ہو تو میں اپنے ماموں سے دریافت کر کے جواب باصواب لے آؤں گا۔ (تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۲۰۱)

سطیح کا تعارف

سطیح کی عمر سات سو سال تھی کیونکہ جب

(۱) افعی نے بنی نزار میں جائیداد تقسیم کی تو اس زمانہ میں سطیح موجود تھا۔

(۲) اور جب یمن کے ملک میں اہل سبا پر بوجہ کفرانِ نعمت کے سیلاب آیا جسے سیل عرم کہتے ہیں کہ بلقیس کا تیار کردہ بند عرم

نامی ٹوٹنے سے جو تباہی ہوئی سطیح وہاں سے منتقل ہوکر مآرب آیا اور پھر مآرب سے ملکِ شام میں پہنچ کر تمام زندگی بسر کی اور جب بادشاہ یمن ربیعہ بن نصر حمیری نے خواب دیکھا اور بھول گیا تھا اور سب کاہن اس کی اس مشکل کو حل کرنے سے عاجز آئے تو سطیح نے اس کا عقدہ حل کیا اور وہ ایک عجیب قسم کا جسم رکھتا تھا جس میں سوائے سر کے تمام جسم میں ہڈی نہ تھی اور جب کوئی اس سے کچھ دریافت کرتا تو اس کے جسم کو ہلاتا تو وہ فصیح اور مسجع الفاظ میں خبریں بیان کرتا اور جب اس کو کسی جگہ منتقل کرنا ہوتا تو اس کو کپڑے میں لپیٹ کر صندوق میں رکھ کر لے جاتے تھے۔ (معارج النبوۃ جلد۲ صفحہ ۳۳، خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۵۱)

سطیح کا آخری بیان

کسریٰ کی فرمائش پر جہاں دیدہ کاہن عبدالمسیح کئی منازل طے کرتا ہوا جب سطیح کے پاس پہنچا تو فوراً نوشیرواں کا سلام عرض کیا مگر سطیح کے کیسۂ حیات میں آخری سانس تھی اور وہ اس دنیائے فانی سے دار البقا کی طرف رحلت کرنے کو تیار تھا اس لئے اس نے بھانجے کو جواب نہ دیا تو عبدالمسیح نے مایوس ہوکر فی البدیہہ یہ نظم پڑھی

أصم أم يسمع غطريف اليمن — أم فاد فازلم به شأو العنن

يا فاصل الخطة أعيت من ومن — اتاک شيخ الحي من آل سنن

وأمه من آل ذئب بن حجن — أبيض فضفاض الرداء والبدن

رسول قيل العجم يسمي للوسن — لا يرهب الوغد ولا ريب الزمن

تجوب بي الأرض علنداة شزن — ترفعني وجنا وتهوى فيه وجن

حتى أتي عاري الجآحي والقطن — تلفه في الريح بوغاء الدمن

كأنما حثحث من حضني ثكن

(۱) اے یمن کے سردار اور رئیس! کیا آپ بہرے ہیں یا سنتے ہیں یا فوت ہو چکے ہیں اور موت کے جال نے اس کو شکار کر کے قابو کر لیا ہے؟

(۲) اے وہ شخص! جو بہت مشکلات اور مہمات والے امور کو حل فرماتے تھے کیا اب آپ ہماری موجودہ پیچیدگی کی عقدہ کشائی سے عاجز ہو گئے؟ شاید جناب کے گوش گزار ہوا ہوگا کہ آپ کی خدمت میں کون حاضر ہوا ہے آپ کی خدمت میں سنن نامی جد بزرگوار کی آل سے قوم کا سردار حاضر ہوا ہے۔

(۳)اوراس کی ماں ذئب بن جحن کی اولا د سے ہے۔آپ کی خدمت میں اپنی قوم کا ایک بھلا مانس اور سفید پوش شخص حاضر ہوا ہے جس کی چادر پرانی ہو کر پارہ پارہ ہوتی ہے تب بھی وہ برابر سفید رہتی ہے۔

(۴)اور آپ کے پاس ملک عجم فارس کے بادشاہ کا قاصد حاضر ہوا ہے جو کہ ایک جماعت کے لئے راتوں کو سفر کر کے آیا اور وہ بادل کی گرج اور زمانہ کے گونا گوں حوادثات سے نہیں گھبرایا۔

(۵)اور وہ اس فر میں بڑی دشوار گھاٹیوں اور قابل گزر چٹانوں کو عبور کر کے آیا اور اس نے راستہ میں ایسے نشیب و فراز طے کئے جہاں کا اتار چڑھاؤ بہت ہی مشکل تھا مگر وہ اس طرح چلا جیسا کہ تیر کمان سے گزرتا ہے۔

(٦)حتیٰ کہ میں نے دریائی علاقہ میں بہت کشتیوں کے بیٹنے اور جنگلات میں کئی آشیانہ نشین پرندوں کو بھاگتے دیکھا اور راستہ میں اولوں اور مینگنیوں اور بدبودار غبار آلودہ آندھی نے اس کو اس طرح ستایا جیسا کہ ہڈیوں سے گوشت اُتار لیا گیا ہو۔

(۷)مگر وہ دلا ورمردان تمام آفات کو برداشت کرتا ہوا اس طرح ہنستا کودتا ہوا چلا آیا جیسا کہ شکن نامی پہاڑ کے بادلوں میں بجلی چمکتی ہے۔

جب سطیح نے یہ نظم سنی تو سر اُٹھایا اور حسبِ دستورِ قدیم یہ مسجع عبارت پڑھی

عبدالمسيح على جمل مشيح جاء الى سطيح حين اوفى على الضريح بعثک ملک بنی ساسان لا رتجاس الايوان وخمود النيران ورؤيا الموبذان رای ابلاًصعاباً، تفود خيلاً عراباً، قدقطعت دجلة، وانتشرت فی بلادهايا عبدالمسيح اذا كثرت التلاوة وظهر صاحب الهراوة وخمدت نار فارس وغارت بحيرة ساوة وفاض وادی السماوة فليست الشام لسطيح شاما يملک منهم وملكات على عدد الشرفات وكل ما هو آت. (الروض الانف جلد ا صفحہ ۲۰)

عبدالمسیح سطیح کے پاس ایک تیز اونٹ پر آیا ہے جب کہ وہ سفر آخرت کی تیاری کر رہا تھا پھر کہا کہ اے عبدالمسیح تجھے ساسانی بادشاہ نوشیروان نے اس لئے روانہ کیا ہے کہ اس کا ایوان ہل گیا اور آتش کدہ بجھ گیا اور قاضی القضاۃ نے خواب دیکھا کہ مست اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچ کر لے جا رہے ہیں اور دریائے دجلہ ٹوٹ کر اس کا پانی شہروں میں پھیل گیا۔ اے عبدالمسیح جب قرآن کریم کی تلاوت کا وقت قریب آئے گا اور صاحب عصا کی بعثت کا زمانہ نزدیک ہوگا تو وادیٔ سماوہ میں دریا بہے گا اور دریائے ساوہ خشک ہو جائے گا اور فارس کا آتش کدہ بجھ جائے گا اور ایرانیوں کے لئے بابل میں جگہ نہ رہے

گی اور شام میں سطیح کی آرام گاہ نہ ہوگی بلکہ آخرت کو سدھارے گا تو ان کے گرے ہوئے کنگروں کی گنتی میں بعض ساسانی مرد اور عورت بادشاہی کر گزریں گے تو پھر وہ ہوگا کہ ساسانیوں کی حکومت ختم ہو جائے گی۔

اس بات کے کہنے کے بعد سطیح فوراً فوت ہو گیا اور عبدالمسیح نے کسریٰ کو ایک ایک لفظ سے آگاہ کر دیا تو کسریٰ نے کہا کہ چودہ آدمیوں کی حکومت پر مدتِ مدید و عرصۂ بعید گزرے گا اور مطمئن ہو کر زندگی گزارنے لگا۔

مگر قدرت نے یہ کیا کہ چودہ میں سے دس بادشاہ صرف چار سال میں اپنی مدت پوری کر گئے اور ان کا آخری بادشاہ یزدجرد ۳۱ھ میں خلافت امیر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں سعد بن ابی وقاص کے حملہ سے مرو میں مقتول ہوا۔ (معارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۶۳)

اور ساسانیوں کی حکومت تین ہزار چار سو ساٹھ سال قائم رہنے کے بعد ۳۱ھ میں ختم ہوئی اور چودہ اشخاص میں سے تیرہ مرد اور ایک عورت بوران نامی نے بادشاہی کی تھی۔ (سیرت حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۱۰)

کیا نالہ ہے دشت طیبہ میں اے وائے محرومی
مگر حسرت نے پھر اس بن میں لوٹا قافلہ دل کا

خلاصہ

دشت طیبہ میں یہ کیا فریاد ہے کہ ہائے افسوس محرومی ہی محرومی ہے شاید حسرت نے پھر اس جنگل میں دل کا قافلہ لوٹ لیا۔

شرح

عشق کی داستان چھیڑنا عشاق کا کام ہے وہ ہر بات میں عشق کی باتوں سے ہی دل بہلاتا ہے۔ اس شعر میں اسی طریقہ اور روش کا بیان ہے۔

کسی وحشی کی خاک اُڑ کر چمن میں آگئی شاید
بگولوں سے ہے اُٹھتا شور مستانہ سلاسل کا

حل لغات

وحشی، جنگلی جانور۔ بگولوں، بگولہ کی جمع، سخت، آندھی، ببولا۔ سلاسل، سلسلہ کی جمع، زنجیر، قطار، خاندان، ترتیب شجرہ۔

خلاصہ

شاید کسی وحشی کی خاک اُڑ کر چمن میں آ گئی ہے کہ آندھیوں سے سلاسل کا شور مستانہ اُٹھ رہا ہے۔

نہیں کچھ خاص شہرستان امکان بہرہ یاب اب سے
کہ سایۂ دشت بطلان میں ہے تاج سر مماثل کا

خلاصہ

نہ صرف شہرستان امکان کے لوگ ان سے بہرہ یاب ہیں بلکہ ہم مثلی کے دعویٰ کرنے والوں کے سر کا تاج بھی سایۂ دشت بطلان میں ہے۔

شرح

نہ صرف عالم امکان کا ذرہ ذرہ حضور اکرم ﷺ سے بہرہ ور ہے اور ہو رہا ہے بلکہ جنہیں آپ کے ہم مثل ہونے کا دعویٰ ہے ان کا بھی حال بُرا ہے کہ وہ اگرچہ منکر ہیں لیکن فیض و رحمت انہیں بھی نصیب ہو رہی ہے۔

رضائے خستہ کیا کہنا عجب جادو بیانی ہے
نمک ہر نغمہ شیریں میں ہے شور عنادل کا

خلاصہ

اے رضا (امام احمد رضا) عاجز تیری عجیب جادو بیانی کا کیا کہنا کہ وہ بلبلوں کی نغمۂ شیریں میں بمنزلہ نمک کے ہے۔

شرح

اس شعر میں امام اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا ہے اور بجا فرمایا ہے۔

جادو بیان شاہ احمد رضا خان قدس سرہ

امام احمد رضا قدس سرہ کی جادو بیانی کا لوہا اپنے تو اپنے غیر بھی مان گئے۔ نثر کی جادو بیانی تو مشہور زمن ہے لیکن شاعری کے کمال پر وہ بڑے شعراء جو دوسرے کسی شاعر کو خیال تک نہ لاتے تھے وہ بھی آپ کا کلام پڑھنے سننے کے بعد کہنے پر مجبور ہو گئے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

جناب سید اسماعیل رضا ذبیح ترمذی (ہری پور ہزارہ)

تعارف

جناب سید اسماعیل رضا ذبیح ترمذی مملکت پاکستان کے ایک ممتاز محقق و ادیب و شاعر ہیں۔ آپ کی کئی تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔ حال ہی میں آپ نے ایک ضخیم کتاب بعنوان ''کمالِ مصطفیٰ'' (ﷺ) تحریر فرمائی ہے جس میں آپ کی صلاحیتیں بھرپور طریقے پر نمایاں ہیں۔ کتاب ادارۂ ہٰذا کے تعاون سے دادا بھائی فاؤنڈیشن نے چھاپی ہے بہت جلد نعتیہ دیوان بھی منظر عام پر آنے والا ہے۔ ایک اور گراں مایۂ کتاب ''حقیقت ایمان'' عنقریب مدینہ پبلشنگ کمپنی سے شائع ہو رہی ہے اس کے علاوہ کئی تحقیقی مقالات ملک کے مختلف جرائد میں چھپتے رہے ہیں۔ (ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی)

امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری اور علم معانی و بیان کے عنوان سے موصوف اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ شاعری کی اولیں و آخریں شرط حب مصطفیٰ اور عشق مجتبیٰ ﷺ ہے۔ دل میں محبت و عشق رسول ﷺ کا سمندر موجزن ہو، جذبات کا ایک طوفان اُٹھتا ہو، ضبط کا یارا نہ رہے تب ہر نفس سوزان، دل کی ہر دھڑکن، خیال کی ہر لہر، زبان کی ہر جنبش، لبوں کی ہر حرکت نعت سرا ہو جاتی ہے لیکن پاسِ ادب جذبات کے اس جوش کو سراپا ہوش بنائے ہوئے رکھتا ہے۔ بے خودی اور سرخوشی کے باوجود رعب حسن و عزت مقام، قیودِ ادب اور حدود شریعت سے گذرنے نہیں دیتا۔

ظاہر ہے کہ عشق و محبت کی تعبیریں اور تفسیر بے شمار ہیں۔ محبوب کا ہجر و وصال، عاشق کی بے سروسامانی و شادکامی، آزارِ عشق کے اثرات اور قلبی واردات، حریم محبت و جلوۂ دوست، جمال حبیب و حسن یار، محبوب کی ادائیں اور اس کی لطافتیں، نازِ حبیب اور اس کی قیامتیں، صنم کی سنگ دلی اور پجاری کی وفا کیشی، محبوب کا سراپا اور اس کا انداز غرض بہت سے موضوعات ہیں جو عشقیہ شاعری کا خزینہ ہیں اور شاعر بلا تکلف جس طرز و لہجہ میں چاہتا ہے حقیقی یا تصوراتی جذبات و واردات کا اظہار اپنے شعر میں کر دیتا ہے۔ جولانِ گاہِ سخن میں اس کے اظہار و بیان پر کوئی قدغن نہیں لیکن منزل نعت وابستگی رسول اور حب نبی وہ مقام ہے کہ ''نفس گم کردہ می آید جنید وبایزید ایں جا'' اس ایک گونہ بے خودی کے ساتھ پاسِ ادب اور شاعری حدود کا لحاظ نعت کو ایک دشوار موضوع بنا دیتا ہے۔ نعت میں جذباتِ عشق کا اظہار وہی کر سکتا ہے جو اپنی سچی قلبی واردات اور پر عقیدت و پُرخلوص جذبات کا اظہار بطورِ آورد خود تو نہ کرے بلکہ بحر محبت میں جب جوار بھاٹا آئے تو موجوں کے تموج کی ہر صدا نغمہ بن جائے۔ جب جانوں کی جان، اس محبوب ذیشان اور حبیب رحمان کی یاد ستائے، دل تڑپائے، چین نہ آئے اس عالم میں دل سے جذبات مچل کر لب پر آئیں اور الفاظ کا روپ

دھاریں تقریر کا لباس پہنیں وہی نعتیہ شاعری ہے۔

درحقیقت حضرت رضا کا کلام بحر معانی کا گہرا آبدار گلشن بیان کا مشکبار اور محاسن معنی وصوری کا شاہکار ہے۔ حسن بیان، خوبی زبان، شعری صنعت گری، فصاحت و بلاغت اور جذبات کی صداقت نے کلام کو سحر کی طرح اثر انگیز بنادیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے"وان من البیان" غی کی ضد ہے اور غی قدرت بیان کے فقدان کو کہتے ہیں۔ بلاغت کے معنی اثر آفرینی بھی ہیں اور ادب میں یہی معنی مراد ہوتے ہیں اس طرح بلاغت عام تنقید کی ان اصطلاحات مثلاً معانی، بیان، فصاحت اور صناعت میں شامل ہو گیا جو ادب سے متعلق تصنیفات کے علاوہ اعجاز القرآن کے علوم میں کثرت سے مستعمل و مروج تھیں لیکن ساتویں صدی ہجری کے لگ بھگ بلاغت کو تین معین فنون معانی، بیان اور بدیع پر تقسیم کر دیا گیا۔ اس لئے اہل علم کہتے ہیں علم بیان میں بلاغت کو تین علوم یعنی معانی، بیان اور بدیع شامل ہیں (یہ ایک طویل مقالہ ہے موصوف نے بڑے دلائل قویہ سے اعلیٰ حضرت کے کلام کو جادو بیانی کو یقینی بنانے کی کوشش تام فرمائی ہے)

نمک ہر نغمۂ شیریں

اس شعر میں جیسے امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی سحر بیانی کی نعمت کا اظہار فرمایا وہاں دوسرے مصرعہ میں یہ بتایا ہے کہ ان کا کلام دوسرے اشعار کے لئے کالملح فی الطعام ہے۔ اس بارے میں بھی موصوف اپنے مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں غرض یہ اُردو زبان کا وہ دور تھا کہ ایک طرف حالی وغیرہ نے لطافت خیال پاکیزگی بیان، سادگی زبان اور معاملہ بندی کے جوہر دکھائے تو دوسری طرف استاد داغ وغیرہ نے زبان کی سلاست و سادگی کو اپنایا، شوخی و بانکپن سے رنگینی پیدا کی، سیدھے سادھے خیالات اور سادہ زبان کو شیوہ بنایا۔ پس اس دور کی زبان جن خصوصیات سے مالا مال تھی اور جس رنگ کو قبول عام حاصل تھا وہ یہ کہ صحت زبان کے ساتھ ساتھ سلاست و سادگی تو وصف خاص تھا ہاں کہیں کہیں محاورے بھی نظم ہو جاتے تب بھی سلاست زبان پر حرف نہ آتا۔ زبان و بیان کی سادگی کو اہمیت حاصل تھی اور زبان کی سلاست پاکیزگی اور صفائی کا بڑی حد تک خیال رکھا جاتا۔

عہد حاضر کا نقاد جانتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ہمعصر شعراء اپنی نعت میں زبان کا وہ رنگ اور نکھار اور صفائی پیدا نہ کر سکے جو ان کی عشقیہ شاعری کا احسن تھا مگر اعلیٰ حضرت کی فکر رساء جس انداز میں چاہتی نعت رسول کو فردوس گوش بناتی جبکہ یہ مسلم ہے کہ ہر مضمون اور ہر موضوع اپنی بلندی و لغت کے تقاضے کے اعتبار سے الفاظ کا انتخاب چاہتا ہے جس کا اعلیٰ حضرت نے بے حد کمال اہتمام کیا ہے ان کو زبان کا وہ ملکہ اور وہ قدرت بیان حاصل تھی کہ جب زبان کی بے ساختگی

وسلاست کونعت شریف کے رفیع و دقیع مضامین سے ہم آہنگ نہ پاتے تو انہیں مطلقاً تکلف نہیں ہوتا کہ وہ شکوہ الفاظ فارسی تراکیب، صنعت اقتباس و تلمیع سے کام لیں یا تشبیہ و استعارہ سے مضمون کو آراستہ کریں۔ان کا خامہ گہرفشاں اور فکررسا صنعت وتبحر علمی سے متصف ہوکر نعت نگاری کی طرف مائل ہوتے تو ان کا قلم کمالِ علمی کے نئے انداز سے گلدستے سجاتا اور فکررساالفاظ کی گل پاشیاں کرتے اشعار، نعت، اصطلاحات علمی اور تلمیحات دینی کا مرقع بن جاتے جیسے

محمد مظہر کامل ہے حق کی شانِ عزت کا — نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ اندازِ وحدت کا

ذرے مہرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے — حداوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

بے سہیم و قسیم وعدیل و مثیل — جوہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام

پوچھتے کیا ہوں عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں — کیف کے پر جلے جہاں کوئی بتائے کیا کہ کیوں

قصر دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں — روح قدس سے پوچھئے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں

اعلیٰ حضرت کا یہ علمی تبحر ہے کہ جس چیز پران کی نظر پڑتی ہے وہ اس سے نعت نبی کے لئے مضمون پیدا کر لیتے ہیں اوران کی فکر رسا کی بلند پروازی مدح حبیب میں کیسی کیسی معنی آفرینی کرتی ہے لیکن زبان وبیان کی خوبی اسے چیستاں نہیں بننے دیتی۔اس صورتِ حال کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے یہ تمام وکمال سلاست زبان وبیان کوملحوظ رکھا ہےاورزبان کی بے ساختگی، روانی، الفاظ کادروبست اور بندش کی چستی کااہتمام کرکےاپنی زبان کے جوہر دکھائے ہیں ذرازبان کی سادگی،طرزِ ادا کی دلکشی اورروزمرہ کی لطافت تو دیکھئے

ترے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال — جھڑکیاں کھائے کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

دل عبث خوف سے پتہ سا اُڑا جاتا ہے — پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

تو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے دھلیں — کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

کس کا منہ تکئے کہاں جائیے کس سے کہیے — ترے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

اس طرح موصوف نے بہترین طریقہ سے اعلیٰ حضرت کے کلام کوفنی واصطلاحی مثالیں قائم کرکے آخر میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے یعنی اعلیٰ حضرت نے جوبات بھی کی ہے نہایت دلکش انداز اور لطیف پیرائے میں کی ہےانہوں نے اس میدان میں اپنی شہسواری وہنرمندی کےوہ جوہر دکھائے ہیں کہ اہلِ علم ان کواپنے اس دعویٰ میں سچا مانتے ہیں

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم　　　جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

نوٹ

یہ ایک طویل مقالہ ہے جو موصوف نے نہایت تحقیق سے اس موضوع کو نبھایا ہے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی کے سالنامہ معارفِ رضا ۱۹۸۸ء کے صفحہ ۱۰۹ تا ۱۳۲ تک پھیلا ہوا ہے۔

عجیب انکشافات

حضرت مولانا عبدالاول رضوی مدظلہ لکھتے ہیں کہ فصاحت و بلاغت، نظم و نثر کے ملک کی بادشاہت اے امام احمد رضا قدس سرہ تمہارے لئے سب نے تسلیم کی ہے تم نے جس موضوع پر قلم اُٹھایا تحقیق و تحویل کے نوادرات کو یکجان کر دیا جس کی تمثیل کتب اسلاف میں نہیں ملتی اس لئے اہل علم کے دلوں پر آپ کی فقاہت اور تبحر علمی کے سکے ثبت ہو گئے۔ تمہاری تحقیق پر کسی کو مجالِ سخن نہیں ہر مخالف و موافق حق تسلیم کرتا ہے بلکہ سند کا درجہ دیتا ہے۔

نوٹ

مقطع یعنی آخری شعر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا نہیں بلکہ یہ نعت آپ نے لکھ کر اُستاد ذوق کی خدمت میں بھیجی اور ساتھ ہی ان کی رائے طلب کی۔ استاد ذوق نے کہا کہ اس نعت کا مقطع نہیں تھا میں یہ مقطع لکھتا ہوں

ملک سخن کی شاہی تجھ کو رضاؔ مسلم　　　جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اور حضرت کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ وہ اس نعت پر اور مقطع نہ کہیں بلکہ اسی مقطع کو اس کے ساتھ رہنے دیں۔ (ماہنامہ القول السدید لاہور، صفحہ ۷ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ، اگست ۱۹۹۵ء)

نعت شریف ٤

جب کہ پیدا شہ انس و جاں ہوگیا
دور کعبہ سے لوثِ بتاں ہوگیا

حل لغات

لوث (عربی) ملاوٹ، آلودگی، داغ دھبہ۔

خلاصہ

جب سید الانس والجان، شہ کون ومکان ﷺ کا عالم دنیا میں ظہور ہوا تو کعبہ معظّمہ سے بتوں کی آلودگی وغیرہ دور ہوگئی۔

شرح

میلاد شریف کی برکات میں سے ایک جھلک کا اظہار ہے کہ جب حمل شریف کو چاند کے حساب سے پورے نو مہینے ہوگئے تو حضور اکرم ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ کے دن فجر کے وقت کہ ابھی بعض ستارے آسمان پر نظر آرہے تھے پیدا ہوئے۔ دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے، سر آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے (جس سے آپ اپنے علو مرتبہ کی طرف اشارہ فرمارہے تھے) بدن بالکل پاکیزہ اور تیز بو کستوری کی طرح خوشبودار ختنہ کئے ہوئے، ناف بریدہ، چہرہ چودھویں رات کے چاند کی نورانی، آنکھیں قدرتِ الٰہی سے سرمگیں، دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت درخشاں۔ آپ کی والدہ نے آپ کے دادا عبدالمطلب کو جو اس وقت خانۂ کعبہ کا طواف کررہے تھے بلا بھیجا۔ وہ حضور ﷺ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بیت اللہ شریف میں لے جاکر آپ کے لئے صدقِ دل سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ آپ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے ابولہب کو تولد شریف کی خبر دی تو اس نے اس خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کردیا۔

حضور اکرم ﷺ جس مہینے میں پیدا ہوئے اس کا نام تو ربیع تھا ہی مگر وہ موسم بھی ربیع (بہار) کا تھا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

ربیع فی ربیع فی ربیع ونور فوق نور فوق نور

چہرہ مبارک ۱۲، موسم ربیع ۱۲، ماہ تولد شریف ۱۲

تخت الٹ گئے

حضرت عبدالمطلب آپ کے دادا فرماتے ہیں کہ میں اُس وقت خانہ کعبہ میں تھا کہ یکبارگی کعبۃ اللہ اپنی جگہ سے ہلا اور خوشی میں جھوما پھر چار دیواری کے ساتھ جھکا اور مقامِ ابراہیم میں سجدہ کیا اور پھر اپنی جگہ دیواریں کھڑی ہوگئیں۔ کہتے ہیں کہ جس وقت آپ ﷺ پیدا ہوئے زمین کے بت اوندھے منہ گر پڑے اور قصر و کسریٰ میں زلزلہ آیا وہ شق ہوگیا اور اس کے چودہ کنگرے ٹوٹ گئے۔

ابن عساکر و خرائطی حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات حضور اکرم ﷺ پیدا ہوئے ایک جماعت قریش کی جس میں ورقہ ابن نوفل اور زید ابن عمر بن نفیل بھی شامل تھے اپنے بت خانہ میں گئے دیکھا کہ بت سرنگوں زمین

پر پڑا ہے ناخوش ہوکر اُسے سیدھا کیا وہ فوراً پھر گر پڑا اسی طرح تین مرتبہ کھڑا کیا اور وہ منہ کے بل گر پڑا تب عثمان ابن جویرث نے کہا کہ آج کوئی نئی بات ہوئی ہے جس کے سبب یہ گر پڑتا ہے اور اُسے اُٹھا کر کھڑا کیا کہ بت کے اندر سے ہاتف نے چلا کر کہا

ردی لمولود أنارت بنوره — جميع فجاج الأرض فی الشرق و الغرب

و خرت له الأوثان طرا و أرعدت — قلوب ملوک الأرض طرا من الرعب

و نار جميع الفرس باخت و أظلمت — و قد بات شاه الفرس فی أعظم الكرب

و صدت عن الكهان بالغيب جنها — فلا مخبر عنهم بحق و لا كذب

فيا لقصي ارجعوا عن ضلالكم — و هبوا إلی الإسلام و المنزل الرحب

دیکھئے اس بچے کی برکت سے جملہ مشرق ومغرب کی تمام زمین روشن ہوگئی اور تمام بت گئے اور اس کے رعب سے تمام روئے زمین کے بادشاہوں کے دل کانپ اُٹھے، تمام فارس اور گردونواح روشن ہوئے اور ظلمات چھا گئیں ظالموں پر اسی لئے شاہ فارس کی بہت بڑی سخت پریشانی میں گزری۔ ہم نے کاہوں کی غیبی سن کر انتظار کیا انہیں خبر دے دو کہ یہ خبر حق ہے جھوٹ کا شائبہ تک نہیں۔ اے قصی والو اپنی گمراہی چھوڑ کر اسلام کا دامن پکڑ لو اس میں تمہاری بھلائی ہے۔

فائدہ

بتوں کی تباہی و بربادی سے کعبہ سے ان کی آلودگی (نجاست باطنی) خود بخود دور ہوگئی۔

دل مکانِ شہ عرشیاں ہوگیا

لامکان لامکاں لامکاں ہوگیا

حل لغات

شہ عرشیاں، عرش والوں کا بادشاہ اس سے حضور اکرم ﷺ مراد ہیں۔ لامکان، جہاں والوں کے انتہائی حد کے اختتام کے بعد اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات کا مرکز۔

خلاصہ

میرا دل حضور اکرم ﷺ کی توجہ خاص کا مرکز بن گیا ہے اب یوں سمجھ لو کہ میرا دل لامکان ہی لامکان ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان تجلیوں میں تشریف لے گئے تو میرے دل میں بھی ان کی نگاہ کرم ہے۔

سرفدائے رہ جانِ جاں ہوگیا
امتحاں امتحاں امتحاں ہوگیا

حل لغات

فدا، کسی کے عوض جان دینا، جو چیز قربان (فدا) کی جائے۔ امتحان، جانچ، آزمائش، تجربہ، جانِ جاں، محبوب۔

خلاصہ

محبوب اکرم ﷺ کے راہ پر میرا سر قربان ہوگیا یہ ایک امتحان و آزمائش تھی الحمدللہ میں اس میں کامیاب ہوگیا۔

شرح

اس شعر میں اعلیٰ حضرت نے اپنی زندگی کا مقصد ظاہر فرمایا ہے جنہیں سوانح اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مطالعہ نصیب ہے وہ جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس شعر کے کتنے سچے اور صحیح مصداق ہیں۔

سوانح احمد رضا قدس سرہ کا مختصر خاکہ

سیدنا امام احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ کی ولادت با سعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵٦ء کو بروزِ ہفتہ بریلی شریف محلّہ جسولی میں ہوئی۔ جب نہایت ہی کم عمری کے عالم میں ہوش سنبھالا تو اپنے گردو پیش علم وفضل، تحقیق وتدقیق کے لہلہاتے ہوئے باغ دکھائی دیئے۔ آپ کو ذکاوت اور فطانت، جودت ذہنی، عمیق النظری، فکری گہرائی ورثے میں ملی تھی۔ آپ کے والد ماجد امام المتکلمین، فخر المحققین مولانا نقی علی خاں صاحب اور جدامجد بحر العلوم والفنون رئیس المدققین یگانہ روزگار ہستیاں تھیں اور فضل وکمال میں بے مثال ان حضرات کی تربیت میں آپ نے صرف تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں تمام مروجہ علوم وفنون کی تکمیل کر لی اور ایک وہ وقت آیا جب کہ اہل علم نے آپ کو بالاتفاق مجددِ عصر تسلیم کیا۔

فقیر اس ذاتِ گرامی کی زندگی کے لیل ونہار اور عملی نمونے آپ کی نگاہوں کے سامنے لانا چاہتا ہے جس کو میری محروم نگاہوں نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا لیکن اس کے سوانح کے جھلکتے آئینوں میں اس کے جمال جہاں آراء کا نظارہ ضرور کیا ہے اور وہ عکس ہائے رنگارنگ دیکھے ہیں جن میں اس کی جلوت بھی ہے اور خلوت بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، سفر بھی ہے اور حضر بھی، غم والم کے جان گداز مظاہر بھی ہیں اور فرح وسرور کے دلنواز مناظر بھی، شباب کے اسوے بھی ہیں اور پیروی کے نمونے بھی۔ یہ سب اس ذات والا صفات کے پَرتو جمال ہیں بلکہ آئینہ خدوخال ہیں اور اس سے آگے بڑھ

کران کی گہرائی میں اتر کر دیکھئے تو وہ عشقِ مصطفیٰ کی نورِ منیر شعاعیں اور ایمان کو تازگی دینے والے محبوب ادائیں ہیں۔ ایک ایک عکس اپنی جگہ حب الٰہی کا درآبدار ہے اور عشق رسالت کو نورِ گہر بار، وہ خود نغمہ سرا ہیں

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا   جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اُٹھائے کیوں

لیکن ان حقائق و معارف کا صحیح وجدان اہل بصیرت ہی حاصل کر سکتے ہیں نہ کہ مجھ جیسا کوتاہ نظر۔

ظاہر ہے

حدود عشق کی منزل خدا جانے کہاں تک ہے   وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

آپ کی زندگی کا واحد نصب العین نبی کریم ﷺ کی عظمت ورفعت شان سے لوگوں کو آگاہ کرنا تھا

گم رضائش در رضائے مصطفیٰ   زاں سبب شد نام او احمد رضاؔ

آپ کے شب روز حب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی سرشاری میں گزرتے۔ آپ کا مطمح نظر یہ تھا کہ تمام مسلمان اپنے آقا ومولیٰ کی محبت کی کیف ومستی میں ڈوب جائیں تا کہ صحیح معنوں میں مسلمان بن سکیں اور انہیں راہ شریعت پر ثابت قدمی نصیب ہو اور وہ کفر وضلالت کی مہیب گھاٹیوں سے کلیتہً دور ہو جائیں۔ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ نے ایک دفعہ عرض کی آپ اپنی تحریر میں اتنی شدت نہ استعمال فرمایا کریں تا کہ ہر شخص ان سے فائدہ حاصل کر سکے آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا مولانا اگر میرے پاس اختیار ہوتا تو میں شانِ رسالت کے گستاخوں کا سر قلم کر دیتا چونکہ ایسا اختیار میرے پاس نہیں اس لئے میں پوری شدت سے اپنے قلم کو استعمال کرتا ہوں تا کہ وہ لوگ اس طرح سے ہٹ کر مجھے طعن وتشنیع کا نشانہ بنا لیں اتنی دیر تو میرے آقا ومولا کے بارے میں کچھ نہ کہیں گے۔ اسی طرح جیسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا

فإن أبي ووالده وعرضي   لعرض محمد منكم وقاء

میرے والدین، میری عزت حضرت محمد ﷺ کی عزت کی حفاظت کے لئے ڈھال ہے۔

ان کے جلووں کا جدم بیاں ہوگیا
گلستاں مجمع بلبلاں ہوگیا

حل لغات

گلستان، باغ۔ مجمع، جمع ہونے کی جگہ۔ بلبلاں (بلبل کی جمع) اس سے عشاق مراد ہیں۔

خلاصہ

حضور اکرم ﷺ کے جلووں اور اوصافِ جمیلہ اور کمالاتِ کریمہ کا بیان جہاں ہوتا ہے وہ گلستان بن جاتا ہے اس گلستان میں عشاق کا مجمع ہو جاتا ہے۔

شرح

تجربہ شاہد ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے کمالات اور معجزات اور اوصاف کریمہ بیان کئے جائیں نثر میں یا نظم میں ترنم سے یا بلا ترنم عاشقانِ رسول ﷺ کا ہجوم گھیر لیتا ہے۔

لطیفہ

اہل سنت کے علماء اور نعت خواں اکثر بیشتر مجمعوں اور جلسوں پہ بلائے جاتے ہیں۔ دیہاتوں قصبوں، شہروں میں محافل میلاد و مجالسِ نعت بڑے ٹھاٹھ سے ہوتی ہیں جن میں ہمارے ادنیٰ سے ادنیٰ نعت خواں و عالم دین شمع محفل اور زینت مجلس ہوتا ہے اور بسا اوقات اور بہت سے مقامات پر تو ان پر نوٹ نچھاور کئے جاتے ہیں میرے سے ایک منکر کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ للچائی ہوئی کیفیت سے کہنے لگا کہ ہمارے بڑے سے بڑے علامہ کو اتنی پذیرائی نہی ہوتی بلکہ انہیں سونگھتا تک کوئی اور تمہارے بیکار سے بیکار عوام میں مقبول و مطبوع ہیں۔

ہر ستارہ شب مولد مصطفیٰ ﷺ
شمعداں شمعداں شمعداں ہو گیا

حل لغات

مولد، جائے پیدائش۔ شمعدان، وہ چیز جس میں موم بتی لگا کر جلاتے ہیں، بتی دان۔

شرح

شب ولادت میں چند معجزات کو اس شعر میں سمیٹ لیا گیا ہے۔

معجزات ولادتِ باسعادت

حضرت سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا جب حضور اکرم ﷺ (میرے بچے) کی پیدائش کی رات آئی تو وہ پیر کی رات تھی اور فجر کی پو پھٹنے کا وقت تھا اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ نبیوں کا (سلام ہو ان پر) ولادت کا وقت یہی ہے۔ (مدارجِ النبوت جلد ۲ صفحہ ۱۴)

اور مندرجہ ذیل معجزات کا خلاصہ

(۱) میں نے ایک مختصر سی جماعت کو آسمان سے اترتے دیکھا ان کے ساتھ تین بڑے عالیشان اور سفید جھنڈے تھے۔ انہوں نے ایک جھنڈا تو کعبہ کی چھت پر گاڑ دیا اور ایک گھر کے صحن میں کھڑا کر دیا اور ایک جو باقی تھا اُسے بیت المقدس کی چھت پر ٹھہرالیا۔

(۲) بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ اس رات آسمان کے ستارے جھک جھک کر قریب ہوتے تھے جن کو دیکھ کر ایسا خیال آتا تھا کہ کوئی دم میں مجھ پر گر پڑیں گے میں نے دیکھا کہ تاروں نے اپنی روشنی سے تمام دنیا کو نور سے بھر دیا ہے اور آسمانوں کے تمام دروازے کھل گئے۔ (خیر المونس جلد۲ صفحہ ۱۶۱)

(۳) بی بی آمنہ نے فرمایا کہ جس وقت وضع کے آثار نمودار ہوئے تو میں گھر میں تنہا تھی اور عبدالمطلب طوافِ کعبہ کو گئے ہوئے تھے کہ میں نے ایک تڑاکے کی ایسی آواز سنی جو بہت سخت تھی۔

(۴) میں نے ایک سفید پرندے کے بازو کو دیکھا جو دل پر مل رہا ہے تو اس کے اثر سے میرا خوف جاتا رہا بلکہ دل کی جو بے چینی تھی وہ بھی زائل ہوگئی۔

(۵) میں نے غور کیا تو دیکھا کہ میرے سامنے شربت کا ایک پیالہ ہے جس کا رنگ بالکل سفید تھا اور میں نے اُسے دودھ خیال کیا اور مجھے پیاس بھی بہت سخت تھی تو اُسے پی گئی۔ پینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ شہد بھی زیادہ شیریں تھا اور مجھ سے ایک نورِ عظیم ظاہر ہوا۔

(۶) میں نے چند طویل القامت عورتوں کو پایا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ عبدمناف کے خاندان کی عورتیں ہیں جو مجھے گھیرے کھڑی ہیں اور میں نے گھبرا کر کہا ہائیں! میری اس حالت کا علم ان عورتوں کو کس طرح ہوا ہے۔ میرے اس تعجب پر اُن میں سے ایک نے کہا کہ میں آسیہ فرعون کی عورت ہوں، دوسری نے کہا میں مریم بنت عمران ہوں اور یہ فرمایا وہ جو ہیں نو حوریں ہیں۔

(۷) میں نے پھر تڑاکے کی آواز سنی اور اب رہ رہ کر یہ آواز بار بار آرہی تھی اور ہر پچھلی آواز پہلی سے زیادہ زوردار تھی جس سے میرا خوف بڑھتا جاتا تھا اور میری پریشانی زیادہ ہورہی تھی دیکھا تو سفید ریشم کی ایک چادر آسمان اور زمین کے درمیان لٹک گئی اور ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا لوگوں کی نگاہوں سے اس کو چھپالو اور فرمایا کہ پھر فضا میں کچھ لوگ ادھر اُدھر کھڑے ہوئے دیکھے جن کے ہاتھوں میں چاندی کے سفید آفتابے ہیں۔ (تاریخ الخمیس جلد۱ صفحہ ۲۰۲)

(۸) گھر میں چلنے پھرنے کی آواز پاتی تھی لیکن مجھ کونظر کوئی نہیں آتا تھا اور بادل کا ایک سفید ٹکڑا آسمان سے اترا اور چڑیاں سبز کہ ان کی چونچیں مثل یاقوت سُرخ تھیں نظر آئیں اور دیکھ کر میرا بدن پسینہ پسینہ ہوگیا جو قطرہ اس سے ٹپکتا تھا اس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ (معارج النبوۃ جلد۲ صفحہ۵۲)

(۹) بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ کا چہرۂ نورانی پورے چاند سے مقابلہ کرتا تھا۔ (خیر الموانس جلد۲ صفحہ۱۶۲)

(۱۰) آپ کے ساتھ ایک نور ظاہر ہوا جس سے مشرق و مغرب تک روئے زمین روشن ہوگیا حتیٰ کہ شام کے بنگلے اور بازار چمکنے لگے تو مجھے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں نظر آنے لگیں۔ (سیرتِ حلبیہ جلد۱ صفحہ۶۶)

(۱۱۔۱۴) آپ ناف بریدہ اور ختنہ شدہ، معطر اور مطہر پیدا ہوئے۔ (ایضاً صفحہ۶۴)

(۱۵) فرمایا کہ جب آپ اس عالم میں ظہور فرما ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ نے سجدہ کیا اور انگلیوں کو آسمان کی طرف اُٹھایا اور بزبانِ فصاحت فرمایا

لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّی رَسُولُ اللّٰہ

معجزات بعد ولادت

(۱) بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ایک ابر سفید اس کے بعد ظاہر ہوا اور ان کو ڈھانک لیا پھر وہ میری نگاہوں کے سامنے نہیں تھے اس کے بعد آواز آئی پکارنے والا پکار رہا ہے کہ ان کو مشرق اور مغربی ملکوں میں گھماؤ اور ان کو دریاؤں میں بھی لے جاؤ تا کہ سب پہچان لیں اور سب کو ان کا نام اور صورت معلوم ہوجائے اور پھر یہ کیفیت بہت جلد زائل ہوگئی اور حضور اکرم ﷺ پھر سامنے آگئے۔ (تاریخ الخمیس جلد۱ صفحہ۲۰۳)

(۲) اور پھر دیکھا تو آپ ایک سفید اون کے کپڑے میں جس کے نیچے سبز حریر ہے لپٹے ہوئے ہیں اور آپ کے قبضہ میں تین چابیاں ہیں تو ایک کہنے والے نے کہا کہ حضور ﷺ نے نصرت اور ہوا اور نبوت کی چابیوں کو قبضہ میں لے لیا ہے۔

(۳) پھر ایک اور ابر ظاہر ہوا جس میں سے گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور پرندوں کے پروں کے ہلنے کی آواز آئی تھی حتیٰ کہ آپ کو ڈھانک لیا اور میری نگاہوں سے غائب کردیا تو میں نے پکارنے والے کی پکار سنی کہ محمد ﷺ کو مشرق اور مغرب اور نبیوں کی ولادت گاہوں پر گھماؤ اور جن و انس اور پرندے اور درندے اور ہر روح دار کے سامنے پیش کرو تاکہ آپ کی شان وقدر پہچانیں اور آپ کو آدم علیہ السلام کی صفائی اور نوح علیہ السلام کی نرمی اور ابراہیم علیہ السلام کی خلت اور اسماعیل

علیہ السلام کی زبان اور یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری اور یوسف علیہ السلام کا حسن اور داؤد علیہ السلام کی آواز اور ایوب علیہ السلام کا صبر اور یحییٰ علیہ السلام کا زہد اور عیسیٰ علیہ السلام کی مرّوت عطا کرو اور اس کو تمام نبیوں کے اخلاق میں غوطہ دے دو

اے کہ برتخت سعادت زازل جاداری　　　آنچہ خوباں همه دارند تو تنہاداری

پھر وہ حالت جاتی رہی تو میں نے دیکھا کہ آپ نے لپٹے ہوئے سبز حریر کو قبضہ میں لیا ہوا ہے تو پکارنے والے نے پکار کر کہا واہ خوب! واہ خوب! محمد ﷺ نے ساری دنیا پر قبضہ کر لیا حتیٰ کہ آپ سے پہلے جو مخلوق گزری ہے وہ بھی آپ کے قبضہ میں آ گئی ہے۔ (خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۴۸)

(۴) بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان واردات میں تھی کہ عبدالمطلب تشریف لائے اور کہا کہ میں اس وقت کعبہ میں تھا کہ یکا یک کعبہ نے مقامِ ابراہیم میں سجدہ کر کے کہا محمد ﷺ کا خدا بہت بڑا ہے جس نے مجھے بتوں کی پلیدی سے پاک کیا پھر میں نے دیکھا کہ ہبل بت جو سب سے بڑا تھا سر کے بل گرا اور ندا آئی کہ آمنہ کا بیٹا پیدا ہوا اور رحمت الٰہی اس پر نازل ہوئی ہے۔ اے آمنہ! میں ان باتوں سے حیران ہوا کہ شاید خواب ہوگا مگر ہاتھ آنکھوں پر ملا تو نیند کا اثر نہ پایا جب تیرے گھر کی طرف متوجہ ہوا تو باب بنی شیبہ سے بطحاء کی طرف باہر آیا کوہِ صفا کو اوپر اور نیچے ہوتے ہوئے دیکھا اور کوہِ مروہ کو اضطراب تھا اور ادھر اُدھر سے آواز آئی تھی اے قریش کے سردار! ڈرتے اور کانپتے کیوں ہو؟ لیکن میں گویائی کی قدرت نہ رکھتا تھا جب میں نے تیرے گھر کی طرف توجہ کی تا کہ فرزند ارجمند کو دیکھوں تو دہلیز پر ایک سفید پرندہ دیکھا جس نے اپنے بازو کو تیرے پر بچھایا ہوا تھا اور مکہ معظّمہ کے پہاڑ اس کے نور سے جلوہ گر تھے اور ایک سفید بادل نے تیرے گھر میں مجھے آنے سے روکا۔ میں تھوڑی دیر ٹھہر گیا کستوری کی خوشبو کی وجہ سے دماغ معطر ہو گیا تو جرأت کر کے تیرے پاس پہنچا اب بتا! وہ نورِ مقدس تیری پیشانی سے کہاں گیا۔ بی بی نے کہا فرزند متولد ہوا اور سب مشاہدات سنائے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا کہ وہ فرزند مجھے دکھایئے۔ بی بی نے کہا تم نہیں دیکھ سکو گے مگر بتلا دیتی ہوں کہ فلاں مکان میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت عبدالمطلب اس مکان کی طرف چلے تو یکا یک ایک باعظمت شخص نے تلوار بے نیام کئے ہوئے سامنے آ کر کہا ٹھہر جا کہ جب تک فرشتے اس کی زیارت سے فارغ نہیں ہوں گے کسی کو زیارت کی اجازت نہیں ہوگی۔ حضرت عبدالمطلب واپس ہوئے تا کہ قریش کو خبر دیں مگر سات دن تک اس بارے میں بات نہ کر سکے۔ (معارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۵۵)

چرخ گردوں تیرے روضۂ پاک کا
سائبان سائباں سائباں ہوگیا

حل لغات

چرخ، پھرنے والا۔ گردوں، آسمان، اس سے افلاک مراد ہیں۔ سائبان، وہ چھپر جو دھوپ اور بوچھاڑ سے بچنے کے لئے مکان کے سامنے ڈال دیتے ہیں۔

شرح

آسمان جو طویل وعریض ہے یہ تو صرف حضور اکرم ﷺ کی خدمت گاری کے لئے آپ کے گنبد خضراء کا سائبان ہی ہے۔

احادیث لولاک

اس شعر میں حدیث "لولاک لما خلقت الافلاک" کی طرف اشارہ ہے

سوال

یہ حدیث موضوع ہے۔

جواب

"لولاک لما خلقت الافلاک" کو اگر بعض محدثین نے موضوع کہہ دیا ہے تو وہ من حیث السند ہے ورنہ معناً یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ یہ معنی بکثرت احادیث سے ثابت ہے اور اصولِ حدیث کا ایک طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ روایت بالمعنی جائز و درست ہے ورنہ کلامِ کریم کے مختلف زبانوں کے تراجم بھی محل نظر ٹھہریں گے کہ وہ بھی آخر روایت بالمعنی ہی ہیں۔

سوال

اس میں "لولاک لما" کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں حدیث قدسی "لولاک لما خلقت الافلاک" محدثین نے عام طور پر مذکورہ الفاظ کو حدیث تسلیم نہیں کیا کیونکہ یہ الفاظ عربی زبان کے قاعدہ کے مطابق درست نہیں۔

جواب

فارسی کا ایک مقولہ مشہور ہے کہ "بہانہ جورا عذرہا بسیار" یہ بھی ایک بہانہ ہے اس لئے جمہور نحاۃ کے

نزدیک ”لولاک لما الخ“ ترکیب درست ہے صرف ایک شخص میرد نے خلاف کیا ہے جس کی ذرہ بھر بھی وقعت نہیں ۔جمہور نحاۃ ہوں یا اور فن کے جمہور ان میں ایک اختلاف قابل اعتماد نہیں یہاں بھی یہی بات ہے کہ مبرد اکیلا جمہور کے خلاف کیا کر سکتا ہے۔

سوال

افلاک کا لفظ قرآن وحدیث میں کہیں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ اس کی جگہ عام طور پر سماوات کا لفظ استعمال میں آیا ہے۔

جواب

یہاں بھی وہی پہلے سوال والی بات ہے ورنہ اہل علم کو معلوم ہے کہ فلک جو افلاک ہی کا واحد ہے اس کا استعمال قرآن وحدیث دونوں میں موجود ہے مثلاً قرآنِ کریم میں ہے

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (پارہ ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۳۳) ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے۔

اسی طرح حدیث شریف میں بھی لفظ فلک مستعمل ہے چنانچہ حدیث کے مشہور امام علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں

(فلک) فی حدیث ابن مسعود ترکت فرسک کانہ یدور فی فلک (النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر جلد ۳ صفحہ ۳۱۵)

اسی طرح لغت حدیث کے ایک اور امام شیخ محمد طاہر نے بھی اس حدیث کو مجمع بحار الانوار جلد ۳ صفحہ ۹۵ پر ”فلک“ کے تحت ذکر کیا ہے۔

مذکورہ بالا تصریح سے ظاہر ہو گیا کہ فلک کا لفظ غیر قرآنی یا غیر حدیثی نہیں ہے اور کتاب وسنت میں یہ لفظ مستعمل ہے فلہٰذا اس کی جمع فلک بھی قرآن اور حدیث کی زبان کے لئے اجنبی اور اس سے متصادم نہیں بلکہ اطلاقاتِ کتاب اور سنت کے موافق اور عین مطابق ہے اور یہ تمام حقائق اسانید اسلام اور محققین علماء کرام پر عیاں تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی تصانیف میں اس حدیث کو لفظ افلاک کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

سر حدیث قدسی ”لولا ک لما خلقت الا فلاک“ کہ درشانِ ختم الرسل واقع است علیہم الصلوٰت والتسلیمات ایں جاباید جست۔ (مکتوبات دفتر سوم حصہ نہم صفحہ ۱۵۵ مکتوب ۱۲۲)

حدیث قدسی ''لولاک لما خلقت الافلاک'' حضور ﷺ کی شان میں آئی ہے اس کا بھید بھی اس جگہ معلوم کرنا چاہیے۔

اسی حدیث کو الشیخ احمد سرہندی نے مکتوبات دفتر سوم حصہ نہم صفحہ ۱۷ مکتوب ۱۲۴ میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جو علمی اور تحقیقی مقام ہے وہ خویش و بیگانہ سب کے نزدیک مسلم ہے اور مکتوب میں شیخ کا اس حدیث کو متعدد بار ذکر کرنا اور اس سے استدلال کرنا اس امر پر آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے۔

قاعدہ

فقیر یہاں ''لولاک لما خلقت الافلاک'' کی نحوی تحقیق بھی لکھ دیتا ہے تا کہ کوئی جاہل اس پر مزید تنقید نہ کر سکے۔ علم نحو میں ہے کہ ''لولا'' کے بعد مبتدا مذکور ہوتا ہے اور خبر محذوف ہوتی ہے اور مبتدا اسم ظاہر بھی ہوتا ہے اور اسم ضمیر بھی اور یہ ضمیر عموماً مرفوع منفصل ہوتی ہے لیکن قلیل طور پر ضمیر متصل بھی لائی جاتی ہے اور اس وقت ''لولا'' جاری ہوتا ہے اور مجرور بربناء ابتداء محلاً مرفوع ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن ہشام انصاری فرماتے ہیں

وإذا ولی لولا مضمر فحقه أن يكون ضمير رفع نحو لولا أنتم لكنا مؤمنين وسمع قليلا لولا ولولاک ولولاه خلافا للمبرد

ثم قال سيبويه والجمهور هی جارة للضمير مختصة به كما اختصت حتى والكاف بالظاهر ولا تتعلق لولا بشيء وموضع المجرور بها رفع بالابتداء والخبر محذوف. (مغنی اللبیب جلد ا صفحہ ۲۱۶)

جب ''لولا'' کے بعد ضمیر لائی جائے تو وہ ضمیر مرفوع ہونی چاہیے مثلاً ''لولا انتم......الخ'' اور ''قلیلاً'' سنا گیا ہے ''لولای ، لولاک ، لولاه'' برخلاف مبرد اور سیبویہ اور جمہور کہتے ہیں کہ یہ ''لولا'' جارہ ہے اور ضمیر کے ساتھ خاص ہے جیسے ''حتی'' اور ''کاف'' کی خبر اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے اور یہ ''لولا'' کسی کے متعلق نہیں ہوتا اور اس کا مجرور بربناء ابتداً محلاً مرفوع ہوتا ہے۔

نیز علامہ بوصیری نے عربی زبان کے مشہور قصیدہ بردہ میں ''لولا'' کے بعد ضمیر مجرور متصل کو استعمال کیا ہے۔ فرماتے ہیں

لولاه لم تخرج الدنيا من العدم

اور عربی زبان کا مشہور اور مستند شاعر ابوالطیب متنبّی کا یہ شعر بھی ''لولا'' کے بعد مجرور متصل کے استعمال پر ایک

قوی شہادت ہے

الیٰ ذی شیمة لشفقت فوادی　　　فلسولاہ لقلت به النیا

(دیوان متنبّی صفحہ۷۲)

قاعدہ

حدیث ''لولاک لما خلقت الافلاک'' معناً صحیح ہے اس لئے کہ مندرجہ ذیل احادیث کی سندات صحیحہ ہیں۔ حدیث

(۱)لولاک لما خلقت الجنة　　اے حبیب ﷺ تم نہ ہوتے میں جنت نہ بناتا

(۲)لولاک لما خلقت النار　　تم نہ ہوتے میں دوزخ نہ بناتا

(۳)لولاک لما خلقت الدنیا　　تم نہ ہوتے میں دنیا نہ بناتا

فائدہ

ان کے علاوہ اور روایات بھی ہیں جنہیں فقیر نے اپنے رسالہ شرح ''حدیث لولاک'' میں درج کی ہیں۔

دلائل

قاعدہ مذکورہ کے بارے میں گزارش ہے کہ محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح کی ہے کہ ''لولاک لما خلقت الافلاک'' معناً ثابت ہے اگر چہ لفظ افلاک کے ساتھ ثابت نہیں۔

(۱) ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

لولاک لما خلقت الافلاک قال الصنعانی انه موضوع کذافی الخلاصة لکن معناہ صحیح فقد وری الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما مرفوعاً اتانی جبرائیل فقال یا محمد لولاک ماخلقت الجنة لولاک ما خلقت النار وفی روایة ابن عساکر لولاک ما خلقت الدنیا (موضوعاتِ کبیر صفحہ۵۹)

صنعانی نے کہا کہ ''لولاک لما خلقت الافلاک'' موضوع ہے (خلاصہ) لیکن اس کا معنی صحیح ہے کیونکہ دیلمی نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا کہ اے محمد (ﷺ) اگر آپ نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا نہ نار پیدا کرتا اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

مولانا عبدالحیٔ لکھتے ہیں

قلت نظیر اول ما خلق اللہ نوری فی عدم ثبوته لفظا دوردہ معنی ما اشتهر علی لسان القصاص

والعوام والخواص من حديث لولاک لما خلقت الافلاک (الآثارالمرفوعہ صفحہ ۳۵)

میں کہتاہوں کہ "اول ما خلق اللہ نوری" جس طرح لفظاً ثابت نہیں اسی طرح وہ حدیث جو واعظین اور عوام وخواص کی زبان پر مشہور ہے یعنی "لولاک لما خلقت الافلاک"

دیلمی نے فردوس میں، احمد قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں اور کثیر محدثین اور اجلہ علماء اسلام نے اپنی تصانیف میں اس حدیث کو متعدد الفاظ سے ذکر کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے اور اس سے مسائل کو مستنبط کیا ہے اور اس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ محدثین اور علماء اسلام کے نزدیک حدیث لولاک صحیح اور ثابت ہے اور یہ متعدد الفاظ سے مروی ہے البتہ "لولاک لما خلقت الافلاک" کا لفظ کسی روایت سے ثابت نہیں لیکن علماءِ اُصولِ حدیث کی تصریح کے مطابق روایت بالمعنی جائز ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر صفحہ ٦٧)

قاعدہ

لفظ اسماء حدیث میں وارد ہے تو سماء کے معنی میں افلاک کی روایت قطعاً جائز قرار پائی اسی وجہ سے ماہرین حدیث نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت معناً ثابت ہے اور اعاظم علماءِ اسلام نے اس کو افلاک کے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

فائدہ

ذیل میں وہ احادیث ملاحظہ ہوں جن میں لفظ السماء وارد ہے۔

(۱) علامہ برہان الدین حلبی فرماتے ہیں

وذکر صاحب کتاب شفاء الصدور فی مختصرہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ عن اللہ عزوجل قال یا محمد وعزتی وجلالی لولاک ماخلقت ارضی ولا سمائی ولا رفعت ھذہ الخضراء ولا بسطت ھذہ الغبراء. (انسان العیون جلد ا صفحہ ۳۵۷)

صاحب شفاء الصدور نے حضرت علی سے انہوں نے سرکارِ دوعالم ﷺ سے اور سرکار نے مولائے کائنات عزوجل سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم اگر آپ نہ ہوتے تو نہ میں زمین کو پیدا کرتا نہ آسمان نہ یہ نیلگوں چھت بلند کرتا اور نہ خاکی فرش بچھاتا۔

علامہ فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

وفی حدیث عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عند البیہقی فی دلائلہ والحاکم وصحیح

وقول اللہ تبارک وتعالیٰ لادم علیہ لو لا محمد ما خلقتک وردی فی حدیث اخر لولاہ ماخلقتک ولا خلقتک سماء ولا ارضا (مطالع المسرات صفحہ ۲۶۴)

بیہقی اور حاکم نے حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ذکر کیا اور اس کو صحیح قرار دیا اور وہ اللہ عزوجل حضرت آدم سے فرماتا ہے کہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ تم کو پیدا کرتا اور نہ ہی آسمان وزمین کو پیدا کرتا۔

امام احمد قسطلانی شارح بخاری نے مواہب لدنیہ میں حدیث نقل فرمائی کہ آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ الٰہی تو نے میری کنیت ابومحمد کس لئے رکھی؟ حکم ہوا اے آدم اپنا سر اُٹھا۔ آدم علیہ السلام نے سر اُٹھایا سراپردۂ عرش میں محمد ﷺ کا نور نظر آیا عرض کی الٰہی یہ کیسا ہے؟ فرمایا

ھذا نور نبی من ذریتک اسمہ فی اسماء احمد وفی الارض محمد لولاہ ما خلقت سماء ولا ارضا

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں

والیقین الاول المشار الیہ بقولہ ﷺ اول ماخلق اللہ نور نبیک یا جابر بواسطۃ حصلت الافاضۃ کما یشیر الیہ لولاک لما خلقت الافلاک

اور یقین اول کی طرف حضور اکرم ﷺ کے قول "اول ما خلق اللہ" اشارہ ہے اور اسی کے واسطے سے خلق کو فیضان ہوا اور اس کی طرف "لولاک لما خلقت الافلاک" میں اشارہ ہے۔

فائدہ

تفسیر روح المعانی اہل سنت کے سوا مخالفین کے ہاں مقبول ہے ہاں علامہ محمود آلوسی کو متاخرین مفسرین میں سب سے اونچا مقام حاصل ہے ان کی علمی ثقاہت سب کے نزدیک مستند حیثیت رکھتی ہے اور حدیث پر جرح وقدح کرنے میں ان کی نظر ابن جوزی سے کم نہیں چنانچہ بعض ایسی احادیث جن کا عامۃ الفقہاء اور بعض محدثین نے اعتبار کیا ہے (مثلاً منع ذکر جہر کے بارے میں اثر ابن مسعود اور حدیث "تلک الغرانیق العلیٰ") ان کی اسناد پر علامہ آلوسی نے محققانہ جرح کرنے کے بعد انہیں رد کر دیا ہے پس ایسے عظیم محقق اور ناقد حدیث کا "لولاک لما خلقت الافلاک" سے استشہاد کرنا اس حدیث کی صحت پر نہایت قوی اور عادل شہادت ہے۔

(صاحب روح المعانی محقق محقق سنی المسلک بزرگ ہیں لیکن ان کی تفسیر میں ان کے بیٹے نے غیر مقلدین سے مل کر غلط عبارات بڑھائیں اور بعض

عبارات میں تحریفات کرڈالیں۔(اُویسی غفرلہ))

ذوالفقارعلی دیوبندی لکھتے ہیں

وقولہ لولاہ اقتباس من حدیث لولاک لما خلقت الافلاک

''بوصیری کاقول ''لولاہ ''حدیث ''لو لاک لما خلقت الافلاک کااقتباس ہے''(عطرالوردہ شرح قصیدہ بردہ صفحہ ۲۵،۱۷)

ذوالفقارعلی مسلک دیوبند کے ترجمان اوراصول میں وہابیہ غیرمقلدین کے ہم عقیدہ ہیں اس لئے سلفی اور دیوبندی حضرات دونوں پرمولاناذوالفقارعلی یہ تحریرحجت ہے جس میں انہوں نے ''لولاک لما خلقت الافلاک'' حدیث ہوناتسلیم کرلیاہے۔

نوٹ

حدیث لولاک صحیح ہونے کے باوجودغیرمقلدین وہابی بالکل منکر ہیں اوردیوبندی وہابی مانتے ہیں لیکن نہ ماننے کے برابر۔

فائدہ

حدیث ''لولاک پرشعراءکرام رحمہم اللہ تعالیٰ قصائدوغزلیات اورنظمیں اورنعتیں وغیرہ ان گنت ہیں جن کاشمارناممکن نہیں تومشکل ضرورہےان میں بعض شعراءکرام وہ بھی ہیں جن پرمخالفین کامکمل اعتمادہے۔چنداشعارملاحظہ ہوں

محدث ابن جوزی کے تلمیذرشیدشیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

تراعز لولاك تمكيں بس است　　　ثنائے تو طٰہ ویٰس بس است

حضرت امام الائمہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تابعی کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضوراکرمﷺ کی مدح میں یوں فرماتے ہیں

انت الذی لولاک ما خلق امرء کلا ولا خلق الوری لولاک انت الذی من نورک للبدر السنا والشمس مشرقة بنور بھا کا انت الذی لما توسل ادم من زلة بک فاز وھو اباکا وبک الخلیل دعا فعادت نارہ برداً وقد خمدت بنورسنا کا ودعاک ایوب لضر مسه فازیل عنه الضر حین دعاکا ربک المسیح اتی بشیراً مخبراً بصفات حسنک مادحاً لعلاکا.

آپ کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی اگر پیدا نہ ہوتے آپ وہ ہیں کہ آپ کے نور سے چاند کو روشنی ہے اور سورج آپ ہی کے نورِ زیبا سے چمک رہا ہے آپ وہ ہیں کہ جب آدم علیہ السلام نے لغزش کے سبب سے آپ کا وسیلہ پکڑا تو وہ کامیاب ہوگئے حالانکہ وہ آپ کے باپ ہیں آپ ہی کے وسیلہ سے خلیل اللہ علیہ السلام نے دعا مانگی تو آپ کے روشن نور سے آگ ان پر ٹھنڈی ہوگئی اور بجھ گئی اور ایوب علیہ السلام نے اپنی مصیبت میں آپ ہی کو پکارا تو اس پکارنے پر ان کی مصیبت دور ہوگئی اور مسیح علیہ السلام آپ ہی کی بشارت اور آپ ہی صفاتِ حسنہ کی خبر دیتے اور آپ کی مدح کرتے ہوئے آئے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی اس موضوع پر ایک تصنیف ہے "تلالا الا فلاک لجلال حدیث لولاک" اس کا خلاصہ تجلی الیقین میں فرمایا ان کے فیض سے فقیر نے رسالہ لکھا ہے "شرح حدیث لولاک"

جس کو اس کے مکان کا پتہ مل گیا
بے نشان بے نشاں ہوگیا

خلاصہ

جسے حبیب خدا ﷺ کی معرفت کا علم ہوگیا وہ بے نشان ہی ہوگیا کیونکہ

کانرا کہ خبر شد خبرش بازنیامد — جسے اس کی خبر ہوگئی اس کی خبر نہ مل سکی

شرح

اس شعر کے سب سے بڑے مصداق تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں ان کے بعد ہمارے مرشد سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جب سے حضور اکرم ﷺ سے لو لگائی تو پھر ایسے بے نشان ہوئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے "تحت قبائی" کا سردار ہی بنا دیا۔

تھا براقِ نبی ﷺ یا کہ نورِ نظر
یہ گیا وہ گیا وہ نہاں ہوگیا

خلاصہ

رسول اللہ ﷺ کا براق تھا یا آنکھوں کا نور کہ جونہی اس پر حضور اکرم ﷺ سوار ہوئے تو پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ یہ گیا وہ گیا آنکھ جھپکنے سے پہلے نا معلوم کہاں گیا کہ سب کی آنکھوں سے غائب ہوگیا۔

شرح

اس میں حضور اکرم ﷺ کے براق کی توصیف وتعریف ہے۔

حق شفاعت سے تیری گنہگاروں پر
مہربان مہربان مہربان ہوگیا

خلاصہ

اے حبیب خدا ﷺ آپ کی شفاعت کی وجہ سے حق تعالیٰ گنہگاروں پر بہت بڑا مہربان ہوگیا۔

گلشن طیبہ میں طائر سدرہ کا
آشیاں آشیاں آشیاں ہوگیا

حل لغات

طائرسدرہ (سدرہ، بیری کا پرندہ) اس سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔آشیاں، پرندوں کا گھر۔

خلاصہ

سدرۃ المنتہٰی کے پرندہ یعنی جبرئیل علیہ السلام کا گھونسلہ گھر مدینہ طیبہ کا باغ ہی ہوگیا کہ اب گویا اسی مدینہ پاک میں انہیں ایسے قرار نصیب ہوتا ہے جیسے پرندے گھونسلے میں۔

یا نبی لو خبر آتش غم سے میں
تفتہ جاں تفتہ جاں تفتہ جاں ہوگیا

حل لغات

تفتہ جان، دل جلا، عاشق۔

خلاصہ

اے نبی پاک ﷺ اپنے دل جلے عاشق کی آتش غم کی خبر لو کہ میری جان جل کر راکھ ہوگئی آپ کے لطف وکرم سے مجھ جان جلے کو حیاتِ نو نصیب ہوگی۔

گذرے جس کوچہ سے شاہ گردوں جناب
آسماں آسماں آسماں ہوگیا

خلاصه

آسمانوں کے بادشاہ (ﷺ) جس کوچہ سے گذرے اس کوچہ کی خوش قسمتی کہ وہ کوچہ بلند قدری میں آسمان ہی ہوگیا۔

شرح

اس شعر میں امام اہل سنت نے تمام احادیث مبارکہ کو دریا درکوزہ بند فرمایا ہے جن میں آپ کے جسم اطہر سے خوشبو مہکتی جس گلی اور کوچہ سے آپ کا گذر ہوتا وہ گلی کوچے ہفتہ بھر خوشبو سے مہکتے رہتے۔

احادیث خوشبوئے رسول ﷺ

اس موضوع پر فقیر کا رسالہ ''خوشبوئے رسول'' بہت مشہور ہے اور اسی شرح حدائق بخشش میں بھی بہت کچھ لکھا جائے گا۔ (ان شاءاللہ)

عشق ابرو میں میں رمز قوسین کا
نکتہ داں نکتہ داں نکتہ داں ہوگیا

حل لغات

ابرو، (مونث) بھوں۔ رمز، بھید، پیچ دار بات، اشارہ۔ قوسین، قوس، دوکمان، دھنگ (دائرہ) وہ حصہ جو وتر اور محیط کے کسی حصہ سے گھرا ہوا، آسمان کے نویں برج کا نام۔ نکتہ، باریکی، باریک، بات، بھید، لطیفہ۔

خلاصه

ابروئے محبوب ﷺ کے عشق و محبت میں (الحمدللہ) میں رمز قوسین کا نکتہ دان ہوگیا ہوں۔

شرح

اس میں قرب محبوب خدا ﷺ کا اشارہ ہے اور واقعی یہ بلا مبالغہ فرمایا ہے اس لئے کہ امام احمد رضا قدس سرہ کا عشق رسول ﷺ مشہور زمن ہے جس کا اعتراف دنیا بھر کے مسلمانوں نے تسلیم فرمایا بلکہ اعدائے رضا بھی آپ کی پہچان اسی تعلق یعنی عشق رسول (ﷺ) سے کراتے ہیں۔ فقیر نے اسی شرح حدائق میں بھی متعدد مقامات پر لکھ چکا ہے بلکہ اگر نظر انصاف ہے تو تجدید کارناموں میں اعلیٰ حضرت کا ایک بڑا بلکہ سب سے نمایاں کارنامہ عشق رسول ﷺ اہل اسلام کے دلوں میں گھٹی کی طرح پلا دینا بھی ہے اسی کارنامے کی برکت سے اپنے ہمجولیوں سے قرب رسول اللہ ﷺ میں آپ کو

وافر حصہ نصیب ہے۔

طوطی سدرہ مدح مدح رُخِ پاک میں
گل فشاں گل فشاں گل فشاں ہوگیا

حل لغات

طوطی، فارسی، مذکر، ایک سبز رنگ کا چھوٹا سا پرندہ۔ گلفشاں، پھول نچھاور کرنے والا۔

خلاصہ

سدرہ کے طوطی یعنی جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ اقدس کی مدح میں پھول نچھاور کرنے والے ہو گئے۔

شرح

فقیر نے ایک رسالہ لکھا ہے ''جبرئیل امین خادم دربانِ محمد'' ہے۔ متعدد روایات جبرئیل علیہ السلام کی مدح سرائی میں درج کی گئی ہیں اور شب معراج کمربستہ ہوکر خدمت کی سرانجامی مدح سرائی سے کچھ کم نہیں۔ حدیث شریف میں ہے

سیدنا جبرئیل امین بحکم خداوندی کے مطابق ستر ہزار ملائکہ مقربین کو ہمراہ لے کر حضرت ام ہانی کے مکان پر پہنچے جو حرم میں واقع تھا۔ براق کو مع ملائکہ کرام باہر چھوڑا قدرتِ الٰہیہ سے اس مکان کی چھت پھٹی اور جبریل اندر داخل ہو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ محبوبِ خدا خواب ناز میں ہیں۔ حکم الٰہی ہوا

قبل قدمیه یا جبریل اے جبریل میرے محبوب کی قدم بوسی کرو

تا کہ تیرے نورانی لبوں کی ٹھنڈک محسوس کر کے وہ خود بخود بیدار ہوں نیز چشم عالم یہ نظارہ بھی کرلے کہ سید الملائکہ جبریل کا مقام محمد مصطفی ﷺ کے قدموں تلے ہے۔

طوطی اصفہان سن کلامِ رضاؔ
بے زباں بے زباں بے زباں ہوگیا

حل لغات

اصفہان، فارس میں ایک شہر کا نام ہے۔ بے زبان، گونگا، مسکین جانور۔

خلاصه

اصفہان کا طوطی (بڑے قادرالکلام) کلامِ رضؔا (امام احمد رضا) سن کر گونگا ہو گیا۔

شرح

بلا مبالغہ کہا گیا ہے اور تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا ہے اس لئے کہ امام احمد رضا قدس سرہ کا نہ صرف کلام منظوم جس نے سنا اُس نے اپنی فن دانی کا دعویٰ نہ صرف واپس لینے کو تیارا ہوا بلکہ اعلیٰ حضرت کے حضور میں اپنی بڑائی کے ہتھیار ڈال دیئے۔ سوانح عمری پڑھنے والے خوب جانتے ہیں چند نمونے آپ کے کلامِ منظوم ومنشور ملاحظہ ہوں

علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی قدس سرہ فرماتے ہیں ایک دفعہ لکھنؤ کے ادیبوں کی شاندار محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدہ معراجیہ میں نے اپنے انداز میں پڑھا تو سب جھومنے لگے میں نے اعلان کیا کہ اردو ادب کے نقطۂ نظر سے میں ادیبوں کا فیصلہ اس قصیدے کی زبان کے متعلق چاہتا ہوں تو سب نے کہا اس کی زبان تو کوثر کی دھلی ہوئی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی شاعرانہ حیثیت بھی اتنی ہی دقیع اور عظیم ہے جتنی ان کی دوسری حیثیتیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ تاریخ میں جو اچھے اچھے نعت گو شعراء گزرے ہیں ان سب کا ذکر کسی نہ کسی حیثیت سے ادب کی کتابوں میں موجود ہے مگر اعلیٰ حضرت کی بہترین شعری تخلیقات کی طرف توجہ نہ دی گئی شاید اس لئے کہ ان کی شاعری دوسرے علوم وفنون کے نیچے دب گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کا نعتیہ کلام بڑے سے بڑے شاعر کے کلام کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان کے ہاں جذبۂ دل کی بے ساختگی ،خیال کی رعنائی ،الفاظ کی شان وشوکت اور عشق رسول کی جھلکیاں قدم قدم پر موجود ہیں۔

ماہر القادری وہابی نے کہا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں　　　　تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جہاں استاد مرزا داغ کو حسن بریلوی نے سنایا تو داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے۔ (فاران (کراچی) ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۵، ۴۴)

نیاز فتح پوری نے کہا شعر وادب میرا خاص موضوع اور فن ہے میں نے مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام بالاستیعاب پڑھا ہے ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کے بے پناہ وابستگی رسول عربی کا ہے ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا کے بعض اشعار میں نعت مصطفوی میں اپنی انفرادیت کا دعویٰ بھی ملتا ہے جو ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ تعلّی معلوم

ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل حق ہیں۔

مولانا حسرت موہانی بھی مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کے مداح ومعترف تھے۔مولانا حسرت موہانی اور مولانا بریلوی میں ایک شے قدرِمشترک تھی اور وہ غوث الاعظم کی ذات والا صفات جن سے دونوں کی گہری وابستگی تھی۔ مولانا حسرت موہانی کی زبان سے اکثر میں نے مولانا بریلوی کا یہ شعر سنا ہے

تیری سرکار میں لاتا ہے رضآ اُس کو شفیع — جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

(نیاز فتح پوری بحوالہ محمود احمد قادری، نیاز فتح پوری کے تاثرات مطبوعہ ماہنامہ ترجمانِ اہل سنت، کراچی نومبر ودسمبر ۱۹۷۵ء صفحہ ۲۸)

کسی محفل میں آپ کی یہ نعت

وہ کمالِ حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں — یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

سن کر ابوالاثر حفیظ جالندھری نے اظہار خیال کیا تھا ''یہ تو کوئی استاذ الاساتذہ معلوم ہوتے ہیں شاعری اسی کا نام ہے''

ڈاکٹر فرمان فتح پوری شعبہ اُردو کراچی یونیورسٹی نے فرمایا علمائے دین میں نعت نگار کی حیثیت سے سب سے ممتاز نام مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ہے۔مولانا احمد رضا خان ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی۔اس لحاظ سے وہ مولانا حالی، مولانا شبلی، امیر مینائی اور اکبرالہ آبادی وغیرہ کے ہمعصروں میں تھے ان کی شاعری کا محور خاص آنحضرت کی زندگی وسیرت تھی۔مولانا صاحب شریعت بھی تھے اور صاحب طریقت بھی۔ صرف نعت وسلام اور منقبت کہتے تھے اور بڑی دردمندی ودلسوزی کے ساتھ کہتے تھے، سادہ و بے تکلف زبان اور برجستہ وشگفتہ بیان ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ان کے نعتیہ اشعار اور سلام سیرت کے جلسوں میں عام طور پر پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ان کا سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

بہت مقبول ہوا ہے ایک نعت جس کا مطلع ہے

واہ کیا جود وکرم ہے شہ بطحا تیرا — نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

خاصی شہرت رکھتا ہے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا دیوان ''حدائق بخشش'' شائع ہو چکا ہے۔(ڈاکٹر فرمان فتح

پوری، اردو کی نعتیہ شاعری مطبوعہ لاہور صفحہ ۸۶)

پروفیسر افتخار اعظمی

احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے اختلاف ممکن ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ غیر معلوم ذہین اور متبحر عالم تھے وہ عالم دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے اس لئے ان کی شاعرانہ تخلیقات کی طرف بہت کم توجہ دی گئی حالانکہ ان کا نعتیہ کلام اس پایہ کا ہے کہ انہیں طبقہ اولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دینی چاہیے انہیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے ان کے یہاں تصنع اور تکلف نہیں بلکہ بے ساختگی ہے کیونکہ رسولِ پاک ﷺ سے انہیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی اس لئے ان کا نعتیہ کلام شدتِ احساس کے ساتھ ساتھ خلوصِ جذبات کا آئینہ دار ہے۔ (افتخار اعظمی، ارمغانِ حرم صفحہ ۱۴ بحوالہ مولانا احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری از ملک شیر محمد خان اعوان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۷)

ہتھیار ڈال دیئے

یہ تھے وہ چوٹی کے شعراء جنہیں گویا بین الاقوامی طور پر شہرت حاصل ہے اب ان کی حالت دیکھئے جو علم و تحقیق میں خود کو اپنا ثانی ماننے کو تیار نہ تھے لیکن امام احمد رضا کے علم کے آگے علمی ہتھیار ڈال کر اپنی بے بسی کا اعتراف کرلیا طرفہ یہ کہ لوگ اعلیٰ حضرت معتقدین سے نہیں شدید ترین مذہبی دشمن تھے۔

مولوی اشرف علی تھانوی

حضرت مولانا محمد عمر نعیمی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ والد محترم کی دستار بندی کے موقع پر مراد آباد تشریف لائے تو اہلِ مراد آباد نے والہانہ استقبال کیا۔ چار گھوڑوں کی گاڑی میں جلوس کی شکل میں اسٹیشن سے قیام گاہ تک لایا گیا راستہ میں نعرہ ہائے تکبیر و رسالت بلند کرتے ہوئے جب مدرسہ شاہی کے سامنے آئے تو منشی احمد حسن صاحب (جو انتہائی جہیر الصوت تھے) نے گاڑی رکوائی اور فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر بلند آواز سے پڑھا

یہ رضاؔ کے نیزے کی مار ہے کہ عدد کے سینہ میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار آر سے پار ہے

رات کو شاہ بلاقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درگاہ سے متصل وسیع و عریض میدان میں جلسہ ہوا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ وہی تاریخ ہے جس میں مولوی اشرف علی تھانوی سے ان کی قابلِ اعتراض تحریروں کے سلسلہ میں گفتگو (جس کو عرفِ عام میں مناظرہ بھی کہا جاتا ہے) ہونی تھی لیکن ان حضرات نے حسب عادت پولیس سے نقصِ امن کے اندیشہ کے

پیش نظر مناظرہ منسوخ کرا دیا تھا۔

فاضل بریلوی نے اپنی تقریر میں فرمایا مسلمانو! وہی وقت وہی تاریخ اور وہی مقررہ جگہ ہے میں موجود ہوں۔ تھانوی صاحب نے پولیس کی مدد سے مناظرہ سے جان بچالی ہے لیکن میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ انہیں یہاں لے آؤ اگر میرے سامنے مبہوت نہ ہو جائیں تو وہ جیتے میں ہارا لیکن مولانا صاحب تشریف نہ لائے البتہ ایک صاحب نے آکر کہا کہ مولانا تھانوی صاحب جلسہ میں تشریف لانا چاہتے ہیں۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا پھر اجازت اور اطلاع کی کیا ضرورت ہے؟ ان کو تو یہاں آنا ہی تھا وہ تشریف لائیں لیکن قاصد نے کہا کہ آپ تحریری طور پر بلائیں۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کیا آپ ان کی اس سلسلہ میں میرے پاس کوئی تحریر لے کر آئے ہیں؟ قاصد نے کہا نہیں تب فاضل بریلوی نے فرمایا زبانی بات کا جواب تو زبانی ہی ہوتا ہے وہ تحریری طور پر اطلاع دیتے تو میں بھی تحریر دے کر بلا لیتا اور یہ سب کچھ اس لئے کہا جا رہا تھا کہ فاضل بریلوی سے تحریر لے کر پولیس کو بتایا جائے کہ یہ تحریریں بھیج کر بلاتے ہیں تاکہ شہر کی فضاء کو مکدر کیا جائے لیکن فاضل بریلوی کی فراست کہ انہوں نے اس بات کو سمجھ لیا اور تحریر نہ دی۔ (روئداد امام احمد رضا کانفرنس کراچی، صفحہ ۱۷۰)

درد کاکوروی

آپ اردو کے مشہور نعت گو شاعر تھے۔ ایک بار اپنا قصیدہ معراجیہ سنانے کے لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ میں بریلی شریف پہنچے ان کے قصیدے کا مطلع تھا

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل | برق کے کاندھے پہ لائی ہے گنگا جل

ظہر کی نماز کے بعد حضرت محسن کاکوروی مرحوم نے اس کے اشعار سنانے شروع کر دیئے ابھی دو ہی شعر پڑھ سکے تھے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا اب بس کیجئے عصر کی نماز کے بعد بقیہ اشعار سنے جائیں گے اسی ظہر و عصر کے درمیان اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنا قصیدہ معراجیہ تیار فرمالیا۔ جب مجلس بیٹھی تو پہلے امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنا قصیدہ معراجیہ سنایا۔ اسے سن کر حضرت کاکوروی مرحوم نے فرمایا مولانا اب بس کیجئے اس کے بعد میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا۔

نعت شریف

شعلہ عشق نبی سینہ سے باہر نکلا
عمر بھر منہ سے مرے وصف پیمبر نکلا
ساز گار ایسا بھلا کس کا مقدر نکلا
دم مرا صاحب لولاک کے در پر نکلا
اب تو ارمان اے دل مضطر نکلا

حل لغات

شعلہ، لپٹ، آنچ، بھڑک۔ مضطر، بیچارہ۔

خلاصہ

نبی پاک ﷺ کے عشق کا شعلہ میرے سینے سے نکلا تو اس کی یہ برکت ہوئی کہ میرے منہ سے ساری عمر حضور ﷺ کی وصف وثناء کرتے گذری بھلا بتاؤ تو سہی اور کسی کا ایسا ساز گار مقدر ہوگا کہ میرا آخری سانس صاحب لولاک ﷺ کے در اقدس پر نکلا۔ اے دلِ پریشان بتا اب تیرا ارمان نکلا یا نہیں یعنی آرزو پوری ہوئی کہ

دردِ دل پہ قصہ تمام ہو جائے

اب وہی ہوا جو تو چاہتا تھا۔

ہے مرے زیر نگیں ملک سخن تابد
میرے قبضہ میں ہیں اس خطہ کے چاروں سرحد
اپنے ہی ملک سے تعبیر ہے ملک سرمد
ہے تصرف میں میرے کشور نعت احمد
میں بھی کیا اپنے نصیبہ کا سکندر نکلا

حل لغات

نگین، نگ، نگینہ مراد قبضہ۔ خطہ، زمین کا گھیرا ہوا حصہ، شہر۔ کشور، ولایت، دیس، ملک۔ سکندر، ایک مشہور رومی بادشاہ کا نام۔

خلاصہ

ہمیشہ تک ملک سخن میرے زیرنگین رہے اس ملک سخن کے چاروں سرحد میرے قبضہ میں ہیں ملک سرمد اپنا ہی ملک ہے۔ کشورِ نعت حبیب خدا ﷺ میرے تصرف میں ہے میں اسے جس طریقہ سے چاہوں بیان کرسکتا ہوں۔ الحمدللہ کہ میں بھی اپنی قسمت اور نصیبہ کا کیا ہی سکندر اعلیٰ مقدر والا نکلا ہوں۔

شرح

اس شعر سے احمد رضا قدس سرہ کی شخصیت سے ناواقف آدمی یا آپ کا مخالف تعلّی یا خودستائی پر محمول کرے گا حالانکہ آپ نے تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا ہے اور بجا فرمایا ہے۔ آپ کی سوانح عمری پڑھنے والا یا اسی دور ۱۴۰۰ھ صدی میں جو آپ پر بڑے قد آور شعراء وعلماء وفضلاء بلکہ آپ کے مذہبی شدید ترین اعداء نے مقالے لکھے ہیں۔ ان کو پڑھ کر تسلیم کرے گا کہ واقعی آپ کے دعویٰ

ہے میرے زیر نگیں ملک سخن تا ابد

تصدیق کرے گا۔ فقیر اختصار کے پیش نظر چند امور اور مشہور شخصیات کی آراء درج کرتا ہے۔

نیاز فتح پوری

حضرت علامہ مولانا محمد احمد قادری معارف رضا کراچی ۱۴۱۳ھ صفحہ ۱۲۸، ۱۲۹ میں فرماتے ہیں کہ دورِ طالب علمی میں ایک روز مجھے معلوم ہوا کہ نیاز صاحب آئے ہوئے ہیں۔ نیاز فتح پوری صرف شعروادب ہی کے ماہر نہ تھے انہوں نے اسی مدرسہ عالیہ میں مولانا فضل حق اور مولانا افضال الحق اور مولانا وزیر علی رامپوری سے فنون میں کسب فیض بھی کیا تھا۔ چند دوستوں کے مشورے سے طے پایا کہ نیاز صاحب سے ملاقات کی جائے۔ جب ہم لوگ نیاز صاحب کی قیام گاہ پر پہنچے تو اُنہوں نے ہم لوگوں کی آمد پر برجستہ پوچھا کہ قدسیوں کی جماعت کہاں سے آئی ہے۔ اس سے پہلے کہ صاحب خانہ کچھ کہتے میں نے کچھو کچھ شریف کے مشہور چشتی مشرب کے اشرفی مسلک سے وابستگی کے باوجود عرض کیا مجھے محمود احمد قادری رضوی کہتے ہیں مدرسہ عالیہ کے آخری درجہ کا طالب علم ہوں۔ آپ کی آمد کی خبر سن کر استفادہ کے لئے حاضر ہوں۔ یہ سن کر نیاز صاحب مسکرائے اور بولے قادری کے بعد رضوی نسبت بتاتی ہے کہ آپ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے روحانی سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ اس کے بعد نیاز نے کہا میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کو دیکھ چکا ہوں غیر معمولی علم وفضل کے مالک تھے، ان کا مطالعہ وسیع بھی تھا اور گہرا بھی تھا، ان کے نورِ علم ان کے چہرے بشرے سے بھی ہویدا تھا،

فروتنی وخاکساری کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔ نیاز کی بات جاری تھی کہ میں نے بات کاٹ کر کہا مگر ان کے دینی مخالف علمائے دیوبند تو ان کو جاہل کہتے ہیں چونکہ آپ بھی پٹھان ہیں اور وہ بھی پٹھان تھے اس لئے آپ کی مدح میں مبالغہ کر رہے ہیں۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ نیاز فتح پوری کے تیوری پر بل پڑ گئے اور بولے میں احمد رضا خاں کی کئی کتابیں پڑھ چکا ہوں۔ امکان وامتناع کذبِ باری کے متعلق دونوں فریقوں کے رسائل پڑھ چکا ہوں جو قوتِ استدلال، دلائل کا ذخیرہ مولانا احمد رضا خاں کی کتابوں میں ملاوہ ان ضدی بد بخت لکیر کے فقیر علمائے دیوبند کے یہاں کہا۔ یہ علماء تو علامہ فضل حق خیر آبادی اور مولانا محمد حسین پنجابی کانپوری کو بھی جاہل کہتے ہیں۔ نیاز نے گفتگو کا رُخ بدل کر زور دے کر کہا کہ شعر وادب میرا خاص موضوع ہے میں نے مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام بالاستیعاب پڑھا ہے ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی ﷺ کا ہے۔ ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا کے بعض اشعار میں نعت مصطفوی میں اپنی انفرادیت کا دعویٰ بھی ملتا ہے جو ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل حق ہیں۔ نیاز فتح پوری صاحب نے اس دوران فرمایا کہ مولانا حسرت موہانی مرحوم بھی مولانا احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری کے مداح ومعترف تھے۔ مولانا حسرت موہانی اور مولانا بریلوی میں ایک شئے قدر مشترک تھی اور وہ غوث الاعظم کی ذات والاصفات ہے جن سے دونوں کی گہری وابستگی تھی۔ مولانا حسرت موہانی کی زبان سے اکثر میں نے مولانا بریلوی کا یہ شعر سنا ہے

تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اُس کو شفیع
جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

نیاز فتح پوری صاحب نے کہا کہ ابتدائی زمانے میں مجھے عربی شاعری سے بھی ذوق تھا۔ دار العلوم ندوۃ العلماء کی طالب علمی کے دور میں دار العلوم کے کتب خانہ میں مولانا احمد رضا خان صاحب کا ایک طویل عربی قصیدہ پڑھا جو "آمال الابرار" کے نام سے کتابی شکل میں مطبوع ہے۔ یہ قصیدہ مشہور ناقد پروفیسر کلیم احمد کے دادا حکیم عبدالحمید پریشان عظیم آبادی کے قصیدہ کے جواب میں مولانا بریلوی نے لکھا تھا۔ میں نے مولانا بریلوی کا وہ رسالہ بھی دیکھا جس میں مولانا بریلوی نے پریشان عظیم آبادی کے قصیدہ کی عربیت، دینیت اور فصاحت پر اعتراض فرمائے ہیں اور یہ حق ہے کہ مولانا کی نگاہ عروض، محاورات، اس کے دقائق اور نکاتِ فن پر بھی گہری تھی۔ ضرورت ہے کہ مولانا کا سارا عربی کلام اس تنقیدی رسالے کے ساتھ شائع کر دیا جائے۔ اس گفتگو کے دوسرے روز نیاز فتح پوری صاحب نے مجھے اپنی معیت میں لے جا

کر رضا لائبریری رام پور میں (آمال الابرار) نکلوا کر دکھایا جس کی میں نے اسی زمانے میں نقل کر لی تھی۔

جناب پروفیسر محمود حسین بریلوی (استاد بریلی کالج انڈیا) نے احمد رضا کی عربی شاعری کے متعلق لکھا کہ ہندوستا کی تاریخ میں امام احمد رضا کے سوا کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس کی نظر تمام علوم وفنون پر یکساں محیط ہو۔ مذکورہ شخصیات کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ کسی نے حدیث کے ذریعہ عربی زبان وادب کی خدمت کی، کسی نے سیاسی طور پر اسے استعمال کیا، کسی نے اس زبان کو سوانحی انداز میں پیش کیا، کسی نے اس صلاحیت کا اظہار شاعرانہ لب ولہجہ میں کیا اور کسی نے اسے تحقیق کا معیار بخشا اور اس حیثیت سے یہ حضرات عربی زبان کے ماہرین میں تسلیم کئے گئے مگر اس کے برعکس جب ہم مولانا احمد رضا خان کی شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو بیک وقت ساٹھ علوم میں ان کی مہارت تسلیم کی جاتی ہے اور چھوٹی بڑی ہزار تصانیف میں عربی ،فارسی اور اُردو کے جامہ میں ان علوم سے متعلق افکار وخیالات ملبوس نظر آتے ہیں۔

امام احمد رضا عربی زبان وادب میں مہارت صرف نثر نگاری کی حد تک نہ تھی بلکہ وہ اسی زبان کے ایک زبردست قادرالکلام شاعر بھی تھے جس برجستگی کے ساتھ آپ نے فارسی اور اردو میں شاعری کی ہے وہی برجستگی ان کی عربی شاعری میں پائی جاتی ہے۔ تلمیحات کا استعمال، محاورات استعارات کی بندش ،نظر کلام میں جس حسن وخوبصورتی کے ساتھ آپ نے کی ہے اس کی مثال عرب کے شعراء کے یہاں بھی مشکل سے ملتی ہے۔

امام احمد رضا کے یہاں آورد نہیں بلکہ آمد تھی ایک ایک نشست میں سینکڑوں اشعار کہہ دینا ان کے نزدیک معمولی سی بات تھی۔ امام احمد رضا کے اس پہلو پر ہندو پاک کے دانشوروں نے ضرور قلم اُٹھایا مگر سیر حاصل بحث نہیں کی۔ راقم السطور نے ایم فل کے مقالہ میں قارئین کی تشنگی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔

رضا بریلی کی شاعری کا احاطہ تو ناممکن سی بات ہے اس لئے کہ ان کا تمام قلمی سرمایہ ایک جگہ محفوظ نہیں تلاش بسیار کے بعد ان کے جن عربی اشعار تک رسائی ہوسکی ہے ان کی تعداد ۱۱۴۸ ہے جب کہ کتب سوانح میں ان کے مزید اشعار سے متعلق حوالے ملتے ہیں۔

امام احمد رضا کا دل عشقِ رسول ﷺ کا سمندر تھا جس میں درد وغم کی نہ جانے کتنی لہریں تھیں مگر حضرتِ رضا نے اس کا اظہار قرآن وحدیث کے دائرے میں رہ کر کیا ہے۔

امام احمد رضا صنف شاعری کے خود ہی استاد وشاگرد تھے انہوں نے اس سلسلہ میں کسی کے سامنے زانوئے تلمذتہہ

نہیں کیا جب کہ اس زمانے میں اردو کے چوٹی کے شعراء میدانِ شعر سخن میں اپنی اپنی ریاست تسلیم کرا چکے تھے۔ مولانا کی اپنی جداگانہ حیثیت تھی اور انفرادیت کے ساتھ اپنے مخصوص لب ولہجہ میں عشق ومحبت میں ڈوبا ہوا کلام لکھتے رہے ان کا یہ انداز اردو شاعری تک محدود نہیں بلکہ عربی وفارسی میں بھی وہی برجستگی الفاظ، الفاظ کی بندش، روانی اور شگفتگی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

حضرتِ رضا کا کلام تصنع سے پاک وصاف ہے۔ آپ کو عربی زبان پر کتنا ملکہ تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اردو، ہندی اور فارسی کلام کے ضمن میں عربی جملوں اور عربی اشعار کا استعمال بڑی خوبصورتی سے کیا ہے اگر آپ کے معاصر اربابِ ادب کے شاعرانہ تخیل کا جائزہ لیا جائے تو شاید ہی کوئی ایسا ملے جس کی شاعری میں عربی، فارسی اردو اور ہندی کے اشعار یکجا حسن وخوبصورتی کے ساتھ منظم ملیں۔

مولانا بریلوی نے اس صنف خاص پر طبع آزمائی کی اور چاروں زبانوں پر مشتمل بارگاہ رسالت ﷺ میں ایسا اچھوتا نذرانہ پیش کیا جس کی نظیر دنیا کے کسی شاعر کے یہاں نہیں ملتی ان کی یہ نعت بھر پور غنائیت کے ساتھ اربابِ ذوق وشوق بڑے مزے لے لے کر پڑھتے اور گنگناتے ہیں۔

امام احمد رضا کی عربی شاعری کا لب ولہجہ بالکل اسلامی رنگوں میں ڈوبا ہوا ہے جس کی انفرادیت اپنی جگہ مسلم ہوتی ہے۔ سوز وگداز، فصاحت وبلاغت، جذب وکشش ہونے کے ساتھ ساتھ شرعی اصول وضوابط کی کسوٹی پر کسا ہوتا ہے چونکہ ان کی شاعری قرآن وحدیث کی روشنی میں ہوتی ہے اس لئے شاعرانہ تخیلات کے براہ رویوں سے کوسوں دور ہوتے ہیں اس کا اعتراف انہوں نے خود اپنے کلام میں کیا ہے۔

استاد محترم علامہ ڈاکٹر حامد علی خاں (سابق ریڈر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) اس کا اعتراف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں آپ کے نعتیہ کلام کا مطالعہ کرنے سے یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ آپ کی نعت گوئی آدابِ عشق ومحبت کی آئینہ دار ہے حضور اکرم ﷺ سے آپ کی محبت نہ صرف ہر چیز سے بلند وبرتر تھی بلکہ والہانہ عقیدت اور حقیقی جانثاری تھی۔

امام احمد رضا کی عربی شاعری خاصل عشق رسول ﷺ کا مظہر تھی، کلام کے ہر ہر نقطہ سے محبت رسول ﷺ کا سوتا ابلتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور اسی کو اپنی زندگی کا حاصل اور معراجِ کمال تصور کرتے ہیں۔ نعتیہ شاعری میں جذباتِ عشق و محبت رسول ﷺ لفظ لفظ میں انسانی خود کی طرح دوڑ رہا ہے جس کے سبب ان کی شاعری منفرد دکھائی دیتی ہے۔

امام احمد رضا نے شاعری کے ان تمام اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کی ہے جس پر اس زمانے کے شعراء اپنی اپنی

صلاحیتیں صرف کرتے رہے۔ حمد ہو یا نعت، قصیدہ ہو یا مرثیہ، غزل ہو یا رباعی اور قطعات جیسے اصناف پر ان کی شاعری کا بیشتر حصہ شامل ہے۔ نمونے کے طور پر ذیل میں مختلف اصنافِ سخن سے اشعار درج کئے جارہے ہیں جن سے امام احمد رضا کی شعری صلاحیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

نعت

امام احمد رضا کی نعت گوئی میں عشق رسول ﷺ بدرجہ اتم ہے یہی وجہ ہے کہ وہ عشق الفاظ کا لبادہ اوڑھ کر نوک قلم پر ظاہر ہوتا ہے۔ (معارفِ رضا کراچی صفحہ ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۱۳ھ)

ڈاکٹر پروفیسر الوائی ازھر (غیر مقلد)

اس صاحب نے اپنے تاثرات یوں ظاہر کئے پرانا مشہور مقولہ ہے شخص واحد میں دو چیزیں تحقیقات علمیہ اور نازک خیالی نہیں پائی جاتیں لیکن مولانا احمد رضا کی ذاتِ گرامی اس تقلیدی نظریہ کے عکس پر بہترین دلیل ہے۔ آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے جس پر آپ کے دیوان "حدائق بخشش، حدائق العطیات و مدح رسول" بہترین شاہد ہیں۔ اس کے علاوہ فلسفہ، علم فلکیات، ریاضی اور دین وادب میں آپ ہندوستان میں صف اول کے ممتاز علماء اور شعراء میں تھے۔

غرض یہ کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنی شاعری میں ریاضی اور سائنس کی مصلحات کو بطورِ فن استعمال کیا ہے جب کہ غالب وسودا اور اقبال وغیرہ فلکیات کی کچھ کچھ اصطلاحیں ضرور بیان کی ہیں لیکن محض تقلیداً اور رسماً۔

معارفِ رضا کراچی جلد چہارم ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۴۷ پر علامہ شمس بریلوی کا ایک مضمون بعنوان "امام احمد رضا کے دس اشعار" مبنی بر علم ہیئت و نجوم شائع ہوا ہے جس میں علامہ موصوف نے ان اشعار کی تشریح بھی ہے اور فاضل بریلوی کی نجوم و ہیئت میں مہارت اور ان علوم کے مصلحات کا شاعری میں بطورِ فن استعمال پر روشنی بھی ڈالی ہے۔ علامہ موصوف نے جن اشعار کا انتخاب کیا ہے وہ حدائق بخشش کے ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۱۴۸)

ملک سخن کی شاھی اور زیر نگین

ہر سخن کے متعلق امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے متعلق تفصیلی گفتگو کی جائے تو دفاتر بھی ناکافی ہوں گے ۔کلامِ رضا کا تحقیقی وادبی جائزہ مع حدائق بخشش کامل علامہ شمس بریلوی (مدظلہ) نے لکھا جسے مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی نے شائع کیا۔ اس میں علامہ نے تقریباً اکثر فنون سے کلامِ رضا کی مثالیں قائم فرمائی ہیں۔ صاحب ذوق موصوف مذکورہ

مقالہ کامطالعہ فرمائیں۔فقیر یہاں پرایک جدید اورپُر لطف اصطلاح ''ضلع جگت مولانا عبدالنعیم'' کا مقالہ عرض کرتا ہے۔ قارئین صرف اصطلاح میں امام احمد رضا قدس سرہ کے دعویٰ کی خود تصدیق فرمائیں گے۔موصوف اپنے مقالے کے آخر میں لکھتے ہیں کہ امام احمد رضا کا کلام تمام شعری اورفنی خوبیوں سے آراستہ وپیراستہ ہےاورانہوں نے تقدیسی شاعری میں بھی مختلف علوم وفنون کے ایسے جواہر بکھیر دیئے کہ کسی اور سے یہ ممکن نہیں اور بلاشبہ ان کی شاعری اردو ادب میں ایک گرانقدر اضافہ ہے جس پرشعروادب اورشعراءوادباءکوبھی نازکرنا چاہیے۔

اب پڑھیئے کلامِ رضا اور ضلع جگت

کلامِ رضا اور ضلع جگت

ازمولانا عبدالنعیم عزیزی (انڈیا) ریسرچ اسکالرر ڈہیلکھنڈ یونیورسٹی

فقیر موصوف کے مقالہ کی تلخیص کر کے عرض کرتا ہے ضلع جگت کا فن لکھنؤ سے رائج ہوا اور عرصہ تک لکھنؤی زبان کا ایک حصہ بنا رہا اس کا براہ راست تعلق اردو نثر سے تھا لیکن شعراء نے بھی اس فن کو برتا ہےاور صرف لکھنوی شعراء نے ہی نہیں شعرائے دہلی نے بھی اپنی شاعری میں ضلع جگت کا استعمال کیا ہے۔

ضلع جگت دولفظوں ضلع اور جگت سے مل کر بنا ہے۔ضلع عربی میں پہلو کے لئے استعمال کرتے ہیں لیکن اردو میں اس کا استعمال رعایت لفظی کے معنوں میں کیا جاتا ہے۔بولتا ''ضلع'' ہےاسی لئے کہتے ہیں کہ وہ ضلع بولتے ہیں یا وہ ضلع باز ہیں یعنی رعایت لفظی کے ساتھ بولنے میں ماہر ہیں اور بات چیت میں رعایتوں سے کام لیتے ہیں۔

ضلع کا فن یہ ہے کہ گفتگو کے دوران جس چیز کا بھی نام لیا جائے اس کے تمام متعلقات کسی نہ کسی پہلو سے باتوں میں لے آئے جائیں۔

جگت ہندی کا لفظ ہے جس کے معنی دانائی اور حکمت کے ہیں۔اردو میں ضلع جگت کا استعمال ظرافت ورعایت لفظی کے استعمال اور بذلہ سنجی کے معنوں میں ہوتا ہے مگر بذلہ سنجی سے زیادہ مناسب وموزوں تفنن کی اصطلاح ہوگی۔

ضلع جگت کی تعریف شمس الرحمٰن فاروقی اس طرح کرتے ہیں کہ ایسے الفاظ استعمال کرنا جن میں معنوی ربط نہ ہو لیکن ایک بات سے دوسری بات کی طرف دھیان منتقل کرنے والے الفاظ کا اس طرح استعمال کرنا کہ پھوہڑپن نہ پیدا ہو کلام کا بہت بڑا حسن ہے۔(درس بلاغت صفحہ ۸۴)

مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ ہوں

(۱) پانی کنوئیں میں چھپ گیا سائے کی چاہ سے۔(انیس)

(۲) شامی کباب ہو کے پسندے قضا ہوئے۔(دبیر)

(۳) ڈھانپا کفن نے داغ عیب برہنگی میں ورنہ ہرلباس میں ننگ وجود تھا۔

(۴) جی میں آوے لیکن رکھتا ہوں من مارا اپنا۔(میر)

(۵) پانی ایسا میٹھا کہ اس کی چاہ میں باولی بھی دیوانی ہو۔(رجب علی بیگ سرور)

(۱) میں (کنواں اور چاہ)

(۲) میں (شامی اور پسندے یہ دونوں کباب کی قسمیں ہیں)

(۳) میں (برہنگی اور ننگ یعنی ننگے)

(۴) میں (ہرمن، مار)

(۵) میں (چاہ، باولی، دیوانی)

ضلع جگت کرنے والے کو جگت باز اور اس کے بیان کو جگت بازی کہتے ہیں۔ کتاب "سلک مسلسل"منشی چند ریکا پرشاد جنوں کی فن ضلع جگت پر پہلی تصنیف ہے جو ۱۸۷ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۸٦ء میں شائع ہوا تھا۔

ضلع پر دوسری مشہور کتاب "ضلع جگت" ہے جس کے مصنف مہاراجہ سرکشن پرشاد ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی تھی۔

صنعت مراعات النظیر کو بھی ضلع جگت کہا گیا ہے۔ مرزا محمد عسکری نے صنعت مراعات النظیر کی ایک قسم ایہام تناسب کو ضلع جگت کہا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے کلام پر تبصرہ کرنے والوں نے صنعت مراعات النظیر کی بہت ساری مثالیں ان کے کلام سے پیش کی ہیں۔ میں یہاں کلامِ رضا سے اسی صنعت کی مثالیں ضلع کے انداز میں پیش کروں گا جیسا کہ مختلف عنوانات باغ کا ضلع، سراپا کا ضلع، برسات کا ضلع وغیرہ کے تحت "سلک مسلسل"اور ضلع جگت دونوں کتابوں میں مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

کلامِ رضا سے ان کے مبصرین اور مقالہ نگاروں نے ایہام کے نمونے ضرور پیش کئے ہیں مگر با قاعدہ ایہام

تناسب کے نام سے مثالیں نہیں پیش کی گئی ہیں۔ میں اس قبیل کے نمونے بھی کلام رضا سے پیش کروں گا اور ضلع جگت کے دوسرے خصوصی نمونے بھی پیش کروں گا۔

ایہام تناسب کی تعریف مرزا محمد عسکری نے اس طرح کی ہے'' کلام'' میں ایسے دو الفاظ استعمال کئے جائیں جن میں ایک لفظ کا ایک معنی ہو اور دوسرے لفظ کے دو معنی ہوں مگر ان دو معنوں میں سے ایک کا تناسب پہلے لفظ کے ساتھ ہو اور اسی تناسب میں ایہام واقع ہو۔

مزید پھر لکھتے ہیں ایک قسم کی ایہام یہ بھی ہے کہ کلام میں ایسا لفظ استعمال کیا جائے جس میں قریب و بعید دونوں معنوں کا کچھ امتیاز نہ ہو بلکہ قائل نے فی الحقیقت اس کو دو معنوں میں مساوی طور پر استعمال کیا ہو اور سامع بھی وہی دو معنی ان سے مراد لے اصل ایہام کی یہی مثال ہے۔

مثالیں

کر یاد کہیں چہ دفن کو   کودے نہ کنوئیں میں باؤلی ہو   (نسیم)

لفظ باؤلی کو جو ایک قسم کا کنواں ہوتا ہے کنوئیں کے ساتھ مناسبت ہے یہ مراد شاعر کی نہیں ہے بلکہ باؤلی کے دوسرے معنی میں دیوانی عورت مراد ہے۔ (مثال ایہام تناسب)

مجلس کو اشک نظم سے رشک چمن کروں   مداحئ حسین بوجہ حسن کروں   (میر انیس)

یہاں لفظ حسن کے دو معنی ہیں۔

(۱) برادرِ اکبر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی حسن ہے۔

(۲) حسن بمعنی نیک اور خوب پہلے معنی کو لفظ حسین سے مناسبت ہے مگر شاعر نے اس سے دوسرا معنی مراد لیا ہے یعنی خوب اور نیک اس شعر میں ایہام ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا کلام فن شاعری کی ہر خوبی سے آراستہ ہے، ان کے کلام بلاغت نظام میں ضلع جگت کے بھی دلکش اور خوبصورت نمونے نظر آتے ہیں۔

باغ کا ضلع

نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی   چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

اللہ اللہ بہار چمنستانِ عرب   پاک ہیں لوثِ خزاں سے گل و ریحان عرب

ہے گل باغ قدس رخسار زیبائے حضور   سروگلزار قدم قامت رسول اللہ کی

مندرجہ بالا اشعار میں لفظ باغ کی رعایت سے گل، غنچہ، ریحان، خزاں، بہار، سرو، گلزار، چمن، گلشن وغیرہ۔ کلامِ رضا میں اس طرح کے درجنوں اشعار موجود ہیں۔

ب۔ پھول کا ضلع

سنبل آشفتہ ہے کس گل کے غم گیسو میں دیدہ نرگس بیمار ہے حیران کس کا
شاخ قامت شہ میں زلف وچشم ورخسار ولب میں سنبل نرگس گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

سنبل، نرگس وغیرہ حضرتِ رضا کے یہاں اس طرح کے بیسیوں اشعار مل سکتے ہیں۔

ج۔ پرند کا ضلع

بلبل و نیل پر و کبک بنو پروانو مہ وخورشید پہ ہنستے ہیں چراغان عرب
بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سرو جانفزا حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بلبل، قمری، نیل پر، کبک وغیرہ۔

د۔ شہر کا ضلع

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر کون سے کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
حرم وطیبہ و بغداد جدھر کیجئے نگاہ جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

بخارا، اجمیر، طیبہ اور بغداد وغیرہ۔

ہ۔ سراپا کا ضلع

سرتابقدم ہے تن سلطان زمن پھول لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن
دندان ولب وزلف ورخ شہ کے فدائی ہیں در عدن لعل یمن مشک ختن پھول
دور ونزدیک کے سننے والے وہ کان کانِ لعل کرامت پہ لاکھوں سلام
نیچی آنکھوں کی شرم وحیاء پر درود اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

لب، دہن، ذقن (ٹھوڑی) بدن، دندان، زلف، رُخ، کان، آنکھ، بینی (ناک) وغیرہ۔

و۔شادی کا ضلع

دولہا سے اتنا کہہ دو پیارے سواری روکو مشکل میں ہیں براتی پر خار بادیے ہیں
تجلی حق کا سہرا سر پر صلوۃ وتسلیم کی نچھاور دورو یہ قدسی پرے جمائے کھڑے سلامی کے واسطے تھے

دولہا،سواری، براتی کا سہرا، نچھاور،سلامی وغیرہ۔

ز۔نجوم کا ضلع

مہرمیزان میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے ڈالے دوبوند شب دے میں جو یارانِ عرب
دنیا ، مزار حشر جہاں میں غور ہیں ہر منزل اپنے چاند کی منزل غفر کی ہے
سعدین کا قرآن ہے پہلوئے ماہ میں جھرمٹ کئے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے

مہر،میزان،حمل،منزل، چاند،غفر،سعدین کاقرآن، ماہ،تارے،قمروغیرہ۔

ح ۔زیور کا ضلع

یہ جھوما میزابِ زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

ط۔اقلیدس کا ضلع

کمانِ امکان کے جھوٹے نقطوتم اول وآخر کے پھیر میں ہو محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے
محیط ومرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاضل خطوط واصل کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

نقطہ،محیط،مرکز،خطوط،دائرے وغیرہ۔

ی۔شاعری کا ضلع

کچھ نعت کے طبقہ کا عالم ہی نرالا ہے سکتے میں ہے عقل چکر میں گماں آیا
ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیے تھے

نعت،سکتہ،روی،قافیہ وغیرہ۔

ک۔ نبی و صحابی کا ضلع

کلیم ونجی ،مسیح وصفی ،خلیل و رضی ، رسول و نبی عتیق و وصی ،غنی و علی ثناء کی زبان تمہارے لئے

ایک ہی شعر میں دو ضلعے کلیم،نجی،مسیح،صفی،خلیل،رضی وغیرہ،انبیاء کرام،عتیق ووصی،غنی وعلی صحابہ کرام۔

ایہام تناسب اور صنعت ایہام کی قبیل کے ضلع جگت

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

یہاں دوشالہ اور جوڑا سے مراد دو .... یعنی حضور اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیاں جو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ کے عقد میں آئیں تھیں یہ دوشالہ اور جوڑا اس طرف اشارہ ہے اور اس وجہ سے ذوالنورین حضرت سیدنا عثمانِ غنی کا لقب ہے یعنی دو نور والے۔ ویسے دوشال سے اور جوڑا سے دھیان دہری شال اور کپڑے کے جوڑے کی طرف بھی جاتا ہے لیکن یہاں یہ معنی مراد نہیں ہیں یہاں ایہام ہے۔

ذبح ہوتے ہیں وطن سے بچھڑے دیس کیوں گاتے ہیں گانے والے

حور جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا چھیڑ کے پردہ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

دیس کے معنی ملک یا وطن کے ہیں لیکن یہاں دیس سے مراد راگ ہے یہاں بھی ایہام ہے اور ضلع جگت کی یہ بھی اچھی مثال ہے۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

آرام کی مناسبت سے سونا بھی آرام کرنا یا لیٹنا اور اکسیر کی مناسبت سے سونا بھی سونا (دھات) یہاں بھی ایہام ہے اور ضلع جگت کی ایک عمدہ مثال ہے۔

ساتھ لے لو میں مجرم ہوں راہ میں پڑتے ہیں تھانے والے

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو کہ رستے میں ہیں جابجا تھانے والے

مجرم کی مناسبت سے تھانے والے سے مراد پولیس والے ہیں لیکن مجرم سے مراد یہاں دنیوی قانون کا مجرم مراد نہیں ہے بلکہ مجرم دین شریعت یا عدالت الٰہیہ کا مجرم مراد ہے یعنی بدعمل و گنہگار اور تھانے والے سے مراد ہیں پکڑ کرنے والے فرشتے ویسے تھانے والے سے مراد تھانہ بھون والے یعنی گستاخانِ نبی اشرف علی تھانوی کے متبعین بھی لئے جاسکتے ہیں کہ وہ بھی لوگوں کو خصوصاً بدعمل لوگوں کا اصلاح عمل کے نام عقیدہ غارت کر دیتے ہیں۔

سن لیں اعداء میں بگڑنے کا نہیں وہ سلامت ہیں بنانے والے

بگڑنے کے ایک معنی ہیں ناراض ہونے کے اور ایک مراد ہے برباد ہونے کے یا غلط راہ پر جانے کے یہاں یہی دوسرا معنی مراد ہے۔

شمع یا درخ جاناں نہ بجھے　　خاک ہو جائیں بھڑ کنے والے

بھڑ کنے سے ایک مراد ہے بجھنے کے قریب ہونے کے اور شمع بجھنے سے وہم ادھر ہی جاتا ہے مگر یہاں بھڑ کنے کا مطلب ہے جلنے والے یا برگشتہ ہونے والے یعنی حاسدین۔

کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے　　سکتہ میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں آیا

یہاں نعت کے لفظ سے وہم شعر کے سکتہ کی طرف بھی جاتا ہے مگر سکتہ سے مراد یہاں حیرت ہے یہاں بھی ایہام ہے۔

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے　　جان مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے

چرخ آسمان کو بھی کہتے ہیں لیکن یہاں چرخ سے مراد چکر میں پڑنا یعنی حیران ہونا یہاں بھی ایہام ہے۔

نہا کے نہروں نے وہ دمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا　　کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

آبِ رواں یعنی بہتا ہوا پانی اور آبِ رواں ایک کپڑے کا بھی نام ہے لیکن یہاں مراد معنی اول سے ہے یہاں بھی ایہام ہے اور ضلع جگت کی ایک نفیس مثال ہے۔

صدقہ ان اعیان کا دے چھ عین عز علم و عمل　　عفو عرفاں عافیت اس بے نوا کے واسطے

اعیان، عین (ع) کے جمع ہے ویسے عین کے معنی آنکھ بھی ہیں یعنی چیز لیکن یہاں اعیان سے مراد وہ اعاظم اور معزز پیرانِ طریقت ہیں جن کا ذکر (شجرہ میں) اوپر کے متعدد اشعار میں آچکا ہے۔ یہاں ایہام در ایہام ہے ضلع جگت کی ایک نادر مثال ہے۔ (معارفِ رضا کراچی صفحہ ۲۲۵، ۲۳۰، ۱۴۱۳ھ، ۱۹۹۲ء)

روز و شب لختِ جگر آنکھوں سے جاری ہی رہا
رفتہ رفتہ ہوا ہر گوشۂ چشم اک دریا
اب تو وہ قہر کا ہے جوش کہ عالم ڈوبا
دیدۂ تر نے کیا نوح کا طوفاں برپا
قطرۂ اشک جو نکلا وہ سمندر نکلا

حل لغات

لختِ جگر، جگر کا ٹکڑا، نہایت ہی عزیز۔۔رفتہ رفتہ، آہستہ آہستہ۔گوشۂ چشم، آنکھ کا کونہ۔

خلاصہ

رات دن عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں دل کا ٹکڑا ٹکڑا ہونا یعنی دردِ دل جاری رہا۔آہستہ آہستہ اس کی یہ رفتار ہوگئی کہ آنکھ کے کونے سے ایک دریا ابلتا رہا اب تو اتنا قہر وغضب کا جوش ہے کہ تمام جہان ڈبو دے میری آنکھ نے کیا طوفانِ نوح برپا کررکھا ہے کہ دیکھو تو اس سے آنسو کا ایک قطرہ سمندر بن کر نکلتا ہے۔

بن گئی میری زباں ماہی آب کوثر
نور کے بکے دہن سے مرے نکلے باہر
سایۂ رحمت باری نظر آیا سر پر
مغفرت صدقہ ہوئی میری زباں پر آکر
جس گھڑی لب سے مرے وصف پیمبر نکلا

حل لغات

ماہی،مچھلی۔بکہ(ہندی) گرد یا دھوئیں کا اکٹھا ہوکر نکلنا(سرائیکی میں پنبھہ) خاک مشت،پہلا معنی مراد ہے۔
صدقہ،وہ چیز جو خدا کے نام پر دی جائے،خیرات۔

خلاصہ

میری زبان اب حوضِ کوثر کی مچھلی بن گئی نور کے بکے میرے منہ سے باہر نکل رہے ہیں میں نے اوپر کو دیکھا تو میرے سر پر رحمت باری تعالیٰ کا سایہ نظر آیا اور زبان پر مغفرت الٰہی صدقے اور قربان ہونے لگی یہ سارے انعامات اس لئے ہورہے ہیں کہ میرے لب سے وصف مصطفیٰ ﷺ جاری ہے۔

شرح

ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہوتی ہے جو وصف مصطفیٰ ﷺ زبان پر جاری کرتے ہیں اور دل و جان سے تعظیم و تکریم بجالاتے ہیں۔

خوش قسمت یہودی

بنی اسرائیل میں ایک بدکار شخص تھا جس نے عرصہ دراز تک خدا کی نافرمانی کی جب وہ مرگیا تو بنی اسرائیل نے اُسے اُٹھا کر ایک گندی جگہ ڈال دیا۔

فأوحى الله إلى موسى ان اخرج فصل عليه

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی بدکار تھا۔ خدا نے فرمایا

هكذا كان إلا أنه كان كلما نشر التوراة ونظر إلى اسم محمد صلى اللّٰه عليه وسلم قبله ووضعه على عينيه وصلى عليه. (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۶)

ہاں ایسا ہی تھا مگر جب یہ توراۃ کھولتا تھا تو نام محمد ﷺ کو دیکھ کر اسے چوم لیا کرتا تھا اور اپنی آنکھوں پر رکھ لیتا تھا اور درود شریف پڑھتا تھا۔

واہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تفسیر کبیر شریف میں بسم اللہ کے ماتحت ایک روایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانی انگوٹھی عطا فرمائی اور فرمایا کہ اس پر کسی نقاش سے "لاالہ الااللّٰہ" لکھوا دو۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقاش کے پاس گئے اور فرمایا کہ اس پر لکھ دو "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللّٰہ" نقاش نے یہی لکھ دیا جب وہ انگوٹھی بارگاہ رسالت میں پیش ہوئی تو اس پر لکھا تھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللّٰہ الصدیق" فرمایا یہ زیادتی کیسی۔ عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے نام تو میں نے بڑھایا تھا میں نے چاہا کہ رب کے اور آپ کے نام میں جدائی نہ ہو جائے یعنی رب کا ذکر ہو اور آپ کا ذکر نہ ہو لیکن اپنا نام میں نے نہیں بڑھایا۔ یہ عرض معروض ہو رہی تھی کہ جبریل امین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ صدیق کا نام میں نے لکھا کیونکہ صدیق اس سے راضی نہ ہوئے کہ آپ کا نام خدا کے نام سے علیحدہ ہو تو اللہ تعالیٰ راضی نہ ہوا کہ صدیق کا نام آپ سے علیحدہ ہو۔

جلوہ اس مہر رسالت کا ہو سیاروں میں
انبیاء ساتھ ہوں جبریل جلو داروں میں
کہ اس شان سے آئیں گے گرفتاروں میں
حشر کے روز یہ غل ہوگا گنہگاروں میں
وہ شفاعت کے لئے شافع محشر نکلا

حل لغات

مہر رسالت، رسالت کا آفتاب یعنی حضور اکرم ﷺ۔ جلو دار (مذکر) مصاحب، ہمراہی، ساتھی، نوکر چاکر یہی معنی

مراد ہے۔غل،شور،فریاد،واویلا،دھوم۔سیار،تیز چلنے والا،بہت سیر کرنے والا۔

خلاصہ

میدانِ حشر میں چلنے والوں میں حضور اکرم ﷺ جلوہ گر ہوں گے آپ کے ساتھ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھی ہوں گے آپ کے نوکروں چاکروں جبریل علیہ السلام بھی ہوں گے آپ اس شان وشوکت سے گرفتاروں میں تشریف لائیں گے تو حشر کے میدان میں گنہگاروں کی طرف سے شور اُٹھے گا کہ مبارک ہوا ے مجرمو! وہ دیکھو شفاعت کے لئے شافع محشر حبیب خدا ﷺ تشریف لائے ہیں۔

حسن محبوب کو بخشا ہے وصف و قماش
شاہد اس نقشہ کی بے مثلی پہ ہے خود نقاش
چاند سورج میں رہی برسوں انہیں کی کنگاش
مدتوں چرخ نے کی بزمِ دوعالم میں تلاش
مثل محبوبِ خدا کوئی نہ سرور نکلا

حل لغات

قماش(عربی) مال ومتاع،ہنر،گُن۔نقاش،نقش کرنے والا،گل بوٹے بنانے والا،یہاں خالق کائنات(جل جلالہ)مراد ہے۔کنگاش(ترکی) بکسرالکاف وکاف دوم فارسی،مشورہ وصلاح پرسی(غیاث)

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے حسن محبوب کوایک عجیب وصف اوراعلیٰ خوبی بخشی ہے جس کا خود بنانے والا ان کی بے مثلی کا شاہد ہے۔چانداورسورج میں کئی برس آپ کے متعلق صلاح ومشورے ہوئے ایسے ہی چرخ نے بزم دوعالم میں مدتہا تلاش جاری رکھی لیکن محبوب خداشہ انبیا ﷺ جیسا سرور نہ مل سکا۔

جب ہوا چرخ مرے ماہ رسالت کا مسیر
چاند حیرت سے بنا ابرو نقش تصویر
ان کے آگے نہ چلی ایک بھی لاف تنویر
کیا ضیا ہے رُخِ انور کی کہ مہتاب منیر
چرخِ اخضر سے جو نکلا تو مکدر نکلا

حل لغات

مسیر،سیر کرنا،سیر کی جگہ،جائے رفتار۔لاف،ڈینگ،شیخی،بڑائی،گپ۔تنویر،روشن کرنا،نور دینا۔مکدر،گدلا،میلا۔

خلاصہ

جب آسمانِ ماہِ رسالت یعنی سرورِ انبیا ﷺ کی سیر گاہ بنا چاند حیرت سے آپ کے ابرو مبارک نقش کی تصویر بن گیا۔آپ کے نور کے آگے اس کی روشنی کی شیخی کی ایک بھی نہ چلی یعنی بے روشن سی ہوگئی۔آپ کے رُخ انور کی روشنی کا کیا کہنا کہ جب سورج آسمان سے نکلا تو اس کے آگے میلا گدلا سا محسوس ہوتا تھا۔

ہم گئے قبر اُویس قرنی پر کہ سنیں
عشق میں پھنستی ہیں کس دام بلا میں جانیں
قبر عاشق سے صدا آئی کہ کیا حال کہیں
کبھی زندہ کبھی مردہ ہوئے ہم الفت میں
شوقِ نظارہ مگر دل سے نہ باہر نکلا

خلاصہ

ہم امام العاشقین،تاج التابعین سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر گئے تا کہ ان سے سنیں کہ عشق میں جو جانیں پھنستی ہیں اس دام کی گرفتار جانوں پر کیا گزرتی ہے کیونکہ آپ اس منزل کے راہی ہیں اور خوب تجربہ کار ہیں آپ اس کے متعلق جو بتائیں گے وہی حقیقت ہوگی۔اس عاشقِ رسول ﷺ کے مزار سے صدا آئی کہ عشق کا کیا حال کہیں اس کا ادائی سا نشان یہ ہے کہ جو اس وادی میں آیا وہ کبھی زندہ اور کبھی مردہ یعنی ہر وقت موت وحیات کی کشمکش میں ہوتا ہے

اور ہم بھی الفت رسول ﷺ اس حالت میں ہے لیکن الحمد باوجود ایں ہمہ وہ شوقِ نظارہ جو دل کو نصیب ہوا وہ دل سے باہر نہیں نکلا بلکہ صرف جوں کا توں نہیں بلکہ ہر دم آگے بڑھ رہا ہے۔

کیوں نہ آنکھوں کو مری کانِ جواہر کے لئے
اشک خونیں ہیں عقیق یمنی کے ٹکڑے
یا یہ ہیں عین گہر ریز کے دو فوارے
یادِ دندانِ محمد (ﷺ) میں مری آنکھوں سے
اشک بھی نکلا تو وہ صورتِ گوہر نکلا

حل لغات

کان، کھان، معدن۔ اشک، آنسو۔ خونیں، خون ملا ہوا، سرخ۔ عقیق، ایک سرخ رنگ کا پتھر جسے ہونٹوں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ یمنی، یمن سے منسوب۔ گہر، گوہر کا مخفف، قیمتی پتھر، قیمتی موتی۔ اصل، اصلیت۔ فوارہ، چشمہ، جھرنا، پانی بہت جوش دینے والا پہلا معنی مراد ہے۔

خلاصہ

میری آنکھوں کو کیوں نہ موتیوں کی کھان کہا جائے اس لئے کہ یہ سرخ آنسو یمنی عقیق کے ٹکڑے ہیں یا یہ موتی بکھیرنے والے دو فوارے ہیں حضور اکرم ﷺ کے دندانِ مبارک کی یاد میری آنکھوں سے جو آنسو نکلا تو وہ موتی کی صورت میں نکلا۔

جاگنے میں تو وہ دیدار میسر ہے کسے
نیند آتی نہیں جو خواب میں دولت یہ ملے
تنگ آیا ہوں میں اس بخت کی ناسازی سے
ہائے محروم رکھا شہ کی زیارت سے مجھے
دشمن جاں مرا نیر نگ مقدر نکلا

حل لغات

ناسازی، ناموافقت۔ جال، دام، پھندا۔ نیرنگ، مکر، فریب، چالاکی، جادو، طلسم۔

خلاصہ

بیداری میں تو حضور اکرم ﷺ کا دیدار پرانوار کسی خوش بخت کو نصیب ہوگا ہاں خواب میں بہت سے خوش بخت بہرہ ور ہوتے ہیں ممکن ہے میں خواب میں دیدار سے سرشار ہوتا لیکن مجھے سرے سے نیند ہی نہیں آتی کہ میں اسی دولت سے بہرہ ور ہوں۔ میں تو اس بخت کی ناموافقت سے تنگ آ گیا ہوں ہائے افسوس کہ اس نے مجھے شہ کونین ﷺ کی زیارت سے محروم کر رکھا میرا دشمن پھندا میرے مقدر کا مکر و فریب نکلا۔

خواب میں دولت دیدار کے کچھ سامان تھے
دلِ بیتاب یہ تڑپا نہ رہا بن جاگے
کہا کہوں طالع برگشتہ سے اللہ سمجھے
ہائے محروم رکھا شہ کی زیارت سے مجھے
دشمن جاں مرا نیرنگ مقدر نکلا

حل لغات

بن (بالکسر) سوائے، بجز۔ طالع، نصیبہ۔ برگشتہ، باغی، سرکش۔

خلاصہ

خواب میں حضور اکرم ﷺ کے دیدار پرانوار کے کچھ اسباب بن چکے میرا دل بیقرار عشق کی سوزش سے تڑپتا رہا اسے نیند آتی ہی نہیں اب جاگنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں کیا کہوں کہ بخت برگشتہ سے اللہ ہی سمجھے ہائے افسوس کہ بخت برگشتہ نے مجھے زیارت سے محروم رکھا میرا دشمن جال مقدر کا مکر و فریب یا جادو نکلا۔

مالِ دنیا تو کوئی چیز نہیں ہے سرمد
آنکھ اُٹھا کر نہ کبھی دیکھوں سوئے ملک ابد
سب یہ الفت کی بدولت ہے غنائے بیحد
حبذا آفریں اے دولت عشق احمد (ﷺ)
میں گدائی کے بھی پردہ میں سکندر نکلا

حل لغات

سرمد، ہمیشہ رہنے والا۔غنا، دولت مندی، بے پروائی، بے نیازی۔حبذا فعل از افعال مدح، یہ حب اور ذا اسم اشارہ سے ایک مرکب ہے مدح کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ اپنی حالت نہیں بدلتا۔آفریں کلمۂ تحسین، شاباش، مرحبا کیا خوب۔

خلاصہ

مالِ دنیا کو ہمیشہ کے لئے کوئی شے نہیں ہمیشگی ملک کی طرف تو کبھی آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھوں یہ بے حد بے نیازی سب کا سب الفت حبیب خدا ﷺ کی بدولت ہے۔واہ واہ کیا خواب اے دولت عشق احمد عربی ﷺ کہ میں گدائی کے رنگ میں بھی مقدر کا سکندر نکلا۔

شرح

جب بھی کوئی کسی معاملہ میں کامیاب ہوتا ہے وہ خود کو مقدر کا سکندر کہلاتا ہے اسی نعت میں امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی اپنے لئے فرمایا

مقدر کا سکندر نکلا

اسی لئے فقیر حضرت سکندر کے بارے میں مختصراً عرض کرتا ہے۔صاحب روح البیان حضرت امام اسماعیل حقی حنفی لکھتے ہیں

سلطان سکندر کا تعارف

یہاں پر سکندر اکبر مراد ہے اس کا نام اسکندر بن فلیقوس یونان کا بادشاہ تھا دنیا کے چپہ چپہ کا بادشاہ بنا۔

فائدہ

حضرت مجاہد نے فرمایا کہ ساری دھرتی پر چار شخصوں نے شاہی کی ان میں دو مومن اور دو کافر ہیں

دو مومن

(۱) سلطان سکندر (۲) حضرت سلیمان علیہ السلام

دو کافر

(۱) نمرود (۲) بخت نصر

اور مشکوٰۃ الانوار میں بخت نصر کے بجائے شداد بن عاد لکھا ہے۔

فائدہ

ذوالقرنین حضرت ابراہیم کے زمانہ کے نمرود کے بعد پیدا ہوا تھا اس نے طویل عمر پائی۔ لکھا ہے کہ اس کی عمر ایک ہزار چھ سو سال تھی۔

فائدہ

تفسیر الشیخ میں ہے کہ وہ ثمود کے بعد ہو گذرا ہے حضرت خضر علیہ السلام اس کے مشیر خاص تھے اور وہ ان کی بادشاہی میں وہی کام کرتے تھے جیسے بادشاہوں کے وزیر اعلیٰ۔

سکندر نبی تھے یا صرف بادشاہ

ابن کثیر نے لکھا ہے وہ صرف بادشاہ تھا لیکن تھا بڑا نیک دل اور عادل۔ وہ نبی نہیں تھے انہوں نے ہفت اقلیم کی شاہی کی تمام دنیا کے بادشاہ اس کے زیر نگین تھے، شہروز شہر میں فوت ہو کر وہیں مدفون ہوئے یہ اُس وقت ہوا جب آپ ظلمات کے علاقے فتح کر کے واپس شہروز شہر میں پہنچے۔

فائدہ

تبیان میں لکھا ہے کہ سکندر نے صرف پانچ سو سال عمر پائی تھی اور جب وہ سد سکندری کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اس کے بعد بیت المقدس میں تشریف لائے تو وہیں فوت ہوئے اور وہیں پر مدفون۔

سکندر ذوالقرنین کے وجوہ

انہیں ذوالقرنین اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مشرق و مغرب کے ہر دونوں کونوں کے مالک ہوئے اسی مناسبت سے انہیں ذوالقرنین کہا گیا جیسے اردشیر زد کے واضح کو کہا جاتا ہے وہ بھی اسی لئے کہ اس کے لمبے ہاتھ تھے کہ جو چاہتا وہی ہوتا۔

فائدہ

قاموس میں ہے کہ جب لوگوں کو انہوں نے دعوتِ ایمان دی تو لوگوں نے آپ کے دائیں کاندھوں پر شدید ضربیں لگائیں اسی سے ہی ان کی موت واقع ہوئی پھر انہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا پھر انہوں نے لوگوں کو دعوتِ ایمان دی تو لوگوں نے آپ کو بائیں بازو پہ مارا اس سے آپ کی موت واقع ہوئی۔

سکندر ذوالقرنین کے دوسرے وجوہ

قصص الانبیاء میں ہے کہ حضرت سکندر نے خواب میں دیکھا کہ وہ سورج کے ہاں پہنچ کر سورج کے شرقی وغربی کنارے ہاتھ میں لے لئے ہیں جب آپ نے معبرین کو اپنا خواب سنایا تو اس سے آپ کو ذوالقرنین کے نام سے مشہور کر دیا گیا۔

سکندر کی حضرت ابراهیم علیه السلام کے حضور میں حاضری

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سلطان سکندر ایک دفعہ مکہ معظّمہ میں حاضر ہوئے کسی نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہیں پر تشریف فرما ہیں تو سکندر سواری سے اتر پڑا اور کہا کہ جس دھرتی پر نبی علیہ السلام تشریف فرما ہوں سواری پر سوار ہو کر جانا موزوں نہیں ۔اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دولت کدہ تک پیدل گئے اور ملاقات کی عرض کی حضرت ابراہیم علیہ السلام باہر تشریف لائے اور سکندر کو سلام کہہ کر گلے لگایا۔

فائده

ملاقات کے وقت (معانقہ) گلے لگانے کی سنت ابراہیم علیہ السلام سے جاری ہوئی۔

سکندر کا مقدر نگاۂ نبوت سے بنا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سکندر نے ادب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے صلے میں بادل کو حکم دیا کہ سکندر کے اشاروں پر چلیں وہ جہاں چاہیں اور قانون بنا دیا۔

من تواضع رفعه الله جس نے تواضع کی اسے اللہ تعالیٰ نے بلند کیا

اسی دن سے بادل کا کام بن گیا کہ وہ سکندر اعظم کے لشکر اور ان کے جنگی آلات اور دیگر اسباب اُٹھا کر پہنچاتا اور وہاں پہنچاتا جہاں وہ چاہتے تھے اور اسی وقت سے یہ بھی ہو گیا کہ نور و ظلمت سکندر کے قبضے میں ہو گئے کہ جہاں وہ جانا چاہتے تھے تو نور آگے آگے ہوتا اور پھر انہیں اور ان کے لشکر ظلمات ڈھانپ لیتی تھی۔

ثانی ذوالقرنین

یہ دوسرا ذوالقرنین روم کا باشندہ تھا اسی وجہ سے رومی سن لکھا جاتا ہے جیسے حضور اکرم ﷺ کی ہجرت کی وجہ سے سن ہجری لکھا جاتا ہے۔ یہ پہلے ذوالقرنین سے بڑے عرصۂ دراز کے بعد پیدا ہوا ان کے مابین دو ہزار سال سے بھی زائد کا فاصلہ ہے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تین سو سال پہلے ہو گزرا ہے اس کے وزیر کا نام ارسطا طالیس (ارسطو) فلسفی تھا۔

دارا سے اس نے جنگ کی تھی اور فارس کے بادشاہوں پر بھی اس نے قبضہ جمایا تھا لیکن تھا وہ کافر اس کی عمر صرف چھتیس سال تھی۔

فائدہ

قرآنِ مجید میں جس ذوالقرنین کا ذکر ہے اس سے پہلا ذوالقرنین مراد ہے نہ کہ یہی جو کافر تھا بہت سے لوگ بلکہ علماء اس میں غلطی کا شکار ہیں۔

تشنہ ہوں شربت دیدار پلا دیجئے مجھے
آئینہ طلعت انور کا بنا دیجئے مجھے
مردہ ہوں آپ مسیحا ہیں جلا دیجئے مجھے
وہ جمالِ رُخِ پرنور دکھا دیجئے مجھے
دونوں عالم میں نہ جس کا کوئی ہمسر نکلا

حل لغات

تشنہ، پیاسہ، خواہش مند۔طلعت، چہرہ، رخ۔جلا (بکسر الجیم) از جلانا، زندہ کرنا۔ہمسر، برابر، ہم چشم۔

خلاصہ

میں پیاسا ہوں شربت دیدار پلا دیجئے۔رُخ انور کا آئینہ مجھے بنائیے آپ مسیح ہیں اور میں مردہ ہوں مجھے زندگی عطا فرمائیے اس رُخِ پرنور کا جمال دکھا دیجئے جس کا دونوں جہانوں میں ہمسر نہیں۔

صدقے اس غالیہ مُو پہ ہوں ہر حور کے بال
کیا یہ خوشبو ہے کہ نافہ کو ہوا مشک و بال
عطر بیزی میں ہے یہ زلفِ معنبر کو کمال
وصف گیسوئے نبی کا بندھا دل میں خیال
شعر جو نکلا دہن سے وہ معطر نکلا

حل لغات

غالیہ، خوشبو مشہور ہے۔نافہ، مشک کی تھیلی جو ایک قسم کے ہرن کے پیٹ سے نکلتی ہے۔

خلاصه

آپ کے اس خوشبودار گیسو پہ ہرحور کے بال قربان ہوتے ہیں یہ کیسی عجب خوشبو ہے کہ الٹا نافہ کو اپنا مشک وبال محسوس ہوتی ہے۔عطر بکھیرنے میں زلف عنبرین کو یہ کمال حاصل ہے کہ نبی پاک ﷺ کے گیسو مبارک کے لئے جونہی تعریف کرنے کا خیال دل میں آیا تو جو شعر بھی میرے منہ سے نکلا وہ معطر ہو کر نکلا۔

رنگ آمیزی الفت کا یہ فیضان ہوا
عمر بھر سینہ مرا گلشن فردوس رہا
واہ رے جوش اثر بعد فنا بھی نہ گیا
رخِ رنگین محمد (ﷺ) کا جو شیدائی تھا
میری تربت پہ بھی نخلِ گل احمر نکلا

خلاصه

الفت مصطفیٰ ﷺ کی رنگ آمیزی یہ فیضان ہوا کہ عمر بھر میرا سینہ فردوس کا گلشن رہا۔جوشِ اثر کا کیا کہنا کہ فنا کے بعد بھی ختم نہ ہوا چونکہ میں رنگین رُخِ مصطفیٰ ﷺ کا شیدائی تھا اس لئے میری قبر پر گلِ سُرخ کا کھجور اُگ آیا۔

ہے رضا گرچہ سیہ کار سراپا قاسم
نعت احمد ہے مگر اس کا وظیفہ قاسم
ایک مصرعہ بھی گر آقا کو خوش آیا قاسم
حشر کے روز اُٹھے شور عجب کیا قاسم
قبر سے دیکھو وہ مداح پیمبر نکلا

خلاصه

اے قاسم اگر چہ رضا (امام اہل سنت) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیہ کار تھا لیکن اے قاسم نعت احمد مصطفیٰ ﷺ اس کا وظیفہ ہے۔ایک مصرعہ بھی اگر آقا کریم ﷺ کو بھا گیا تو اے قاسم روزِ محشر عجیب شوروغل اُٹھے گا کہ لو دیکھو قبر سے مصطفیٰ ﷺ کا نعت خواں نکلا ہے۔

شرح

اس مضمون میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے رسول اللہ ﷺ کے فضائل و کمالات بیان فرمائے ہیں کہ گنہگاری اپنے مقام پر لیکن اگر مصطفیٰ کریم ﷺ کی مدح سرائی کا صلہ اور انعام اللہ تعالیٰ سے نصیب ہوگا اور خوب۔

نعت

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا

ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا

تجھے حمد ہے خدایا

شرح

اے حبیب خدا ﷺ آپ کو آپ کے پروردگار نے سراپا کرم ہی کرم بنایا ادھر ہمیں حکم فرمایا ہے کہ بھیک مانگنے والو میرے محبوب کریم ﷺ کے آستانہ پر حاضری دو وہاں تجھے سب کچھ مل جائیگا۔ اے خداوند قدوس تیرا لاکھ شکر ہے اور بے شمار تیری حمد ہے کہ تو نے ایسے سخی داتا کریم ﷺ کا آستان بتایا کہ وہ عطاؤں سے جھولیاں بھر کر دیتا ہے پھر خود کہتا ہے

منگتے کا بھلا ہو

اس شعر میں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے تو دوسری طرف بھرپور مدحِ مصطفیٰ ہے (ﷺ) اس میں دو باتیں اور بھی ہیں۔

(۱) اللہ نے منگتوں کو درِ رسول ﷺ پہ حاضری کا حکم دے کر اشارہ فرمایا

دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

(۲) آپ (ﷺ) ہمہ تن کرم ہیں کہ دیتے نہیں تھکتے تا حال آپ کی عطاء کے دھارے چل رہے ہیں۔ ان تمام امور کو کہاں اور کیسے بیان کروں۔ چند جملے عرض کردوں

درِ رسول ﷺ منگتوں کا مرکز

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝ (پارہ ۵، سورۃ النساء آیت ۶۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

فائدہ

وصال کے بعد تا حال وہی حال ہے جو ازل سے ابد تک رہے گا۔ چنانچہ آیت سے معلوم ہوا کہ بارگاہ الٰہی میں رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ اور آپ کی نگاہ کرم حاجت براری کا ذریعہ ہے۔ سید عالم ﷺ کی وفات شریف کے بعد اعرابی روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور روضۂ شریف کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے "وَ لَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا" میں نے بیشک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی۔ حضرت امام قسطلانی شارحِ بخاری نے مواہب لدنیہ و دیگر محدثین نے اس واقعہ کو بیان فرمایا۔

ہمہ کرم ﷺ

مواہب لدنیہ شریف میں ہے

فهو ﷺ وإن تأخرت طينته، فقد عرفت قيمته، فهو خزانة السر، وموضع نفوذ الأمر، فلا ينفذ أمر إلا منه، ولا ينقل خيراً الا عنه

یعنی نبی پاک ﷺ خزانہ رازئے الٰہی و جائے نفاذ امر ہیں کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور اکرم ﷺ سے اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور اکرم ﷺ کی سرکار سے۔ اس عقیدہ کی پختگی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تھی۔

واقعہ ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ اس شرح میں بار بار لکھا جا چکا ہے ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت ربیعہ کو جنت عطا فرما رہے ہیں، مالک جنت ہیں تو انہیں "او غیر ذلک" فرماتے ہیں اس لئے جنت وہی دے سکتا ہے جو مالک ہو یا مالک کی طرف سے ماذون و مختار ہو۔

نکتہ عجیبہ

جب دریائے رحمت جوش میں آیا تو حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے فرمایا "سل" (مانگ) لفظ "سل"

کی عظمت ورفعت اور عموم واطلاق پر غور کیجئے۔شہنشاہ کونین کس بے نیازی سے فرمارہے ہیں کہ"ربیعہ مانگو" یہ نہیں فرماتے کہ فلاں چیز مانگو بلکہ ارشادہوتا ہے جو جی میں آئے مانگو کیونکہ لفظ "سل" میں عموم واطلاق ہے اور اتنا بڑا عظیم دعویٰ وہی کرسکتا ہے جس کے قبضہ قدرت میں ساری خدائی ہو۔پھر ربیعہ کے مانگ لینے پر حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ربیعہ کچھ اور بھی مانگ لو جو اس امر پر دال ہے کہ جنت ہی کیا ہم ہر چیز عطا فرماتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ہر چیز وہی دے سکتا ہے جو ہر چیز کا مالک ہو۔

منگتا تو ہے منگتا کوئی شاہوں میں دکھادو　　　جس کو میری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں

از اطلاق سوال کرد کہ فرمودہ کہ سل بخواہ وتخصیص نکرد مطلوبے خاص معلوم مے شود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت او است ہرچہ خواہد وہر کہ خواہد پروردگار خود بدہد۔(اشعۃ اللمعات)

کہ حضور اکرم ﷺ نے کسی خاص چیز کے مانگنے کا نہ فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ کارخانۂ الٰہیہ کی باگ ڈور حضور کے دست اقدس میں ہے آپ جسے چاہتے ہیں جو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔

بلکہ آپ کی شان تو یہ ہے کہ

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا　　　خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

تمہیں حاکم برایا تمہیں قاسم عطایا

تمہیں دافع بلایا تمہیں شافع خطایا

کوئی تم سا کون آیا

حل لغات

برایا، بریت (بفتح الباء وکسر الدال وتشدید الباء) کی جمع ہے،مخلوق۔عطایا،عطیہ کی جمع ہے۔ بلایا، بلیہ کی جمع۔ خطایا، خطیئۃ کی جمع۔سا،جیسا۔

شرح

اے حبیب خدا ﷺ آپ ہی تمام مخلوق کے حاکم اور اللہ کی تمام عطاؤں کے قاسم اور آپ ہی آفات وبلیات کے

دافع، آپ ہی خطاؤں کی بخشش کے شفاعت کنندہ ہیں۔ آپ جیسا نہ کوئی پہلے آیا نہ بعد کو آنے کا امکان ہے۔

اس شعر میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے حضور اکرم ﷺ کی متعدد صفات گنائی ہیں۔

(۱) خلق کے حاکم (۲) عطاؤں کے قاسم (۳) دافع البلاء (۴) شافع روزِ جزاء (۵) بے مثل اور بے نظیر۔

ہر ایک کے لئے دفاتر بھرنے کو جی چاہتا ہے لیکن تبرکاً ایک صفت کریمہ کے لئے چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

خلق کے حاکم

اللہ نے فرمایا

فَلا وَ رَبِّکَ لا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (پارہ ۵ سورۃ النساء، آیت ٦٥)

تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

یعنی جب تک آپ کے فیصلے اور حکم کو صدق دل سے نہ مان لیں مسلمان نہیں ہو سکتے۔ سبحان اللہ اس سے رسول اللہ ﷺ کی شان معلوم ہوتی ہے۔

شانِ نزول

پہاڑ سے آنے والا پانی جس سے باغوں میں آب رسانی کرتے ہیں اس میں ایک انصاری کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے جھگڑا ہوا معاملہ سید عالم ﷺ کے حضور پیش کیا گیا حضور نے فرمایا اے زبیر تم اپنے باغ کو پانی دے کر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو یہ انصاری کو گراں گزرا اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ باوجودیکہ فیصلہ میں حضرت زبیر کو انصاری کے ساتھ احسان کی ہدایت فرمائی گئی تھی لیکن انصاری نے اس کی قدر نہ کی تو حضور صلی ﷺ نے حضرت زبیر کو حکم دیا کہ اپنے باغ کو سیراب کر کے پانی روک لو انصافاً قریب والا ہی پانی کا مستحق ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی لئے علماءِ کرام رحمہم اللہ نے فرمایا شفاء شریف میں ہے جو رسول اللہ ﷺ کو اپنا مالک (حاکم) نہیں مانتا وہ حلاوۃ نہ چکھے گا۔

قاسم العطایا

صحیح بخاری شریف میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

انما انا قاسم و الله یعطی بیشک اللہ دینے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں۔

فائدہ

علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ کسی چیز کی تخصیص نہ فرمائی یعنی کوئی نعمت ہو اللہ ہی دیتا ہے اور وہ حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک سے ملتی ہے کیا ہی خوب فرمایا

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

دافع البلایا ﷺ

اس موضوع پر امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تصنیف لطیف ''الامن والعلی'' خوب ہے۔اہل انصاف سے عرض ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دافع البلیات ہونے میں کیا شبہ ہے جبکہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے دنیا پر بالخصوص عرب میں کیسی کیسی بلائیں مسلط تھیں انہیں آکر دفع کس نے کیا اگر چہ حقیقی دافع البلایا اللہ ہے لیکن اس کے سبب تو حضور ہیں اگر اصل کے بجائے مجازاً سبب کو دافع البلایا کہا جائے تو کون سا حرج ہے جبکہ ایسے مجازات قرآن مجید اور احادیث مبارکہ اور عرف و عام و خاص میں بیشمار ہیں۔

عرب پر مسلط بلاؤں کا مختصر جائزہ

ذرا ایک ہزار چار سو برس پہلے کی تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھو تو آپ پر منکشف ہوگا کہ اُس وقت دنیا میں نہ کوئی اعلیٰ درجہ کا تمدن تھا نہ کوئی قانون تھا، آئے دن خونریزیاں ہورہی ہیں، انسانی جان کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی جس کا جس پر بس چلتا اسے تہ تیغ کر دینے سے گریز نہ کرتا، معمولی سی بات سے ان کے درمیان صدیوں لڑائی کا بازار گرم رہتا، اخلاق و تہذیب کی ان کو ہوا تک نہ لگی تھی، ان کے مابین حلال وحرام کی کوئی تمیز باقی نہیں رہی تھی، لوگ ایک دوسرے کے سامنے بے تکلف ننگے ہو جایا کرتے، عورتیں تک ننگا طواف کرتیں، جہالت کی یہ کیفیت کہ ساری قوم پتھر کو پوجتی، راہ چلتے میں کوئی چمکتا پتھر مل جاتا تو اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے، کفر و شرک کی دنیا ان ہی میں سمٹ آئی تھی، ہر طرف اندھیر نگری تھی غرضیکہ دنیا کی کوئی بُرائی ایسی نہ تھی جو ان میں پائی نہ جاتی ہو قرآن مجید اس دور کا نقشہ اپنے الفاظ میں یوں کھینچتا ہے

وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ○ (پارہ ۴، سورۂ آل عمران، آیت ۱۶۴)

اور وہ ضرور اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔

اسے حفیظ جالندھری اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں

اندھیرا چھا چکا جب ظلم کا دنیائے ہستی پر — ہوا شیطان مسلط گرا انسان پستی پر

پہاڑوں پر چڑھا اور دنیا پر اک نظر ڈالی — نظر آیا اسے ہر دل کہ تھا ایمان سے خالی

ہزاروں بلاؤں سے ایک دو بلاؤں کا ذکر ہوتا ہے۔

ایک بلاء کا ذکر

عرب میں لڑکیوں کو زندہ در گور کر دینے کا رواج زمانہ قدیم سے کئی وجوہ سے رائج ہو گیا تھا۔ ایک لڑکی صرف اس لئے زندہ در گور کر دی جاتی کہ وہ جب بڑی ہو گی تو اسے بیاہنا پڑے گا اور اس طرح ان کا کوئی داماد بن جائے گا۔ سنن دارمی کے پہلے باب میں منقول ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت میں جہالت سے پہلے کا واقعہ بیان کر رہا ہے کہ یارسول اللہ ﷺ میری ایک بیٹی تھی جو مجھ سے بہت مانوس تھی جب میں اس کو بلاتا تو وہ دوڑ کر میرے پاس آتی ایک روز میں نے اسے بلایا اور اپنے ساتھ لے کر چل دیا۔ راستہ میں ایک کنواں آیا میں نے اسے پکڑ کر کنویں میں گرا دیا آخری آواز جو اس کی میرے کانوں آئی وہ تھی

یا ابتاہ ادرکنی — اے ابا جان مجھے بچا لیجئے

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ قرآن مجید بھی ان کے اس رسم و رواج کو رونگٹے کھڑے کر دینے کے الفاظ میں ذکر فرماتا ہے

وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ (پارہ ۳۰، سورۃ التکویر، آیت ۸، ۹)

اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی۔

غرضیکہ بے دینی کے سیلاب نے پوری دنیائے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اس وقت کسی ایسے داعی حق اور منادی صادق کی ضرورت تھی جو ان تاریکیوں کو نور کے اجالا سے اور خزاں کو بہارِ جانفزا سے، ظلم و تشدد کو رحم و عدل سے اور زندگی کی شب تاریک کو صبح کی روشنی سے بدل دے۔ بالآخر وہ نبی آخر الزمان، شہنشاہ کون و مکاں، آقائے نامدار، مدنی تاجدار، حضور پُرنور، شافع یوم النشور، آمنہ کے راج دلارے، انسانیت کے آخری سہارے، جن کی آمد کی پیشینگوئیاں جناب آدم صفی اللہ علیہم السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جملہ انبیائے کرام اپنے اپنے اوقات میں دیتے چلے آئے تھے

وہ دن آئے کہ پورے ہوگئے تورات کے وعدے — خدا نے آج پورے کردیئے ہر بات کے وعدے
جہاں تاریک تھا ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا — کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

دوسری بلا

عرب والے صدیوں سے ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے اور ایک دوسرے کو دیکھنا تک گوارا نہ کرتے تھے حضور اکرم ﷺ نے ان کے دلوں میں ایسی محبت و الفت کی روح پھونکی کہ وہ ایک دوسرے سے لمحہ بھر جدائی کا تصور نہیں کرسکتے تھے وہ جو حضور اکرم ﷺ کے ازلی اور ابدی دشمن تھے لیکن جب انہیں حضور اکرم ﷺ کے صدقے دولت ایمان حاصل ہوئی تو پھر اپنا تن من دھن سب کچھ حضور اکرم ﷺ پر نچھاور کرنے سے رتی بھر ہچکچاتے نہیں تھے۔

فائدہ

اسی طرح ایسی رذیل اور ذلیل بے شمار بلاؤں کو حضور اکرم ﷺ نے تشریف لے کر دفع فرمایا۔

شفیع الخطایا ﷺ

حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کا انکار سوائے خوارج، معتزلہ اور نجدیہ وہابیہ کے کسی کو نہیں۔

مسلم شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا

یرھب الی الخلق کلھم حتی ابراھیم. (مسلم شریف صفحہ ۲۷۳)

تمام مخلوق میری طرف رجوع کریگی یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا — ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی (ﷺ)

جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائیگا تو ان کے درمیان فیصلہ کیا جائیگا اور جب رب کریم فیصلے فرمائے گا تو مومن کہیں گے اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان بے شک فیصلہ تو فرمادیا اب دربارِ خداوندی میں ہماری سفارش کون کریگا بعض ان میں سے کہیں گے کہ آدم علیہ السلام کی طرف چلو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ید قدرت سے بنایا ہے اور ان سے ہم کلام بھی ہوا۔ پس حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے ہمارے درمیان ہمارے رب نے فیصلہ فرمادیا اور فیصلے سے فارغ ہوگیا اب آپ ہماری سفارش فرمائیں وہ فرمائیں گے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر مومن حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے حضرت ابراہیم ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور وہ ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جانے کو کہیں گے جب تمام لوگ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے میں تمہیں نبی امی عربی (ﷺ) کے پاس بھیجتا ہوں چنانچہ سب مومن میرے پاس آئیں گے تو مجھے اللہ تعالیٰ مجھے اجازت دے گا کہ میں دربارِ خداوندی میں کھڑا ہو جاؤں میری مجلس خوشبو سے بے حد معطر ہو جائے گی یہاں تک کہ رب کریم کے دربار میں آؤں گا پھر میں سفارش کرونگا۔

کوئی تم سا کون

پہلی تمام صفات اسی دعویٰ کی دلیل تھیں کہ کوئی تم سا اور کوئی نہیں۔

نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دوکانِ آئینہ ساز میں

جگر مراد آبادی نے کہا ہے

اے مثل تودر جہاں نگارے	یزداں دگر نہ آفریدہ
اے آنکہ برامتزاج کامل	درجملہ برصفات برگزیدہ
تو پر تو حسن ذاتِ ازل	یک شمہ بہ دگراں رسیدہ
کے عقل تواں رسید بہ پایاں	ہم عشق ہنوز نا رسیدہ
لولاک لما خلقت الافلاک	درمدح تو جانِ ہر قصیدہ
اے اسم تو حرز جاں عشاق	اے ذکر تو قطب نوردیدہ

(۱) اے حبیب خدا ﷺ آپ جیسا اللہ تعالیٰ نے دوسرا پیدا ہی نہیں فرمایا۔

(۲) اے حبیب خدا ﷺ امتزاج کامل کے ساتھ آپ تمام برگزیدہ صفات سے موصوف ہیں۔

(۳) ذات حق کا پرتو کامل آپ ہیں دوسروں کو اس میں سے صرف ایک جھلک نصیب ہوئی۔

(۴) عقل انتہا تک کب پہنچ سکتی ہے جب عشق بھی تا حال نہیں پہنچ سکا۔

(۵) "لولاک لما خلقت الافلاک" (اگر آپ نہ ہوتے تو افلاک بھی پیدا نہ کرتا) آپ کی مدح میں وہ جملہ ہے جو ہر قصیدہ کی جان ہے۔

(۶) اے حبیب خدا ﷺ آپ کا اسم گرامی عشاق کی حرزِ جان ہے اور آپ کا ذکر ہر آنکھ کا قطب ہے۔

وہ کواری پاک مریم وہ نفخت فیہ کا دم
ہے عجب نشانِ اعظم مگر آمنہ کا جایا
وہی سب سے افضل آیا

حل لغات

کواری (ہندی) بن بیاہی لڑکی، کنیا۔ ''نَفَخْتُ فِیْهِ''میں نے اس میں پھونکا، دم

شرح

وہ کواری پاک بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی شان والی اور وہ ذاتِ اقدس ''وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ'' کی شان والے ہیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام۔ یہ دونوں بہت بڑے عظیم الشان والے ہیں لیکن بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جایا سید الرسل ﷺ کی شان نرالی۔ یہ دونوں کیا ہیں آپ ﷺ سب سے افضل ہیں۔

اس موضوع کو سمجھنے کے لئے امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ''تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ﷺ'' خوب ہے۔

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں حضور اکرم ﷺ ''افضل الرسل'' ہیں اور سید اولین وآخرین ہیں ''قائد العالمین'' اور ''امام الانبیاء'' ہیں ''سید المرسلین'' بھی ہیں اور ''رحمۃ للعالمین'' بھی ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ''افضل المحبوبین'' اور ''خاتم النبیین'' ہیں آپ ''امام الانبیاء'' بھی ہیں اور ''سالار الرسل'' بھی ہیں۔ ان صفاتِ عالیہ اور خطاباتِ مقدسہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہزاروں القابات سے نوازا ہے اور ان خطابات اور القابات کی قرآن گواہی دیتا ہے اور احادیث نبویہ تفصیل بیان کرتی ہے مگر بعض لوگ مقامِ مصطفیٰ سے ناآشنائی کی وجہ سے ایسے عظیم القابات سے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہیں، سوالات اُٹھاتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سید المرسلین کے القاب سے نوازا ہے۔

سابقہ ڈیڑھ سو سال سے برصغیر پاک و ہند کے بعض برخود غلط ''اہل علم'' نے یہ روش اختیار کر لی ہے (الحمد للہ اب یہ روش ختم ہوتی جارہی ہے) کہ حضور ﷺ کی عظمت و جلالت کی جہاں بات ہو وہاں ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' کہہ کر حضور اکرم ﷺ کے ذکر و مقام کا قصہ مختصر کر دیا جائے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جہاں ان بزرگوں کا قصہ مختصر ہوتا ہے وہاں سے ہمارے نبی ﷺ کی شان وشوکت کے ذکر کا آغاز ہوتا ہے صحابہ کرام سے لے کر آج تک کے صالحین امت نے

حضور اکرم ﷺ کو جن الفاظ اور انداز سے ''سید المرسلین'' تسلیم کیا ہے وہ ایسے الفاظ ہیں جنہیں فرشتے چومتے ہیں، اہل محبت پڑھ کر جھومتے ہیں، صدیاں گزر گئیں، عمریں بیت گئیں، دفتر ختم ہو گئے، زبانیں خشک ہو گئیں، ہاتھ رک گئے، قلمیں ٹوٹ گئیں مگر حضور کی ''سید المرسلین'' کے چھلکتے ہوئے ناپید اکنار سمندروں سے ایک قطرے کا بیان مکمل نہ ہو سکا۔

دفتر تمام گشت به پایاں رسیدعمر   ماهمچناں در اول وصف تو مانده ایم

قرآن کی آیات اور احادیث نبویہ جن میں حضور کو سید المرسلین کہہ کر پکارا گیا ہے وہ زیر مطالعہ کتاب کے صفحات کی سطر سطر پر درخشاں ہیں مگر کتاب کے ورق الٹنے سے پہلے ہم یہاں صالحین امت کے چیدہ چیدہ جملے پیش کر کے قارئین کے دل و جان کو وہ غذا بہم پہنچانا چاہتے ہیں جس کی تمنا عرشِ علاء کے زیر سایہ فرشتوں کے دلوں کو بھی تڑپائے رکھتی ہے اور جو اہل محبت کا وظیفہ دل و جان ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ (شہید ۸ھ) حضور کے عزیز بھی ہیں اور پیارے صحابی بھی وہ اپنے آقا کو ''خیر مولود من البشر'' تمام انسانوں سے جن میں (تمام انبیاء و رسل شامل ہیں) افضل قرار دیتے ہوئے اعلان کرتے ہیں

روحی الفداء لمن اخلاقه شهت   بانه خير مولود من البشر

آپ کے والد مکرم کی قبر دنیا بھر کی قبروں سے اعلیٰ ہے کیونکہ اس میں وہ رسول آرام فرما ہیں جو تمام انسانوں کے جسموں اور لباس سے افضل ترین ہیں۔

فيها خير من ضم الجواغ والجشا   ويا خير ميت ضمة التراب والثرى

آج تک جتنے انسانوں کے بدن اور لباس کائنات میں تخلیق ہوئے ہیں ان میں سے بہترین بدن اور لباس آپ کا ہی ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کو ''رحمۃ للعالمین'' اور ''شفیع المذنبین'' کہہ کر فریاد کرتے ہیں

يا رحمة للعالمين انت شفيع المذنبين   اكرم لنا يوم الخزلن فضلا وجوناوالكرم

یارحمت للعالمین یاشفیع المذنبین آپ قیامت کے دن ہمارے لئے فضل، سخاوت اور کرم کے دریا بہا دیں گے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری دیتے ہوئے آپ کو ''سید السادات'' کہہ کر مخاطب کرتے ہیں

یاسید السادات جئتک قاصدا ارجو رضاک واحتمی بحمال

اے سرداروں کے سردار، اے سیدوں کے سید میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں آپ کی پناہ کا طلبگار ہوں آپ کی رضا کا اُمیدوار ہوں۔

واللہ یا خیر الخلائق ان لی قلبا مشوقا لا یروم سواک

اللہ کی قسم! آپ خیرالخلائق ہیں میرا دل صرف آپ کی محبت سے لبریز ہے میں آپ کے سوا کسی کا طالب نہیں ہوں۔

حضرت خواجہ سنائی (م ۵۲۵ھ) حضور کو دو جہاں کی پشت و پناہ قرار دیتے ہوئے ''سالارِ فرزنداں آدم'' کہتے ہیں

زهی پشت وپناه هردوعالم سروسالار فرزندان آدم

حضرت نظامی گنجوی (م ۶۰۲ھ) حضور اکرم ﷺ کو سپہ سالار خیل انبیاء کہہ کر ہدیۂ تحسین پیش کرتے ہیں

سروسرهنگ میدان وقارا سپه سالا ر خیل انبیاء را

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۶۳۲ھ) فرماتے ہیں

گرچه بصورت آمدی بعد از همه پیغمبران بمعنی بودۂ سرخیل جمله انبیاء

یارسول اللہ ظاہر طور پر اگر چہ آپ تمام انبیاء کے بعد دنیا میں تشریف لائے ہیں مگر حقیقت میں آپ تمام انبیاء کے سرخیل ہیں۔

حضرت خواجہ فرید الدین عطار (م ۶۲۷ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیشاپوری اپنے وقت کے بہت بڑے ولی اللہ اور معروف شاعر تھے۔ آپ حضور کو ''نورِ عالم'' اور ''رحمۃ للعالمین'' کہہ کر پکارتے ہیں

آفتاب شرع دریائے یقین نورِ عالم رحمت للعالمین

خواجه کونین سلطان همه آفتابِ جان وایمان همه

نور تو مقصود مخلوقات بود اصل معلومات وموجودات بود

شیخ اکبر حضرت ابوبکر محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ) فلسفہ وحدت الوجود کے عظیم ترجمان تھے حضور کو دو جہاں کا فرمانروا اور سردارِ کُل کہہ کر مخاطب کرتے ہیں

الا بابی من کان ملکاً وسیدا وادم بین الماء الطین واقف

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تو اُس وقت بھی کائنات کے مالک، سردار اور سید تھے جب آدم علیہ السلام ابھی

پانی اور مٹی میں حیاتِ دنیوی کے منتظر تھے۔

حضرت شمس الدین تبریزی (م ۶۵۳ھ) مولانا روم کے پیرو مرشد تھے کیا خوب لکھتے ہیں

اے سروراں راتوسند شماراں رازاں عدد　　　دانی سراں راھم بوداندر تبع وبنالها

یا رسول اللہ آپ سرداروں کی سند ہیں، آپ کی ذات سے اعداء کی گنتی شروع ہوتی ہے، آپ کے نقشِ قدم پرتو کائنات کے سردار اور انبیاء کے قدم قدم چلتے ہیں۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی (م ۶۷۲ھ) حضور کی بارگاہ میں یوں لب کشائی کرتے ہیں

سیلو سرور محمد نور جهاں　　　بهتر ومهتر شفیع مذنباں

حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی (م ۶۹۱ھ) عاشق رسول بھی تھے اور شاعر باکمال بھی تھے یوں نغمہ سرا ہوتے ہیں

حبیب خدا اشرف انبیاء　　　که عرش مجید ش بود متکا

اپنے ایک دیوان میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں

توریت که بر موسیٰ وانجیل به عیسیٰ　　　شد محو بیك نقطۂ فرقان محمد

از بهر شفاعت چه اولوالعزم چه مرسل　　　درحشر زند دست بداماں محمد

میدانِ حشر میں اولوالعزم انبیاء اور مرسلین حضور ﷺ کے دامن شفاعت تک ہاتھ پھیلائیں گے۔

جبریل علیہ السلام شب معراج کو حضور اکرم ﷺ کے رفیق سفر ہیں سدرۃ المنتہٰی پر رک جاتے ہیں۔ سعدی شیرازی کس انداز سے حضور اکرم ﷺ کو "سالارِ بیت الحرام" کہہ کر بیان کرتے ہیں

بلو گفت "سالار بیت الحرام"　　　که اے حامل وحی برتر خرام

حضور اکرم ﷺ ہی سالارِ بیت الحرام (بیت المقدس) تھے اور حضور ہی امام الانبیاء سابقین تھے۔

حضرت شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۶۹۶ھ) صاحب قصیدہ بردہ میں حضور اکرم ﷺ کو "سید الکونین والفریقین من عرب و من عجم" کہہ کر ایک قصیدہ کا آغاز کرتے ہیں۔

وفاق النبین فی خلق وفی خلق　　　ولم یدانوه وعلم ولا کرم

وکلهم من رسول الله ملتمس　　　غرمانی البحراورشفا من الدیم

آپ صورت وسیرت میں تمام انبیاء پر فوقیت رکھتے ہیں علم ہو یا کرم کوئی بھی آپ سے ہم سری نہیں کرسکتا۔ تمام انبیاء و رسل جھولیاں پھیلا کر حضور اکرم ﷺ کے دریائے کرم سے ایک چلو اور آپ کے ابر رحمت سے ایک ایک قطرے کی بھیک مانگتے ہیں۔

حضرت بوعلی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۷۲۴ھ) کس انداز سے جھولی پھیلاتے ہیں

اے ثنایت رحمت للعالمین　　یك گدائے فیض تو روح الامین

خلق را آغاز وانجام از تو هست　　اے امام اولین و آخرین

حضرت امیر خسرو دہلوی (م ۷۲۵ھ) حضور کو رسالت کی انگوٹھی کا نگینہ قرار دیتے ہیں

رسل را ذات تست آں خاتم چست　　که قرآن آمده نقش نگینش

حضرت شیخ عراقی (م ۶۸۸ھ) لکھتے ہیں

مقصد و مقصود و آخر و اول　　اولین خلق و آخرین مرسل

حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی (م ۸۹۸ھ) کی التماس سنئے

یاشفیع المذنبین بار گناه آورده ام　　بر درت ایں بار باپشت دوتا آورده ام

حاجی جان محمد قدسی (م ۱۰۵۶ھ) اپنی مشہور نعت ”مرحبا سید مکی مدنی العربی“ میں ایک شعر لاتے ہیں

نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را　　برتر از عالم و آدم توچه عالی نسبی

بنی آدم کو آپ کی ذات سے کیا نسبت ہے آپ تو عالم و آدم سے بلند تر عالی نسب ہیں۔

میر حسن دہلوی (م ۱۲۰۱ھ) کس سادگی سے لکھتے ہیں

کیا حق نے نبیوں کا سردار اسے　　بنایا رسالت کا حقدار اسے

نبوت جو کی حق نے اس پر تمام　　لکھا ”اشرف الناس“ ”خیر الانام“

مولانا فضل حق خیرآبادی (م ۱۲۷۸ھ) آزادی وطن کے راہنما بھی تھے اور عاشق رسول ﷺ بھی۔ انہوں نے عربی زبان میں ایک زبردست قصیدہ ہے جس کا مطلع یوں ہے

فلا ملا ذ اسوی خیر الوری جمعا　　فی الخلق و الخلق و الاحسان و الجواد

آپ کے سوا اللہ کی ساری مخلوق میں، خلق میں، احسان میں اور سخاوت وبخشش میں حضور سے کوئی شخص بہتر نہیں ہوا۔

فاق النبیین طرا فی الکلام وفی — الجمال والغرم والاجمال والسود

وہ تمام انبیاءکرام پر اپنے کمالات اپنے حسن و جمال اپنے عزم و استقلال اور اپنی سرداری اور بلند اخلاق میں فوقیت رکھتے ہیں۔

بہادر شاہ ظفر مغل خاندان کے آخری شہنشاہ تھے انہیں ۹۷۲اھ میں رنگون کے قید خانے میں انگریزوں نے قتل کرا دیا تھا۔آپ لکھتے ہیں

اے سرورِ دو کون شہنشاہ ذوالکرم — سرخیل مرسلین وشفاعت گرامم

توتھا سریر اوج رسالت پہ جلوہ گر — آدم جہاں ھنوز پس پردہ عدم

سابقہ صفحات میں ہم نے چند صالحین امت اور عاشقانِ رسول کے اقوال اور اشعار نقل کیے ہیں جو سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو "سید الرسل" تسلیم کرنے کا اعلان ہے یہ چند اقوال پاکان امت کی فصاحت و بلاغت کے سمندروں کی موجوں کا ایک قطرہ ہے۔ یہ عاشقانِ رسول کے بیابان محبت کا ایک ذرہ ہے، یہ محبانِ رسول کے عالم نور کی ایک کرن اور عارفانِ مقامِ مصطفیٰ کے گلستان محبت کا ایک غنچہ ہیں ورنہ ہزاروں نہیں لاکھوں اہل علم وایمان نے حضور اکرم ﷺ کے حضور میں اظہارِ عقیدت فرمایا ہے۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے

سبھی میں چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا

تجھے یک نے یک بنایا

حل لغات

سدرہ والے، جبریل علیہ السلام۔ تھالے، تھال کی جمع، پیتل کی بڑی رکابی، یہاں جملہ عالم مراد ہے۔ چھان ڈالنا، ڈھونڈ ڈالنا، دیکھ ڈالنا۔ پایہ (فارسی) مرتبہ، درجہ۔

شرح

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی جملہ عالم تمام باغات میں دیکھ ڈالے لیکن اے حبیب کبریا ﷺ آپ کے مرتبہ کا مجھے نہ ملا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) جیسا دوسرا اور بنایا ہی نہیں۔

یہ اس مشہور کلام فارسی کا ترجمہ ہے

آفاقھا گردیدہ ام مہرِتبان ورزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن توچیزے دیگری

میں نے جملہ آفاق چھان ڈالے بہت بڑے بڑے محبوبوں کے ہاں مدتہا پھرا ہوں، بڑے حسین وجمیل دیکھے لیکن اے حبیب خداﷺ آپ کی تو شان ہی نرالی ہے۔

فاذا فرغت فانصب یہ ملا ہے تجھ کو منصب

جو گدا بنا چکے اب اُٹھو وقت بخشش آیا

کرو قسمت عطایا

حل لغات

”فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ “تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو۔ منصب، مرتبہ، درجہ۔ قسمت، حصہ، تقسیم کیا ہوا، نصیب، بھاگ۔ عطایا، عطیہ کی جمع، عطا، بخشش، عنایت۔

”فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ “ کا آپ کو مرتبہ ملا۔ ہمیں آپ کا خود اللہ تعالیٰ نے گدا گر بنایا اب اُٹھو کہ بخشش کا وقت آ گیا ہے ہم غریبوں پر عطائیں تقسیم کرو۔

شرح

سورہ الانشراح کی آیت ”فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ“ کا آپ کو عہدہ منجانب اللہ عطا ہوا ہے ادھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کا گدا بنایا ہے چنانچہ فرمایا

وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○ (پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ، آیت ۱۰) اور منگتا کو نہ جھڑکو

تو اب بخشش کا وقت آ گیا ہے فلہٰذا آپ اُٹھ کر عطیہ ہائے خداوندی ہم پر تقسیم فرمائیں۔

”فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ “ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے فرمایا کہ جب نماز سے فراغت پاؤ تو دعا میں محنت کرو یہ اعزاز سرورِ دو عالمﷺ کو عطا ہوا کہ اللہ تعالیٰ خود ہی دعا کا حکم فرما رہا ہے اور ہمیں گدا فرمایا ”وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ“ اس سے گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو کُلی اختیار کا اشارہ فرما دیا کہ آپ جس کے لئے مانگتے جائیں آپ کو کوئی ممانعت نہیں آپ سوال (مانگنے میں) مختار ہیں۔ اسی لئے امام احمد رضا قدس سرہ غلامانہ حجت کر کے عرض کرتے ہیں حضور جب دونوں باتیں اب موجود ہیں تو پھر اُٹھ کر ہمیں ہماری قسمت کے عطایا فرمائیے۔

والی الہ فارغب کرو عرض سب کے مطلب
کہ تمہیں کو تکتے ہیں سب کرو اُن پر اپنا سایہ
بنو شافع خطایا

اور اپنے معبود ہی کی طرف رغبت کرو اور سب کے مطلب بارگاہِ الٰہی میں پیش کرو کیونکہ سب کے سب آپ کا منہ تک رہے ہیں ان پر سایۂ رحمت کرو اور جملہ خطاؤں کے بخشے جانے کی سفارش کرو۔

شرح

امام اسماعیل حقی حنفی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں اللہ سے ہی سوال کرنے کی رغبت کرو دوسرے کسی سے سوال نہ کرو کیونکہ وہ قادر ہے تمہارے مطلب پورا کرنے میں نہ کوئی اور تمہاری ہر بات اس کی بارگاہ میں مقبول اور تمہاری دعائیں مستجاب۔

چوں مقصود کون ومکان وجودتست خدا میدھد آنچہ مقصود تست

جب کون ومکان میں مقصود آپ کا وجود ہے تو اللہ وہی دیتا ہے جو آپ کا مقصد ہے۔

گویا امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ میدانِ حشر میں ہیں اور جملہ لوگوں کی طرف سے نمائندگی کر رہے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اسی میدانِ حشر میں سب کا بُرا حال ہے اور آپ ہی تو ہم سب کا سہارا ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت مرتبہ سے نوازا ہے اور ہمیں بھی آپ کا گدا بنایا ہے اب ہم سب آپ کے بھکاری آپ کے ہاں حاضر ہوئے ہیں آپ اُٹھیں اور ہم سب کی مشکل حل فرمائیں۔ سب پر سایۂ رحمت فرما کر ہمارے گناہ بخشوائیے

ارے اے خدا کے بندو کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
میرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدایا
نہ کوئی گیا نہ آیا
ہمیں اے رضا تیرے دل کا پتہ چلا بمشکل
درروضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا
یہ نہ پوچھو کیسا پایا

کبھی خندہ زیر لب ہے کبھی گریہ ساری شب ہے
کبھی غم کبھی طرب ہے نہ سبب سمجھ میں آیا
نہ اُسی نے کچھ بتایا

کبھی خاک پر پڑا ہے سرِ چرخ زیر پا ہے
کبھی پیش در کھڑا ہے سرِ بندگی جھکایا
تو قدم میں عرش پایا

کبھی وہ تپک کہ آتش کبھی وہ ٹپک کہ بارش
کبھی وہ ہجوم آہ نالش کوئی جانے ابر چھایا
بڑی جوششوں سے آیا

کبھی وہ چہک کہ بلبل کبھی وہ مہک کہ خود گل
کبھی وہ لہک کہ بالکل چمنِ جناں کھلایا
گلِ قدس لہلہایا

کبھی زندگی کی ارماں کبھی مرگِ نو کا خواہاں
وہ جیا کہ مرگِ قرباں وہ موا کہ زیست لایا
کہی روح ہاں جلایا

کبھی گم کبھی عیاں ہے کبھی سردگہ تپاں ہے
کبھی زیر لب فغاں ہے کبھی چپ کہ دم نہ تھایا
رخ کام جاں دکھایا

یہ تصوراتِ باطل ترے آگے کیا ہیں مشکل
تیری قدرتیں ہیں کامل انہیں راست کر خدایا
میں انہیں شفیع لایا

حل لغات

ارے، حرف ندااور کبھی تعجب کے لئے بولتے ہیں جیسے ارے کیا ہوا یہاں یہی مراد ہے کیونکہ ندا کا حرف اس کے بعد خود موجود۔ طرب (عربی، مونث) خوشی، فرحت۔ تپک، تپ، گرمی کا بخار۔ ٹپک، ٹپکنے کی آواز، ان لفظوں میں کاف زائد ہے محض مبالغہ مطلوب ہے۔ نالش (فارسی، مونث) رونا، فریاد، مشکل، شکایت، دعوٰی، یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ چہک، چہچہانا، چہچہ کرنا۔ مہک (مہندی، مونث) خوشبو۔ لہک (ہندی، مونث) مہر، لپیٹ، لہلہاٹ، چمک۔ جنان، بہشت۔ لہلہایا (ماضی) لہلہانا، موج مارنا، لہرانا، سرسبز ہونا، پھلنا پھولنا۔ جیا، تصغیر جی، جان، دل اور زندہ موا کی نقیض۔ موا، مرا ہوا، نامراد، کمبخت، پہلا معنی مراد ہے۔ زیست، زندگی، عمر۔ تپاں، گرم، کام۔ جان، جان کی مراد یعنی حبیب خدا ﷺ۔

شرح

یہ اشعار یادِ حبیب خدا ﷺ میں گم ہو کر ایسے دردبھرے تصور میں لکھے کہ گویا وہ تصور ایک حقیقت سے حالت وارفتگی میں لوگوں سے کہہ رہے ہیں کہ میرا دل کہیں فرار ہو گیا حالانکہ وہ ابھی تو میرے پاس تھا یارو اسے تلاش تو کرو وہ کہاں گیا اور تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ کوئی دوسرا ابھی اسے لے بھی نہیں گیا کیونکہ نہ یہاں کوئی باہر سے اندر آیا ہے اور نہ ہی یہاں سے کوئی باہر گیا ہے وہ خود بخود کہیں چلا گیا ہے۔

آپ کے اس واویلا پر گویا کسی نے تسلی دی اے احمد رضا (امام اہل سنت) گھبراؤ نہیں میں تمہارے دل کو دیکھ کر آیا ہوں وہ کہیں نہیں گیا وہ تو مدینہ طیبہ کی حاضری سے بہرہ ور ہو رہا ہے لیکن اس کی ایک عجیب سی کیفیت ہے میں نے اسے دیکھا کہ وہ روضہ اقدس کے سامنے کھڑا ہے لیکن کبھی ہنستا ہے اور کبھی ساری رات گریہ کناں ہے، کبھی غمدیدہ محسوس ہوتا ہے اور کبھی خوش خرم۔ ہمیں تو اس کی کوئی سمجھ نہیں نہ ہی اس نے خود بتایا کہ یہ متضاد کیفیتوں میں کیوں ہے مزید برآں حال یہ ہے کہ کبھی دیکھو تو خاک پر پڑا ہے اس شان سے کہ آسمان کا سر اس کے قدم چوم رہا ہے پھر دیکھو تو سر جھکا کر درِ رسول ﷺ پر نہایت عاجزی سے کھڑا ہے لیکن حال یہ ہے کہ عرشِ معلٰی اس کے زیر پا ہے پھر کبھی ایسے گرم بخار میں مبتلا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی گرمی کے آگے آگ کی کیا مجال اور کبھی ایسا کہ آنکھوں سے آنسو کی بارش اور کبھی آہ و نالہ کے ہجوم پر یوں محسوس ہوتا ہے کہ بادل امنڈ آیا ہے اور نہ معمولی طور بلکہ پورے جوش وخروش سے میں نے قریب ہو کر سنا تو اس سے کبھی بلبل کی چہک اور اس کی خوشبو کی ایسی کہ گویا وہ خود گلاب کا پھول ہے اور کبھی ایسی مہک کہ گویا یہاں باغِ جناں کھلا

ہے، پاگل قدس لہرا رہا ہے، اس کو دعا مانگتے دیکھا تو کبھی وہ اپنی زندگی کے ارمان ظاہر کرر ہا ہے تو کبھی مرگ نو کا خواہاں ہے۔ اس کی زندگی کو دیکھ کر میں تو سمجھتا ہوں کہ اس پر موت قربان ہونے کو تیار ہے اور اس کی موت سا سماں بتاتا ہے کہ عجیب سی حیات کا مالک ہے کہ خود روح کہہ رہی تھی کہ اس نے مجھے حیاتِ نو بخشی ہے اس کے ساتھ کبھی تو وہ گم ہو جاتا پھر کبھی عیاں اور کبھی ٹھنڈا اور کبھی زیرِ لب آہ وفغاں کا پیکر تو کبھی ایسا خاموش کہ گویا ان میں سانس ہی نہیں یا یوں نصیب کھلے کہ اسے جانِ مراد حبیب کبریا ﷺ نے بے نقاب ہو کر چہرہ مبارک دکھایا۔

امام احمد رضا قدس سرہ اس کیفیت کو خود واضح فرماتے ہیں کہ دراصل یہ ہیں تو میرے تصورات اور حرفِ خیال (باطل سے یہاں خیالی مراد ہیں) لیکن اے باری تعالیٰ تیری قدرت کے آگے تو مشکل بھی نہیں اگر تو ان تصورات کو حقیقت سے تبدیل کر دے تو قادر بھی ہے اور مالک بھی۔ میں کیا دم بھر سکتا ہوں اس آرزو کو پورا کرنے کے لئے میں انہیں شفیع لایا ہوں جو تیرا حبیب (ﷺ) ہے۔

تبصرۂ اُویسی غفرلہ

ممکن ہے اس وقت یہ تصورات ہوں لیکن میں نے بزرگوں کا تجربہ پڑھا اور سنا ہے کہ تصور جب قوی ہو جاتا ہے تو پھر وہ تصور عین مشاہدہ بن جاتا ہے۔ حضرت محدث ابوالحسن سندھی رحمہ اللہ انباء الانبیاء میں لکھتے ہیں کہ التحیات میں "السلام علیک ایھا النبی تصور کرے" کہ حضور سرورِ عالم ﷺ میرے سامنے مسند نشین ہیں اور میں آپ کو بالمشافہ سلام عرض کرر ہا ہوں فرمایا کہ اس تصور کو اتنا مضبوط بنائے کہ درمیان سے حجابات اُٹھ جائیں جب تصور کامل اور قوی ہو گا تو ایک وقت ہو گا کہ آقائے کونین ﷺ سامنے ہوں گے اور یہ عرض کرر ہا ہوں

السلام علیک ایھا النبی

امام احمد رضا بارگاۂ رسول ﷺ میں

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے ان تصورات کو آگے بڑھایا ہو گا تبھی تو واقعی بریلی شریف میں رہ کر مدینہ پاک کی حاضری نصیب ہو جاتی۔ چنانچہ مولانا محمد الیاس قادری (بانی دعوتِ اسلامی) لکھتے ہیں مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کے خلیفہ مداح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت علامہ مولانا حمید الرحمٰن نے فرمایا کہ میں چھوٹا تھا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک جمعرات کو میں نے بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کے کاشانۂ رحمت پہ حاضر ہوا تھا کہ کوئی صاحب ملنے آئے اور وہ وقت عام ملاقات کا نہیں تھا لیکن وہ ملنے پر مصر

تھے۔ چنانچہ میں اعلیٰ حضرت کے خاص کمرے میں پیغام دینے کے لئے چلا گیا مگر کمرے میں تو کجا پورے مکان میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہیں نظر نہیں آئے۔ ہم حیران تھے کہ آخر کہاں گئے اسی شش و پنج میں سب کھڑے تھے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اچانک اپنے کمرۂ خاص سے برآمد ہوئے سب حیران رہ گئے اور پوچھنے لگے کہ جب ہم نے تلاش کیا تو آپ کہیں نظر نہ آئے مگر پھر آپ اپنے ہی کمرے سے باہر تشریف لائے اس میں کیا راز ہے؟ لوگوں کے پیہم اصرار پر ارشاد فرمایا الحمدللہ میں ہر جمعرات کو اس وقت اپنے اسی کمرے سے بریلی سے مدینہ منورہ حاضری دیتا ہوں۔

حرم ہے اسے ساحت ہر دو عالم　　　جو دل ہو چکا ہے شکارِ مدینہ

مولانا محمد عارف ضیائی نے فرمایا ایک بار حضور قطب مدینہ سیدی و مرشدی و مولائی ضیاء الدین احمد قادری رضوی نے مجھے ارشاد فرمایا یہ ان دنوں کی بات ہے جب اعلیٰ حضرت بقید حیات تھے میں ایک بار سرکارِ دو عالم ﷺ کے مزار فائض الانوار پر حاضر ہوا۔ صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے بعد باب السلام پہنچا وہاں سے اچانک میری نظر سنہری جالیوں کی طرف چلی گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہنشاہ رسالت ﷺ کے مواجہہ شریف کے سامنے دست بستہ حاضر ہیں۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ سرکارِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے ہیں اور مجھے معلوم تک نہیں چنانچہ میں وہاں سے پھر مواجہہ شریف پر حاضر ہوا تو اعلیٰ حضرت مجھے نظر نہیں آئے میں وہاں سے پھر باب السلام کی طرف آیا اور جب سنہری جالیوں کی طرف دیکھا تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مواجہہ شریف میں حاضر تھے لہٰذا میں پھر سنہری جالیوں کے روبرو حاضر ہوا تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ غائب تھے۔ تیسری بار بھی اسی طرح ہوا میں سمجھ گیا کہ یہ محبوب و محبّ کا معاملہ ہے مجھے اس میں مخل نہیں ہونا چاہیے۔ الحمدللہ سگ مدینہ کے مرشد کامل قطب مدینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بھی گواہی حاصل ہو گئی کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باطنی طور پر مدینۃ المرشد سے بریلی شریف سے مدینۃ الرسول ﷺ حاضر ہوئے تھے۔

غم مصطفیٰ جس کے سینے میں ہے　　　کہیں بھی رہے وہ مدینے میں ہے

(بریلی سے مدینہ صفحہ ۴،۳)

نعت

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا
دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا

حل لغات

سوئے، جانب،طرف۔ساجد،سجدہ گذار،سجدہ کرنے والا۔

شرح

ہمارے سر روضہ اقدس کی طرف جھک گئے تو پھر تجھے اس سے کیا خطرہ ہے اے نجدی ہمارے دل تو سجدہ گزار تھے پھر تجھے اس سے دکھ اور رنج کیوں؟

سر جھکانا

یہ بھی حضور اکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر میں شامل ہے۔

تعظیم غیر اللہ عین اسلام یا کفر وشرک

نجدیوں نے تعظیم غیر اللہ کو شرک کے کھاتے میں ڈال رکھا ہے ان کے شرک فتاویٰ اسی قاعدہ کے گرد گھومتے ہیں حالانکہ تعظیم غیر اللہ مطلقاً حرام نہیں بلکہ وہ تعظیم حرام ہے جو اللہ تعالیٰ کی معبودیت سے مخصوص ہے اس کے علاوہ عین اسلام ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ (پارہ ۲۶،سورۃ الفتح،آیت ۹)

اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

فائدہ

آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم ہمارے محبوب کی تعظیم اور توقیر کرو اس میں کسی قسم کی تعظیم کی قید نہیں لگائی گئی بلکہ جو تعظیمیں کہ شریعت نے حرام فرمائی ہیں جیسے تعظیمی سجدہ کرنا اور تعظیمی رکوع کرنا وغیرہ ان کے سوا جو تعظیم بھی تم سے ممکن ہو وہ کرو۔کلام میں تعظیم کرو کہ ان کا نام شریف عظمت سے لو،ان کو اللہ اور اللہ کا بیٹا نہ کہو باقی جو کلے تعظیم کے ملیں کہو،ان کی ہر ہر چیز کی تعظیم ،بال مبارک کو چومنا ،لباس کی ،نعلین پاک کی ،ان کے لکھے ہوئے نام کی اور ان کے شہر مبارک کی غرضیکہ جس چیز سے ان کو نسبت ہو اُس کی تعظیم کرو۔اسی طرح اپنے ہاتھ اور پاؤں وغیرہ سے اپنی ہر ہر حرکت

سے ان کی عظمت کا اظہار کرو۔ تعظیم وتوقیر کی دولت صحابہ کرام وتابعین عظام وآئمہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے لوٹی کہ وہ نہ صرف آپ کی ذات پر بلکہ آپ کی ہر نسبت بلکہ نسبت درنسبت پر جان نچھاور کرنے کو سعادت سمجھتے۔ اس پر صرف ایک دو واقعے نہیں واقعات ہیں۔

حضرت احمد بن فضلو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت احمد بن فضلویہ بڑے غازی اور تیر انداز تھے انہوں نے جب سنا کہ آنحضرت ﷺ نے کمان کو اپنے دست مبارک میں لیا ہے تو اس روز سے بپاس ادب کبھی کمان کو بے وضو نہیں چھوا۔ (شفاء شریف)

فائدہ

وہ امام جو اس کمان کو بے وضو ہاتھ نہیں لگاتا جو ایک آدھی بار حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک سے مس کا شرف حاصل کر چکی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو ادب واحترام سے یاد کرنا فرض ھے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ا وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (پارہ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۱۰۴)

اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام سے تعلیم وتلقین فرماتے تو کبھی کبھی صحابہ عرض کرتے "راعنا یارسول اللہ" کے معنی یہ تھے کہ یارسول اللہ ہمارے حال کی رعایت فرمائیے یعنی آپ کی گفتگو کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہودیوں کی لغت میں یہ لفظ "راعنا" سوءِ ادب کے معنی رکھتا تھا انہوں نے اسی نیت سے "راعنا" کہنا شروع کر دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ "راعنا" کے کلمہ کی جگہ "اُنظرنا" کہا کرو۔ معلوم ہوا کہ حضور کی تعظیم وتوقیر اور ان کی جناب میں کلماتِ ادب سے گفتگو کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا شائبہ بھی ہو اسے زبان پر لانا ممنوع ہے۔

لیکن آج کا موحد (غیر مقلد) بے وضو قرآن کو ہاتھ لگانا، جنبی ہو کر درود پڑھنا نہ صرف جواز کا قائل ہے بلکہ سختی کے ساتھ اس پر عمل کرتا ہے تا کہ بے ادبی کی ترویج ہو۔

وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھا

سلطان محمود غزنوی، علامہ اقبال اور سلطان عالمگیر رحمہ اللہ ودیگر اکابر علماء ومشائخ کا معمول مشہور ہے کہ انہوں نے کبھی حضور اکرم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی وضو کے بغیر نہ لیا۔

مسئلہ

گنبد خضراء کے سامنے سر جھکا کر درود وسلام عرض کرنا شرعاً جائز ہے بلکہ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں جہاں سے گنبد خضراء نظر آئے اس طرف سر جھکا کر تین بار صلوٰۃ وسلام عرض کرے بلاوضو گنبد خضراء کو نہ دیکھے۔ ارشاد الساری مع المنسک للملاعلی قاری میں ہے کہ جس طرح کعبہ معظّمہ کو دیکھنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں ایسے ہی گنبد خضریٰ کو دیکھنے سے تیس نیکیاں نصیب ہوتی ہیں۔

انتباہ

نجدی دور میں اس طریق کو شرک سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ وہ ایسا کرنے والے کو سختی سے روکتے ہیں۔ عاشقِ رسول ﷺ پر لازم ہے کہ وہ گنبد خضراء کے آداب ہاتھ سے نہ جانے دے جب وہ روکیں ان سے الجھے بھی نہیں۔

بیٹھتے اُٹھتے مدد کے واسطے
یارسول اللہ ﷺ کہا پھر تجھ کو کیا

شرح

ہم اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت مدد کے لئے یارسول اللہ ﷺ پکارے تو پھر تجھے اس سے کیوں پریشانی ہوتی ہے۔

شرح ۲

یہ تو مسلم ہے کہ حب الرسول ﷺ کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔ جناب حفیظ جالندھری مرحوم نے کیا خوب فرمایا

محمد کی محبت ایمان کی شرطِ اول ہے — اگر اس میں ہو خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اور یہ بھی مسلم ہے کہ

من احب شیئا اکثر ذکرہ. (حدیث شریف)

اور یہ بھی مسلم ہے کہ حضور اکرم ﷺ بارگاہ حق کے لئے وسیلہ عظمٰی ہیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول تھا کہ دکھ درد ہو یا کوئی اور طلب ہو تو یارسول اللہ (ﷺ) پکارتے جیسا کہ فقیر اُویسی غفرلہ نے اسی شرح

حدائق میں متعدد مقامات پر اور اپنی تصنیف ''ندائے یارسول اللہ ﷺ'' میں متعدد حوالہ جات سپردِ قلم کئے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان جن کا میدانِ کارزار اور عین کے جنگ نعرۂ یامحمد، یارسول اللہ (ﷺ)

منظر ہجرتِ رسول ﷺ

بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول تو تھا کہ ہر غم اور خوشی کے وقت پکارتے یارسول اللہ ﷺ۔

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باب الھجرۃ میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے کہ جب سرورِ کائنات، باعث تخلیق کائنات، منبع کمالات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم فى الطرق ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمد يا رسول الله۔ (صحیح مسلم، جلد۲ صفحہ ۴۱۹)

پس چڑھ گئے مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر اور پھیل گئے بچے اور غلام گلی کوچوں میں پکارتے تھے یا محمد یارسول اللہ

یامحمد یارسول اللہ (ﷺ)

صحابہ کرام کے بعد تابعین وتبع تابعین جیسے خیر القرون سے تعبیر کیا گیا اُس وقت تک اٹھتے بیٹھتے یارسول اللہ کہا کا بڑا چرچا تھا یہاں تک کہ موت سوار ہوتی تب بھی کہتے یارسول اللہ ﷺ۔

یارسول اللہ ﷺ پکارنے والے

شواہد الحق صفحہ ۱۳۸ میں ہے کہ

وصح ايضاً ان اصحاب النبى ﷺ لما قاتلوا مسيلمة الكذاب كان شعارهم وامحمداه وامحمداه (ﷺ)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب مسیلمۃ الکذاب سے جنگ لڑتے تو ان کا شعار تھا کہتے ''وامحمداہ وامحمداہ'' (ﷺ)

تاریخ طبری لابن جریر میں ہے

ان الصحابة بعد موت رسول الله ﷺ كان شعارهم فى الحروب يا محمد (ﷺ)

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام کی عادت تھی کہ جب کسی جنگ میں جاتے تو یا محمد کی ندا کیا کرتے تھے۔

اور پھر انہیں اس نعرہ سے فتح ونصرت نصیب ہو جاتی جیسا کہ احادیث میں ہے۔

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قنسرین سے کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار سوار دے کر یوفنا سے جنگ وجدل کرنے کے لئے روانہ کیا جس کی فوج کی تعداد دس ہزار کفار سے ہوئی جب لڑائی بڑی گھمسان سے ہورہی تھی تو کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے چین ہوکر باآواز بلند یوں پکارتے تھے ''یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل'' یعنی اے محمد اے محمد (ﷺ) اے اللہ تعالیٰ کی مدد نزول فرما۔ پھر مسلمانوں کی طرف مخاطب ہوکر فرماتے تھے

یامعشر المسلمین اثبتوا فانما هی ساعة و انتم الا علون

یعنی اے مسلمانوں کے گروہ! دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رہو صرف یہی ایک گھڑی ہے اور تم عنقریب غالب آنے والے ہو۔

غرضیکہ کفار کو شکست فاش ہوئی اور مسلمانوں کو فتح محض یا محمد کے پکارنے کی برکت سے ہوئی۔ (فتوح الشام جلد۲ صفحہ۱۵۱ مطبوعہ مصر)

گزارش اُویسی غفرلہ

یہ عمل قولی تو ہے ہی لیکن اس کا زیادہ تعلق حال سے ہے جنہوں نے اس پکار (یارسول اللہ) کو شرک کے کھاتے میں ڈالا اور رات دن اس دھن میں ہیں کہ نہ صرف نعرہ بلکہ سرے سے یہ کلمہ کہیں نظر بھی نہ آئے یہاں تک کہ جہاں انہیں یہ کلمہ مبارکہ نظر پڑتا ہے اسے مٹانے کی کوشش کرتے ہیں سرورِ کونین ﷺ کی جالی مبارک (گنبد خضراء) تک کو نہ چھوڑا لیکن مٹانے والے مٹ جائیں گے اور یارسول اللہ کا چرچا قیامت تک نہیں بلکہ قیامت میں اور زیادہ بڑھ جائیگا۔ یہاں تک کہ یہی منکرین بھی بار بار پکاریں گے یارسول اللہ اسی لئے اے سنی برادر ایسا حال پیدا کر کہ ادھر تم پکارو یا نبی ادھر سے جواب آئے لبیک امتی۔

یا غرض سے جھٹکے محض ذکر کو
نام پاک ان کا جپا پھر تجھ کو کیا

حل لغات

غرض، مطلب، خواہش، ضرورت۔ محض، خالص، صرف، فقط۔ جپا، ورد کیا، بار بار کہا۔

شرح

یوں سمجھ لیجئے کہ ہم نے تمام دنیوی اغراض و مقاصد سے بالا ہوکر صرف حضور اکرم ﷺ کا ذکر کرتے ہیں مثلاً

صلوٰۃ وسلام اور محافل میلا د ومجالس نعت خوانی وغیرہ تو پھر اے (نجدی، وہابی، دیوبندی) تو جل بھن جاتا ہے کیوں اس کی توجہ تو بتادے کہ تجھے یہ گندی بیماری کیسے چمٹ گئی۔

ذکر رسول ﷺ

ہر وقت ذکر رسول ﷺ میں لگا رہنا یہ کامل ایمان کی علامت اور عشق نبوی کی دلیل ہے۔حدیث شریف میں ہے

عن ابی بن کعب قال قلت یارسول اللہ انی اکثر الصلوٰۃ علیک فکم اجعل لک من صلوتی فقال ما شئت قلت الربع قال ما شعت فان زدت فھو خیر لک قلت النصف قال ما شئت فان زدت فھو خیر لک قلت فی الثلثین قال ما شئت فان زدت فھو خیرلک قلت اجعل لک صلوتی کلھا قال اذا تکفی ممک ویکفر لک ذنبک (رواہ الترمذی زاد المنذری فی الترغیب احمد والحاکم وقال صححہ وبسط السخاوی فی تخریجہ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ میں آپ پر درود کثرت سے بھیجنا چاہتا ہوں تو اس کی مقدار اپنے اوقات دعا میں سے کتنی مقرر کروں۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ایک چوتھائی۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر اس پر بڑھادے تو تیرے لئے بہتر ہے تو میں نے عرض کیا نصف کردوں۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر بڑھادے تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے۔میں نے عرض کیا تو دوتہائی کردوں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر اس سے بڑھادے تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ پھر میں اپنے سارے وقت کو آپ کے درود کے لئے مقرر کرتا ہوں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تو اس صورت میں تیرے سارے فکروں کی کفایت کی جائیگی۔

انتباہ

یہ حدیث نقل کرکے مولوی زکریا کاندھلوی نے ذیل کے فوائد لکھے۔

فائدہ

یہ مطلب تو واضح ہے وہ یہ کہ میں نے کچھ وقت اپنے لئے دعاؤں کا مقرر کررکھا ہے اور چاہتا یہ ہوں کہ درود شریف کثرت سے پڑھا کروں تو اپنے اس معین وقت میں سے درود شریف کے لئے کتنا وقت تجویز کروں مثلاً میں نے اپنے اوراد ووظائف کے لئے دو گھنٹے مقرر کررکھے ہیں تو اس میں سے کتنا وقت درود شریف کے لئے تجویز کروں۔علامہ

سخاوی نے امام احمد کی ایک روایت سے یہ نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں اپنے سارے وقت کو آپ پر درود کے لئے مقرر کردوں تو کیسا؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ایسی صورت میں حق تعالیٰ تیرے دنیا اور آخرت کی ساری فکروں کی کفایت فرمائے گا۔ علامہ سخاوی نے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اسی قسم کا مضمون نقل کیا ہے اس میں کوئی اشکال نہیں کہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس قسم کی درخواستیں کی ہوں۔ علامہ سخاوی کہتے ہیں کہ درود شریف چونکہ اللہ کے ذکر پر اور حضور اکرم ﷺ کی تعظیم پر مشتمل ہے تو حقیقت میں یہ ایسا ہی ہے جیسا دوسری حدیث میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس کو میرا ذکر مجھ سے دعا مانگنے میں مانع ہو یعنی کثرتِ ذکر کی وجہ سے دعا کا وقت نہ ملے تو میں اس کو دعا مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا۔ صاحب مظاہر حق نے لکھا کہ سبب اس کا یہ ہے کہ جب بندہ اپنی طلب و رغبت کو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز میں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتا ہے اپنے مطلب پر تو وہ کفایت کرتا ہے اس کے سبب مہمات کی ''من کان للہ کان اللہ لہ'' یعنی جو اللہ کا ہو رہتا ہے وہ کفایت کرتا ہے اس کو جب شیخ بزرگوار عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسکین کو یعنی شیخ عبدالحق کو واسطے زیارت مدینہ منورہ کے رخصت کیا تو فرمایا کہ جانو اور آگاہ رہو کہ نہیں ہے اس راہ میں کوئی عبادت بعد ادائے فرائض کے مانند درود کے اوپر سید کائنات ﷺ کو چاہیے کہ تمام اوقات اپنے کو اس میں صرف کرنا اور چیز میں مشغول نہ ہونا۔ عرض کیا گیا کہ اس کے کچھ عدد معین ہیں فرمایا یہاں معین کرنا عدد کا شرط نہیں اتنا پڑھو کہ ساتھ اس کے رطب اللسان ہو اور اس کے رنگ میں رنگین ہو اور مستغرق ہو اس میں۔ (فضائل درود شریف از زکریا کاندھلوی)

مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ میں ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نوراللہ مرقدہ کو ان کے شیخ نے مدینہ پاک کے سفر میں یہ وصیت کی تمام اوقات درود شریف پر ہی خرچ کریں۔ الحمد للہ فقیر اُویسی غفرلہ اور فقیر کے اکابر واسلاف کا سفر مدینہ پاک میں یہی طریقہ ہے کہ درود شریف بکثرت پڑھنا نصیب ہوتا ہے معمولاتِ ضروریہ کے بجائے دوسرے اوراد و وظائف کے درود شریف کا ورد زبان و حرزِ جان رہتا ہے۔ (الحمد للہ علیٰ ذلک)

ازالۂ وھم

بعض قسمت کے مارے توحید ابلیسی کے غلط تصور جما کر کہہ اُٹھتے ہیں کہ ذکر خدا کے بجائے ذکر رسول ﷺ کی کثرت توحید کے منافی ہے لیکن شاید وہ یہ قاعدہ بھول گئے کہ ذکر رسول ﷺ بعینہٖ ذکر خدا تعالیٰ ہے۔ اسی لئے فقہاء کرام و محدثین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جو شخص ذکر رسول بالخصوص درود شریف میں مصروف رہے وہ نہ صرف ذکر خدا جیسا ثواب

پا رہا ہے بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ سے اتنے انعامات سے نوازا جا رہا ہے کہ جس کا نہ حساب نہ شمار جیسا کہ فضائل درود شریف کے اہل مطالعہ کو معلوم ہے۔ ذیل میں فقیر دو حکایتیں از ماہنامہ خدام الدین لاہور عرض کرتا ہے اس سے خود سمجھ لیں یعنی رسول اللہ ﷺ کے نام جپنے کے کتنے فضائل وفوائد ہیں۔

حکایت

لکھنؤ کے ایک خوش نویس نے ایک بیاض رکھی ہوئی اس کی عادت تھی کہ جب صبح کے وقت وہ کتابت شروع کرتا تو پہلے ایک بار درود شریف اس بیاض میں لکھ لیتا تھا۔ جب اس کا آخری وقت تھا تو غلبہ فکر آخرت سے خوفزدہ ہو کر کہنے لگا کہ دیکھئے وہاں جا کر کیا بنتا ہے۔ ایک مجذوب وہاں آ نکلے اور کہنے لگے بابا کیوں گھبراتا ہے تیری وہ بیاض اللہ کے حضور میں پیش ہے اور اس پر صاد بن رہے ہیں۔

حکایت ۲

ایک اور کاتب مر گیا کسی نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اس نے جواب دیا بخش دیا جب اس سے پوچھا گیا کہ کس بناء پر بخشش ہوئی تو اس نے جواب دیا کہ میری یہ عادت تھی کہ جب آنحضرت ﷺ کا نام کتاب میں لکھتا تھا تو آپ کے نام کے ساتھ ﷺ بھی بڑھا دیتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس کے بدلے وہ کچھ دیا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر گزرا۔

بے خودی میں سجدۂ در یا طواف
جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا

حل لغات

بے خودی، مدہوشی، بے ہوشی۔ در، دروازہ۔

شرح

حضور اکرم ﷺ کا عاشق مدہوشی وبیہوشی میں اگر ان کے در اقدس کا سجدہ یا طواف کر لے تو وہ جو کچھ کرتا ہے اچھا کرتا ہے تو پھر تجھے اس سے کیوں درد ہوتا ہے۔

نجدی اور ہمارے مؤقف میں فرق

ہمارے نزدیک انبیاء واولیاء ان سب سے بڑھ کر حضور اکرم ﷺ کی تعظیم وتکریم عین اسلام ہے اور نجدی اسے

شرک کے کھاتے میں ڈالتا ہے۔امام احمد رضا قدس سرہ نجدی کو فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی تعظیم ہمارا دین وایمان ہے اور اسے نجدی تو کہتا ہے سجدہ کرنا شرک ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے آدم کو سجدہ کروا کر ان کو مشرک کیوں بنا دیا؟ یوسف علیہ السلام کو ان کے والد یعقوب علیہ السلام، والدہ، گیارہ بھائیوں نے سجدہ کر کے شرک کیا؟ نہ تو اللہ کسی کو شرک کرنے کی اجازت یا حکم دیتا ہے نہ فرشتے شرک کرتے ہیں نہ نبی شرک کرتے یا شرک کو پسند کرتے ہیں البتہ آدم کے سجدہ کو ابلیس نے شرک بتا کر انکار کیا اور لعنتی بنا تو بھی ان کی تعظیم کو ابلیس کی پیروی میں شرک بتا کر لعنتی اور گستاخ بنتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سجدے کی دو قسمیں ہیں

(۱) سجدۂ تعبدی (۲) سجدۂ تعظیمی

(۱) سجدۂ تعبدی تمام شریعتوں میں شرک تھا اور ہماری شریعت میں بھی شرک ہے۔

(۲) سجدۂ تعظیمی پہلی شریعتوں میں جائز تھا مگر ہماری شریعت (یعنی شریعت محمدی) میں حرام ہے اگر کسی نے کر لیا تو گناہگار ہوگا کافر و مشرک نہیں ہوگا مگر نجدیوں کے پاس تو شیطانی عینک ہے ہر کام میں شرک و کفر نظر آتا ہے انہیں دلائل دیں تو کیا دیں جب انہوں نے قسم کھا رکھی ہے تعظیم و تکریم اولیاء انبیاء بالخصوص حضور اکرم ﷺ کے ہر معاملہ میں شرک کہنا ہے جبکہ ان کے وہی امور اپنے لیڈروں اور مولویوں بلکہ عوام کے لئے عین اسلام اور عین ایمان ہیں۔

انوکھا انکشاف

سب کو معلوم ہے کہ حرمین شریفین میں جتنے بھی تبرکات تھے انہیں مختلف حیلوں بہانوں سے مٹایا اور مٹاتے جا رہے ہیں عذر یا دلیل صرف یہی کہ شرک و بدعت ہیں اور یقین مانیں کہ ملک عبدالعزیز جس نے حجاز اقدس کر غاصبانہ قبضہ کیا وہ تلوار و دیگر اس کی یادگاریں ریاض میں بطورِ نشانی یا تبرک محفوظ موجود ہیں۔ اس کی تفصیل فقیر نے کتاب ''البرکات فی التبرکات'' میں عرض کر دی ہے۔

مسئلہ

بیہوشی اور سکر میں سجدہ و طواف پر شرعاً مواخذہ نہیں اس بیت میں اسی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔

ان کو تملیک ملیک الملک سے

مالک عالم کہا پھر تجھ کو کیا

حل لغات

تملیک، مالک بنانا۔ملیک، مالک ہونا۔الملک، جہاں ،حکومت۔ عالم، دنیاوآخرت کا مالک۔

شرح

تمام جہانوں کے مالک نے حضور اکرم ﷺ کو جملہ کائنات کا مالک بنایا ہم نے انہیں اسی عطائے الٰہی کی وجہ سے انہیں اگر مالک کائنات کہہ دیا تو پھر تو کیوں خواہ مخواہ مر رہا ہے۔

اختیار کل المختار الکل ﷺ

حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جملہ عالمین کا مختارِ کل بنایا ہے اس پر اسی شرح حدائق میں متعدد مقامات پر قرآن وحدیث سے اس مسئلہ کو واضح کیا گیا ہے یہاں صرف چند حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہوں۔

مواہب لدنیہ میں شارح بخاری احمد قسطلانی رحمہ اللہ نے لکھا

فهو ﷺ وإن تأخرت طينته، فقد عرفت قيمته، فهو خزانة السر، وموضع نفوذ الأمر، فلا ينفذ أمر إلا منه، ولا ينقل خير إلا عنه

نبی پاک ﷺ خزانہ رازِ الٰہی وجائے نفاذ امر ہیں کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر آپ کے دربار سے اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر آپ کی سرکار سے (ﷺ)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں

معلوم شد كه تصرف وے ﷺ بتصرف الهی جل جلاله وعم نواله زمین وآسمان راشامل است

معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کا تصرف بتصرف الٰہی زمین وآسمان کو شامل ہے۔

اسی مدارج میں فرمایا کہ

روز روز او دحکم حکم او بحکم رب العالمين

قیامت کا دن صرف حضور سرورِ عالم ﷺ کا دن ہے اور حکم بھی صرف آپ کا با حکم واذن رب العالمین۔

نسیم الریاض شرح شفاء شریف میں ہے

انه ﷺ لا حاكم سوره فهو حاكم غير محكوم

رسول اللہ ﷺ کے سوا مخلوق میں کسی کا حکم نہیں حضور اکرم ﷺ حاکم کل ہیں اور جہاں بھر میں سوائے اپنے خدا تعالیٰ کے کسی کے محکوم نہیں۔

عقیدۂ اسلاف صالحین رحمھم اللہ

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اس شعر میں وہی عقیدہ ظاہر فرمایا ہے جو صدیوں پہلے اسلاف صالحین رحمہم اللہ کا ہے۔

سیدی حضرت صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

ان اللہ تعالیٰ اجر علی یدہ ﷺ رفع المضار الظاهرية والباطنية الدينية والدنيوية كما جارى على يده المنافع كذلك وهو معنى تصريف الله له ﷺ فی حق عیسیٰ علیه السلام وتبرئ الاكمه والا برص باذنی فما ثبت لعيسى عليه السلام فهو لنبينا ﷺ وزيادة. (جواہر البحار جلد ۳ صفحہ ۸۲۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک میں یہ برکت وطاقت فرما پیدا فرمادی ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی اور دینی و دنیوی تکلیفیں دور فرمادیں۔جس طرح کہ آپ کے ہاتھ مبارک میں باطنی وظاہری اور دینی و دنیوی فائدہ و نفع پہنچانے کی برکت وطاقت پیدا فرمادی ہے اور یہی معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں حضور ﷺ کو اس مقام تک پہنچا دیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ تم میرے اذن سے مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کردیتے ہو۔پس جو بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ثابت ہے وہ اور اس سے بھی زیادہ ہمارے حضور ﷺ کے لئے یقیناً ثابت ہے۔

فائدہ

اس عبارت میں عارف صاوی رحمہ اللہ نے حضور اکرم ﷺ کے متعلق عقیدۂ قرآنی مضمون سے موید فرمایا ہے تا کہ شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔

یہی عارف باللہ سیدی حضرت الشیخ احمد الصاوی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں

ان من ذاق لذة وصال المصطفىٰ ذاق لذة وصال ربه لان الحضرة واحدة ومن بلغ الوسيلة شهد المقصد ومن فرق بين الوصالين لم يذق للمعرفة طعماً. (جواہر البحار جلد ۳ صفحہ ۸۲۳)

یعنی جس نے وصالِ مصطفیٰ ﷺ کی لذت پائی اس نے رب تعالیٰ سے وصال کی لذت پالی اس لئے کہ یہ ایک ہی بارگاہ ہے اور جس نے وسیلہ کو پالیا اس نے اپنا مقصد پالیا اور جس نے وصالِ خدا اور وصالِ مصطفیٰ ﷺ میں فرق کیا اس نے معرفت کا مزہ ہی نہیں چکھا۔

فائدہ

اس عبارت میں عارف صاوی رحمہ اللہ نے مزید ترقی کر کے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ مظہر کامل ہیں تو پھر آپ کے کمالات کا انکار کیوں؟

ان کے نامِ پاک پر دل جان مال
نجدیا سب تج دیا پھر تجھ کو کیا

حل لغات

تج دیا، قربان کر دیا۔

شرح

حضور اکرم ﷺ کے نامِ اقدس پر ہم نے دل و جان اور مال بلکہ آل و اولا د سب کچھ قربان کر دیا اے نجدی منحوس پھر تو اس سے کیوں کر رو کتا رہتا ہے۔

فدائیت و جانثاری

یہ بھی شیوہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے کئی واقعات اور حکایات شرح ہذا میں متعدد مقامات پر آ چکے ہیں۔تبرکاً شعر کی مناسبت سے چند ایک اور عرض کر دوں۔

حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ جس وقت مسلمان جہاد کی تیاری کر رہے تھے یہ اپنی بیوی سے ہم آغوش تھے لیکن جونہی ان کو معلوم ہوا کہ لشکر اسلام بغرض جہاد کوچ کر رہا ہے تو فوراً وہاں سے دوڑ پڑے اور لشکر میں شامل ہو کر اس طرح لڑائی کہ آخر کار اپنی جانِ شیریں کو جانِ آفریں کے حوالے کر دی۔اللہ اللہ! ان کے دل میں کتنا جذبۂ ایمانی موجود تھا کہ ایسے آرام کی حالت کو خیر باد کہہ کر فوراً لشکر اسلام میں شامل ہو گئے یہاں تک کہ بیوی سے ہم بستر ہونے کے بعد غسل بھی نہیں کیا اور شہید ہو گئے۔اسی لئے شہید ہو جانے کے بعد ان کو ملائکہ نے غسل دیا ان کا لقب اسی لئے غسیل الملائکہ قرار دیا گیا۔

چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن میں حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں جنگ بدر میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تو فرمایا کہ اب کوئی موقع آئے گا تو ضرور شریکِ جہاد ہوں گا چنانچہ جب غزوۂ احد کا موقع آتا ہے تو حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت دلیری کے ساتھ دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرتے ہیں۔اثنائے لڑائی میں

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوتی ہے کہتے ہیں مجھ کو جنت کی خوشبو آرہی ہے چنانچہ دشمنوں کی جانب سے تیر اور تلوار کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے۔آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک کاری زخم کی وجہ سے جانبر نہ ہو سکے اور جان قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔شہداء کی لاش میں جب ان کو تلاش کیا جاتا ہے تو چند نعشوں کے نیچے دبے ہوئے تھے صورت کثرتِ زخم سے متغیر اور متبدل ہو چکی تھی ان کی بہن ان کی انگلی پہچان لیتی ہیں جب دیکھا جاتا ہے تو ان کے جسم پر ستر زخم لگے ہوئے تھے۔

غزوۂ احد کے موقع پر دو شخص چچا، بھتیجا مدینہ طیبہ میں بکریاں لے کر آئے ان کو معلوم ہوا کہ مسلمان آج اُحد میں لڑ رہے ہیں چنانچہ وہ دونوں جاتے ہیں اسی وقت دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں اور اسی وقت لڑ کر شہید ہو جاتے ہیں۔

غزوۂ خیبر کے موقع پر ایک حبشی غلام مسلمان ہوتا ہے اور اسی وقت شہید ہو جاتا ہے حضور اکرم ﷺ اس کی نعش کے قریب تشریف لے جاتے ہی اور پھر فوراً ہی لوٹ جاتے ہیں وجہ مراجعت دریافت کی جاتی ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ حوریں اس کے پاس بیٹھی ہوئی ہیں۔(مفہوم)

ایک لڑائی کے موقع پر ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت زخمی ہو گئے اور میدان جنگ میں خاک پر پڑے ہوئے اپنے چہرے پر خون مل رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میں مراد کو پہنچ گیا۔

صحابہ کرام کی عام طور پر یہ حالت تھی کہ جہاد کے نام پر دوڑ پڑتے تھے تو وہ دریا کو دریا خیال کرتے تھے اور نہ جنگل کو جنگل سمجھتے تھے چنانچہ صحابہ کرام نے دریائے دجلہ میں بوقت جہاد بزمانہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑوں کو دریا میں ڈال دیا تھا دشمن ان کی اس حالت کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے کیونکہ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان کا ذوقِ جہاد اس درجہ کو پہنچا ہوا ہے تو ان کا مقابلہ کرنا یقیناً دشوار ہوگا اگر مقابلہ بھی کیا گیا تو ناکامی ضروری اور لابدی چیز ہے اسی کا نقشہ اقبال مرحوم نے کھینچا ہے

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے — بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

نجدیا

نجد کے رہنے والے مراد نہیں بلکہ امام احمد رضا قدس سرہ کا مخاطب گستاخِ رسول ہے جو آپ کے زمانہ میں مختلف ناموں سے مشہور تھے۔وہابی، دیوبندی، ندوی وغیرہ وغیرہ ان سب کا مقتدا نجد کا معروف گستاخ محمد بن عبدالوہاب نجدی

تھا۔

تعارفِ نجدی

اردو کے مشہور ادیب ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی نے بی بی سی لندن کی فرمائش پر مختلف تحریکوں کے متعلق جو تقاریر کیں ان میں سے ایک تقریر "تحریک وہابیت" کے متعلق بھی تھی جو روزنامہ امروز لاہور ۱۴ اگست ۱۹۵٦ء میں اس طرح شائع ہوئی۔

تحریک وہابیت کے بانی محمد بن عبدالوہاب (نجدی) تھے جو ۱۷۰۵ء میں نجد میں پیدا ہوئے اور مذہب کے اعتبار سے حنبلی طریق کے پابند تھے۔ ان کے عقائد پر زیادہ اثر ابن تیمیہ کی تعلیمات کا پڑا۔ تعلیم ان کی بصرہ اور مدینہ میں ہوئی تھی شروع میں جب محمد بن عبدالوہاب نے عرب قبائل کے سامنے اپنے عقائد پیش کئے تو ان کی اس قدر شدید مخالفت کی گئی کہ آخر ان کو محمد بن سعود حاکم نجد کے یہاں دراعیہ میں پناہ لینی پڑی۔ ۱۷۴۳ء میں محمد بن سعود نے (محمد بن) عبدالوہاب کی بیٹی سے شادی کی اور ان کے تمام عقائد قبول کر لئے اس طرح محمد بن سعود نجدی کے پہلے وہابی امیر ہوئے اور یہ سلسلہ اب تک چلا آ رہا ہے۔ ابن سعود نے قرب و جوار کے تمام علاقے فتح کر لئے اور لوگوں کو وہابی عقائد کا پابند بنایا۔ احسا اور عیصر پر قبضہ کر کے وہ پورے نجد کا مالک بن گیا۔ دراعیہ اس کا دار السلطنت تھا جسے اس نے مساجد و محلات سے خوب آراستہ کیا ابن سعود کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا عبدالعزیز بن سعود حکمران ہوا۔ عبدالعزیز نے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، کربلائے معلیٰ پر بھی قبضہ کر لیا اس حرکت سے عالم اسلام کی آبادی میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اس سے اس نوع کی قابل اعتراض حرکات بھی سرزد ہوتی رہیں مثلاً ایک روایت یہ ہے کہ اس نے خانہ کعبہ کا غلاف اتار کر اسے برہنہ کر دیا۔ آخر ۱۸۰۴ء میں عبدالعزیز ایک ایرانی کے ہاتھ سے جس کا نام عبدالقادر تھا قتل ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا جو اس سلسلہ کا تیسرا سعود تھا تخت پر بیٹھا اس نے من وعن اپنے باپ کے مسلک کی پابندی کی۔ اس منحوس فتنے کی حضور اکرم ﷺ نے صدیوں پہلے غیبی خبر دی تھی۔ حدیث شریف میں ہے

عن ابن عمر قال قال النبی ﷺ اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا وفی نجدنا قال فی الثالثۃ ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی کہ خداوند ہمارے لئے ملک شام اور یمن میں برکت نازل فرما۔ وہیں نجد کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور

ہمارے نجد میں بھی۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے دوبارہ اشارہ فرمایا خداوند ہمارے لئے ملک شام اور یمن میں برکت نازل فرما پھر دوبارہ نجد کے لوگوں نے درخواست کی کہ ہمارے نجد میں بھی یارسول اللہ۔ راوی کا بیان ہے کہ غالبًا تیسری بار حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ زلزلوں اور فتنوں کی جگہ ہے اور وہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔

فیصلہ

دیوبند کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد صاحب کی زبانی محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرہویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالاتِ باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اہل سنت و جماعت سے قتل وقتال کیا، ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا، ان کے کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۴۲)

نجدی کے گروہ

اس نجدی کے پیروکاروں کی بھی حضور اکرم ﷺ نے مع علامات نشانیاں بیان فرمائی

عن شريك ابن شهاب (مرفوعاً الى ان قال)ثم قال يخرج فى آخر الزمان قوم كأن هذا م يقرؤون القرآن لا يجاوز تراقيهم يمرقون من الإسلام كما يمرق السهم من الرمية سيم التحليق لا يزالون يخرجون حتى يخرج آخرهم مع المسيح الدجال .(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۰۹)

حضرت شریک ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ آخری زمانے میں ایک جماعت نکلے گی جو قرآن پڑھے گی لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ دائرہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے ان کی خاص علامت سر منڈوانا ہوگی وہ اسی طرح گروہ در گروہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری دستہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا۔

علامت کی توثیق

عرب کے مشہور مورخ حضرت علامہ زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبانی

سيماهم التحليق تصريح بهذه الطائفة النجديه لانهم كانوا يامرون كل من اتبعهم ان يحلق رأسه ولم يكن هذا لوصف لاحد من طواف الخوارج والمبتدعة الزين كانوا قبل زمن هؤلاء (الفتوحات الاسلامیہ جلد۲ صفحہ ۲۶۸)

آخری زمانے میں نکلنے والی ایک جماعت کی پہچان کے سلسلے میں حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ ان کی خاص علامت سر منڈانا ہوگی نجدی گروہ کے بارے میں بالکل صراحت ہے کیونکہ سر منڈانا انہی لوگوں کا جماعتی شعار ہے اس سے قبل خوارج اور بے دین فرقوں میں سے کسی فرقے کے اندر یہ علامت موجود نہ تھی۔

نجدی کے پیروکار

حضور اکرم ﷺ کے علم غیب کی تصدیق ہمارے دور میں دیوبندیوں وہابیوں (غیر مقلدوں) میں موجود ہے۔ اگر چہ دیوبندی شتر مرغ کی طرح کبھی اقرار، کبھی انکار کے طور محمد بن عبدالوہاب سے سلوک کرتے ہیں لیکن غیر مقلدین تا حال اس کی عقیدت و محبت کا دم بھرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حدیث مذکور کا اشارہ نجد علاقہ کو نہیں مانتے بلکہ الٹا یہ اشارہ عراق یا پھر ہندوستان میں رہنے والے اہل سنت کو ثابت کرتے ہیں۔ یہ بحث مستقل طور پر اخبار الفقیہ امرتسر (ہند ۱۹۲۵ء) میں شائع ہوئی۔ ہر دور میں لکل فرعون، موسیٰ ہوتا ہے۔ غیر مقلدین اور سلیمان ندوی (دیوبندی) کی تمام دلیلوں کی علامہ غلام احمد اخگر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خوب خبر لی اکثر ابحاث تو فقیر نے شرح مثنوی شاہ احمد رضا میں لکھ دیئے ہیں یہاں بھی مزید الفقیہ سے نقل کرکے ہدیۂ ناظرین کرتا ہے۔

یاد رہے کہ شرح مثنوی شاہ احمد رضا میں یہ بحث ہے کہ نجد سے نجد (محمد بن عبدالوہاب) والا مراد نہیں بلکہ عراق وغیرہ مراد ہے یہاں ان کی نجد سے عقیدت و محبت کے دلائل اور ان کی تردید ہے۔

غیر مقلد وہابی کی طرف سے جو دلائل لکھے ہیں اور جوابات دیئے ہیں اس کا عنوان ہے

اہل نجد کی موہومی فضیلت

مصنف رسالہ قبیلہ محمدی نے اہل نجد کی فضیلت مگر موہومی فضیلت ثابت کرنے کے لئے جو واقعات لکھے ہیں ان واقعات سے اہل نجد کی تو کوئی فضیلت وافضلیت ثابت نہیں ہوتی البتہ اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو وہ مصنف کی کوتاہ نظری اور فہم حدیث سے قصور ہے یا زیادہ سے زیادہ خود غرضی۔

پہلا واقعہ تو یہ ہے کہ ایک نجدی مدینہ معظّمہ میں گرفتار ہوکر ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اب کیا مقصد ہے اس نجدی قیدی نے جواب دیا کہ آپ اگر مجھے قتل کریں گے تو میرا بدلہ لینے والے موجود ہیں اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو میں احسان فراموش نہیں ہوں احسان کا بدلہ دونگا۔ دوسرے دن بھی یہی واقعہ ہوا۔

تیسرے دن بھی یہی واقعہ ہوا۔حضوراکرمﷺ نے اسے خلاصی دینے کا حکم صادر فرمایا تو وہ قید سے آزاد ہوکر نخلستان گیا۔غسل کرکے واپس آیا تو کلمۂ شہادت پڑھااور حضوراکرمﷺ کی تعریف کی اور محبت ظاہر کی پھر اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ عمرہ کی نیت سے نکلا تھا اب عمرہ کروں یا نہیں۔حضوراکرمﷺ نے اسے عمرہ کرنے کا حکم فرمایا۔حضوراکرمﷺ نے جواب دینے سے پہلے اس کو خوشخبری سنائی پھر وہ مکہ شریف میں آیا۔لوگوں نے اس کے مسلمانوں ہونے کا حال سنا ہوا تھا انہوں نے اسے منافق بتایا مگر اس نے اسلام کا اقرار کیا اور کہا کہ تم دشمن رسول ہو اب تم گیہوں کا منہ نہ دیکھو گے جب تک رسول اللہﷺ حکم نہ دیں گے انہوں نے گیہوں کے ڈر سے اسے کچھ نہ کہا مگر غلہ رک گیا اور اہل مکہ تنگ آ گئے۔آخر رحمۃ للعالمینﷺ کے حکم سے غلہ آیا۔(خلاصہ مضمون صفحہ ۱۳ و ۱۴)

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد مصنف لکھتا ہے کہ اے اہل نجد کو بُرا کہنے والو! کیا اس صحابی رسولﷺ کے دشمن بن کر خدا کے پیغمبر کے تم دوست کہلا سکتے ہو۔(صفحہ ۱۴)

جواب از علامہ غلام احمد افگر مرحوم

اس عقلمند سے کوئی پوچھے کہ صحابی رسول اللہﷺ کا دشمن کون بنا اور تم کن سے خطاب کررہے ہو اور اس واقعہ سے تم نے اہل نجد کی کون سی فضیلت ثابت کی جو لوگ محمد بن عبدالوہاب کو قرن الشیطان اور اس کے اتباع کے دشمن ہیں وہ کس قاعدہ سے صحابی کے دشمن ہوئے اور ایک نجدی کے مسلمان ہونے سے کُل اہل نجد جن میں قرن الشیطان شامل ہے کس طرح فضیلت کو حاصل کرسکتے ہیں۔اگر تمہارے عقلمندوں کا یہ اختراع صحیح ہے تو تم ہی بتادو کہ تمہارے اس خیال کے ہوتے ہوئے کہ نجد سے عراق مراد ہے اور عراق ہی میں قرن الشیطان کے طلوع کی خبر دی ہے تو کیا تمہاری نسبت یہ فتویٰ لگ سکتا ہے کہ تم حضرت امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، اصحابِ سنن جو تمہارے ہی اقرار کے مطابق سب عراقی الاصل لوگوں کے دشمن ہو اس لئے کہ تم قرن الشیطان کو عراق سے مخصوص کرتے ہو تو شاید تمہارا یہ خیال یہی صحیح ہو کہ قرن الشیطان کا دشمن خواہ مخواہ اس صحابی کا دشمن ہوگا جس کا واقعہ تم نے لکھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہو اب بھی سمجھے یا نہیں؟

جو اس پر بھی نہ تم سمجھے تو پھر تم سے خدا سمجھے

نجدی کے عاشق کی دوسری دلیل

دوسرا واقعہ جو اس عقلمند نے بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک نجدی حضوراکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ حضوراکرمﷺ نے جواب میں فرمایا پانچ نمازیں، اس نے پوچھا کہ ان پانچ نمازوں کے

علاوہ تو اور کچھ نہیں؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا فرض یہی پانچ ہیں اور جو پڑھا جائے وہ نوافل ہیں پھر روزوں کا پوچھا اور زکوٰۃ کی نسبت سوال کیا۔ حضور اکرم ﷺ سے یہ سب مسائل سمجھ کر چلا گیا اور کہتا جاتا تھا کہ "واللہ لا أزید علی ھذا ولا أنقص منہ" یعنی خدا کی قسم نہ تو اس پر میں کچھ زیادہ کروں گا نہ گھٹاؤں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا "افلح ان صدق" یعنی اگر اس نے سچ کہا تو خلاصی پائی۔ (صفحہ ۱۴)

جواب از علامہ افگر

کہئے اس میں سے اہل نجد کی کون سی فضیلت نکلی۔ فضیلت اگر کچھ ثابت ہوئی تو صدق کی جس پر حضور اکرم ﷺ نے فلاح کا انحصار بطورِ شرط رکھا ہے یعنی اگر وہ سچا ہے تو خلاصی پائی تو سچائی کی فضیلت سے سارے اہل نجد کی فضیلت کیونکر ثابت ہوئی۔

یہ ہے ان لوگوں کا علم اور فہم حدیث اور یہ نمونہ ہے ان کے فہم و فراست کا مگر حقیقت یہ ہے کہ

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ز وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ز وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ط اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط (پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۷۹)

وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں رکھتے ہیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ۔

نجد کی موھومی فضیلت مگر در حقیقت مذمت

نجد کی فضیلت کے عنوان کے تحت میں مصنف رسالہ قبیلہ محمدی نے مسند بزار سے ایک حدیث نقل کر کے اپنی عقل مندی اور فہم حدیث کا مزید ثبوت پیش کر دیا چونکہ اس نے صرف ترجمہ نہیں لکھا بلکہ حدیث کے الفاظ ہی لکھے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ہم اس کو پورا نقل کریں ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ

عَن ابن عُمَر عَن النبی ﷺ قال إنکم ستجندون أجنادا فقال رجل یا رسول اللہ خر لی قال علیک بالشام فإنها صفوۃ اللہ من بلادہ فیها خیرۃ اللہ من عبادہ فمن رغب ، عَن ذلک فلیلحق بنجدۃ فإن اللہ تکفل لی بالشام وأهله

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب تم مختلف لشکروں میں بٹ جاؤ گے

ایک شخص نے کہا مجھے فرمایئے میں اس وقت کس لشکر میں رہوں۔ آپ نے فرمایا شام کے لشکر میں وہ بہترین ملک ہے اور خدا کے پسندیدہ بندوں کا مسکن ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر نجد کے لشکر میں مل جاؤ اللہ تعالیٰ نے شام اور اہل شام کی تکفیل کی ہے۔ (صفحہ ۱۵، ۱۶)

جواب علامہ افکر مرحوم

قطع نظر اس کے کہ حدیث باعتبار سند کے صحیح اور قابل اعتبار ہے یا نہیں نجد کی کسی طرح سے فضیلت ثابت نہیں کرتی بلکہ ذرا غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نجد کی مذمت کے لئے یہ کافی دلیل ہے۔

مصنف نے اس کے ترجمہ میں یا تو غلطی کی ہے یا دیدہ دانستہ تحریف کی ضرورت پڑی

وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ا (پارہ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۱۳۰)

اور ابراہیم کے دین سے کون منھ پھیرے سوا اس کے جو دل کا احمق ہے۔

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ا (پارہ ۱۶، سورۃ مریم، آیت ۴۶)

بولا کیا تو میرے خداؤں سے منھ پھیرتا ہے اے ابراہیم۔

من رغب عن سنتی فلیس منی

جس شخص نے منہ پھیرا یا انکار کیا میری سنت سے تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

پہلی دو مثالیں میں نے قرآن شریف سے دکھائی ہیں اور تیسری مثال حدیث شریف سے تو اس قاعدہ کو ملحوظ رکھ کر ان الفاظ حدیث کا یہ مطلب ہوا کہ جس شخص نے اس سے یعنی شام کے لشکر میں شامل ہونے سے منہ پھیر لیا یا اس کا انکار کیا تو اسے چاہیے کہ اپنے نجد سے ملے۔ نجد یہاں مبرا اور علی الاطلاق نہیں بلکہ مضاف ہے ضمیر واحد غائب کی جس کا مرجع من ہے اس لئے یہ ملک نجد کی طرف اشارہ ہے جہاں کا باشندہ سائل ہے اور وہی نجد مراد ہے جو ناپسندیدہ ہے رسول اللہ ﷺ کو۔

اس چھوٹے سے فقرہ کا سیاق و سباق غور سے دیکھو حضور اکرم ﷺ نے ملک شام کی ہی تعریف فرمائی اور شام کے لشکر میں شامل ہونے سے منہ پھیرنے اور انکار کرنے والے پر ایک عجیب پیرایہ میں نفرت اور ناراضگی کا اظہار فرمایا مثلاً کوئی شخص ایک اچھا کام کسی کو بتاتا ہے وہ انکار کرتا ہے تو ناراض ہو کر کہو جاؤ کنویں میں، بھاڑ میں پڑو۔ ہم اس کی ایک مثال مولوی ثناء اللہ صاحب کے کلام میں دکھاتے ہیں۔

۱۹۲۲ء میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے چند مضامین لکھے جس کا عنوان تھا

محمد علی کی بیوفائی

امرتسر میں کچھ عرصہ سے ایک غیر مقلد مولوی صاحب آئے تھے۔ ان کا نام محمد علی تھا ان سے کچھ بات چیت تھی۔ ان مولوی صاحب نے شاید اخبار اہلحدیث پر کچھ ناراضگی ظاہر کی تھی یا بالفاظ دیگر ناپسندیدہ کیا تھا۔ اس پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے ان کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر اخبار اہلحدیث پسند نہیں تو حنفیوں کا اخبار الفقیہ یا قادیاں کا الفضل منگا لیا کرو۔

اس سے بخیال مصنف "قبلہ محمدی" مولوی ثناء اللہ صاحب کی رائے میں الفقیہ اور الفضل دونوں کی فضیلت ہے اگر مصنف مذکور مولوی ثناء اللہ صاحب سے یہ منوا دیں تو چلو ہم بھی ان کی خاطر مان لیں گے کہ حدیث مذکورہ میں فضیلت ہے حضور اکرم ﷺ کے فرمان کی تفصیل سے انکار کرنے یا منہ پھیرنے والا کسی صورت میں قابل تحسین نہیں ہوسکتا۔

قارئین کرام کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ دھوکا دینے کے لئے مصنف نے صحیح ترجمہ نہیں کیا اگر وہ صحیح ترجمہ کرتا تو ہر ایک پڑھنے والا سمجھ جاتا کہ حدیث مذکور میں صرف ملک شام کی فضیلت ہے اور جو شخص شام کے لشکر میں ملنے سے انکار کرے یا منہ پھیرے اس سے ناراضگی ظاہر فرمائی تو کون احمق ہے جو اس صریح حدیث کو نجد جیسے ملک کی فضیلت کے لئے پیش کرے جس کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

امید ہے کہ اب مصنف مذکور آئندہ اپنے حواس درست کر کے قلم اُٹھایا کریں گے۔ آگے ان کا اختیار۔ (امرتسر ۱۴ جنوری ۱۹۲۶ء)

ایک اور غلط استدلال کا رد

حضرت علامہ غلام احمد اخگر مرحوم فرماتے ہیں اس کے بعد مولوی شرف الدین صاحب نے اسی کنز العمال سے دو حدیثوں کا ترجمہ بتایا ہے پہلی حدیث یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عراق تشریف لے جانے لگے تو حضرت کعب احبار نے ان کو منع کیا اور کہا وہاں تو نو حصے شر ہے۔ دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون ہے مگر اس میں اتنا اور زیادہ ہے کہ کعب نے کہا کہ کل سخت عیب عراق میں ہیں اور نافرمان ہیں ہاروت و ماروت اور شیطان نے انڈے بچے دے رکھے ہیں مگر یہ دونوں حدیثیں علاوہ اس نقص کے کنز العمال جیسی غیر صحیح اور بقول ثناء اللہ صاحب غلط کتاب کے حوالے سے ہیں غیر متعلق ہیں۔ کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک عراق میں نو حصے شر ہے تو ہوا کرے وہاں نافرمان تو ہوا

کرے، ہاروت ماروت اور شیطان نے انڈے بچے دے رکھے ہیں تو ہوں اس کو حدیث انکار دعا بحق نجد سے کیا تعلق؟ یہ قولِ صحابی ہے جو غیر مقلدین کی رو سے حجت نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ رسول اللہ ﷺ کی تصریحات سمت مشرق قرن الشیطان کا اس میں کوئی تعلق نہیں۔

وھابی غیر مقلد نے پینترا بدلا

جب علامہ افگر کے دلائل سے وہابی عاجز آ گیا تو دوسرے وہابی کو کھڑا کر دیا جس نے ایسا پینترا بدلا جو اس پہلے وہابی سے بدتر ہے ملاحظہ ہو۔یاد رہے کہ حضور اکرم ﷺ نے چند قبائل کی مذمت فرمائی ان میں محمد بن عبدالوہاب کا قبیلہ بھی شامل ہے اور وہابیوں نجدیوں کو یہ بات ناگوار گزری تو یوں ہاتھ پاؤں مارے۔علامہ افگر مرحوم نے لکھا

بنوتمیم

مصنف رسالہ قبیلہ محمدی اور مسٹر اکرم دہلوی نے بنوتمیم کے فضائل کا بھی یہی بیان کیا ہے قریباً قریباً دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے، دلائل ایک ہی ہیں جو دونوں نے پیش کئے ہیں اس لئے ہم صرف ایک کی تحریر کرتے ہیں۔مسٹر اکرام الدین اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں

اب ہم آپ کو یہاں سے یہ بھی دکھانا چاہتے ہیں کہ نجدی کون ہیں اور ان کے متعلق جنابِ رسالت مآب ﷺ کے احکامات صحیح حدیث سے کیا ہیں۔

نجدیوں کا سب سے بڑا مخالف شیخ دحلان لکھتا ہے

اصرح من ذلک ان ھذا لمغرور محمد بن عبدالوھاب من تمیم (الدرالسنیہ فی ردالوہابیہ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۵)

یعنی صفائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ مغرور محمد بن عبدالوہاب بنوتمیم ہے۔

علامہ سید علوی اپنی کتاب جلاء الظام فی رد علی النجدی الذی اضل العوام لکھتا ہے یہ مغرور محمد بن عبدالوہاب قبیلہ بنوتمیم سے ہے۔مولوی قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی نے اپنی کتاب آشوبِ نجد میں حضرت علامہ محمد بن عبدالوہاب کو قبیلہ بنی تمیم سے لیا ہے اور مولانا سید محمد سلیمان ندوی صاحب اخبار المتین دہلی میں ارقام فرماتے ہیں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی قبیلہ تمیم سے تھے جبکہ خود بڑے سے بڑے مخالفوں کی زبان سے ثابت ہو چکا ہے کہ نجدی قبیلہ بنی تمیم سے ہیں ہم بنی تمیم کے متعلق احکامات جنابِ رسالت مآب ﷺ پبلک کو دکھانا چاہتے ہیں۔

اس عبارت میں سید سلیمان ندوی کو محمد بن عبدالوہاب مخالفوں اور دشمنوں میں شامل کرلیا ہے حالانکہ ایسا لکھنے سے ندوی صاحب کی سخت توہین اور ہتک ہے۔ ندوی صاحب تو خاندان محمد بن عبدالوہاب کے ایسے حامیوں میں سے ہیں کہ ابن سعود کے تمام حوالہ کو نہ صرف خود استحان کی نظر سے دیکھتے ہیں بلکہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو اس سے حسن ظن پیدا کرنے کے لئے مضامین شائع کر چکے ہیں اگر وہ مخالفین کے زمرہ میں شامل ہیں تو مسٹر اکرام الدین بھی خاندان نجد کے ہواخواہ اور دوست نہیں ہوسکتے خیر وہ جانیں اور ندوی صاحب ہمیں اس سے کیا۔

ہم مانتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب قبیلہ بنو تمیم سے ہے مگر علامہ زینی دحلان اور علامہ سید علوی حبان نے اپنی تصانیف میں جہاں محمد بن عبدالوہاب کو بنو تمیم کے متعلق کچھ اور بھی کہا ہے مسٹر اکرام کی یہ خیانت ہے کہ صرف اتنا تو لکھ دیا کہ ان بزرگوں نے تسلیم کیا کہ وہ بنی تمیم ہے وہاں ان کا فیصلہ بحق بنی تمیم نقل کر کے اس کا جواب نہیں دیا خیر ہم ان کے فیصلہ کی تصریح کر دیں گے۔ پہلے بنو تمیم کے فضائل جو مصنف قبیلہ محمدی اور مسٹر اکرام نے لکھے ہیں ملاحظہ ہوں۔

صحیح بخاری کتاب العتق باب من ملک من العرب رفیقا میں ہے

عن ابی هريرة قال لا ازال احب بنی تميم

یعنی ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ میں تو تمیم سے ہمیشہ محبت کرتا رہا۔ (معہ دو مزید سندوں کے ساتھ یہ حدیث شریف یہاں بیان ہوئی)

اور اسی کتاب اسی باب میں وارد ہے کہ

عن أبي هريرة قال مازالت أحب بني تميم منذ ثلث سمعت من رسول الله ﷺ يقول فيهم سمعته يقول هم أشد أمتي على الدجال قال وجدت صدقاتهم فقال رسول الله ﷺ هذه صدقات قومنا وكانت منهم سبيه عند عائشة رَضِيَ اللهُ تعالى عنها فقال اعتقيها فإنها من ولد إسماعيل عليه السلام

یعنی ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ میں بنی تمیم سے محبت کرتا رہتا ہوں جب سے ان کے متعلق میں باتیں آنحضرت ﷺ سے سنیں آپ فرماتے تھے میری ساری امت میں بنی تمیم دجال کے بہت مخالف ہونگے اور ایک بار ایسا ہوا کہ بنی تمیم کی زکوۃ آئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہماری قوم کی زکوۃ ہے کیونکہ بنی تمیم کا لباس بن مضر میں آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے اور ان میں کی ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس قید تھی آپ نے فرمایا اس کو آزاد کردو وہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد ہے اور یہی حدیث صحیح بخاری کتاب المغازی وفد بن تمیم میں بھی اسی طرح آتی ہے اور اسی طرح

یہی حدیث صحیح مسلم باب من فضائل غفار وسلم وجھنیہ ومشجع و مزینہ میں دوسندوں کے ساتھ روایت ہے۔

دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن کے صفحہ ۳۴ پر ہے

عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ لا تسبوا تمیما اخرجہ وکیع فی کتاب الضرر

یعنی وکیع نے کتاب الضرر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمیم کو بُرا مت کہو۔

وفی زوائد مسند البزار عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ وذکر بنی تمیم فقال ھم ضخام الھام ثبت الاقدام انصار الحق فی اخر الزمان اشد قوما علی الدجال

یعنی حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کاندھوں پر دست مبارک مارا اور فرمایا کہ بنو تمیم کو بُرا مت کہو۔

الحاصل مخالف اور سخت سے سخت کٹر مخالف کی تحریر سے ثابت ہو چکا کہ نجدی بنی تمیم ہیں اور بنی تمیم سے محبت رکھنا عین اسلام ہے پس نجدیوں سے محبت رکھنا اسلام ہے اب بھی اگر کوئی شخص بنی تمیم (نجدیوں) سے محبت نہ رکھے یا ان کی تعریفوں کی جگہ بُرائی کر کے خدانخواستہ عداوت رکھے تو وہ بموجب ارشاد آنحضرت ﷺ دجال کا طرفدار ہے۔ "فافھم وتدبر" (اشتہار اکرام الدین)

اس لئے کہ اس کو بنو تمیم سے ہونا اس طرح کوئی فائدہ نہیں دے سکتا ابو جہل کا قبیلہ قریش سے ہونا مفید نہیں۔

سید علوی رحمۃ اللہ نے اسی کو یعنی محمد بن عبدالوہاب کو بنی تمیم سے تسلیم کرنے کے ساتھ ہی یہ بھی تو لکھا کہ قرآن شریف کی آیت

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ (پارہ ۲۶، سورۃ الحجرات، آیت ۴)

بیشک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔

بنو تمیم ہی کے حق میں وارد ہے۔

اس آیۃ شریفہ کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ بنو تمیم کے کچھ قیدی تھے ان کو چھوڑنے کے لئے ان کے ایلچی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے آپ دوپہر کے وقت آرام فرما رہے ہیں۔ ان لوگوں نے شور مچایا کہ یا محمد ﷺ باہر

آئیں توان بے ادبوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی لیکن اس پر بھی یہ کب کہتے ہیں کہ بنو تمیم میں جو لوگ متقی صالح مومن ہیں وہ سب بھی یا ساری قوم اس آیۂ شریفہ کے حکم میں داخل ہے بلکہ بنو تمیم میں سے جن لوگوں نے بے ادبی کی وہ بے ادب اور قابل ملامت ہیں۔ اسی طرح وہابیوں کا بھی کوئی حق نہیں کہ بنو تمیم کی فضیلت کے باعث قرن الشیطان کی حمایت کر کے قرن الشیطان بن جائیں۔ رہا یہ امر کہ حضور اکرم ﷺ نے بنو تمیم کو اپنی قوم کہا مگر قریش کو تو زبانی کہنے کی ضرورت نہ تھی خود حضور اکرم ﷺ بنو قریش سے تھے۔ بنو تمیم کا نسب تو حضور اکرم ﷺ سے الیاس بن مضر کے واسطے سے اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملتا ہے مگر حضرت سلمان فارسی کا نسب تو حضور اکرم ﷺ سے ملتا ہی نہیں وہ فارسی الاصل تھے اس پر بھی حضور اکرم ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ "سلمان منا اهل البيت" یعنی سلمان ہم میں سے ہے اور ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔ نتیجہ صاحب ہے کہ اتقا محبت رسول اللہ ﷺ اقرار و تصدیق، توحید و رسالت باعث فضیلت ہیں نہ کہ قوم اور یہی فرمانِ خداوندی ہے

وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (پارہ ۲۶، سورۃ الحجرات، آیت ۱۳)

اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

مزید تحقیق و تردید

حضرت علامہ افکر یہاں تک بحث لکھنے کے بعد الفقیہ ۱۹۲۶ء ماہ فروری میں لکھتے ہیں کہ خدا کے فضل و کرم سے وہابیوں کی تمام ہفوات واہیات کا دندانِ شکن جواب دے دیا اور حدیث فتنۂ نجد و قرن الشیطان پوری شرح ہو چکی مگر میاں نظام الدین کے مضمون کے چند فقرات باقی ہیں جن کا جواب دینا اگر چہ ضروری نہ تھا کیونکہ بحث تو الفاظِ بحث کے مفہوم کے متعلق تھی وہ ختم ہو چکی مگر ہم اس کا جواب محض اسی خیال سے لکھ دیتے ہیں کہ نظام آبادی صاحب ممکن ہے کہ اگر اپنی ضد اور ہٹ کو چھوڑ کر غور کریں تو شاید ان کے حصے میں سعادت و ہدایت ہو

وَ اللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (پارہ ۲، سورۃ البقرہ آیت ۲۱۳)

اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔

نظام آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو چونکہ رسول اللہ ﷺ نے "راس الکفر نحو المشرق" فرمایا ہے خصوصیت سے قطع نظر اگر عمومیت کو ہی ملحوظ رکھیں تو ہندوستان عرب کے عین مشرق کی

طرف ہے جتنے فتنہ گر کافر گر تفرقہ انداز ہندوستان میں ہیں، لاہور میں ہوں یا بریلی میں علی پور میں ہوں لکھنؤ اور کانپور میں ان سب لوگوں پر حدیث مذکور شامل ہے۔

ممکن ہے کہ وہابی ان فقروں کو پڑھ کر کچھ خوش ہوئے ہوں مگر ان کی خوشی محض بے سمجھی کے باعث ہے عقلمند وہابی ہرگز ان فقرات سے خوش نہ ہونگے مگر ان کی خوشی یا ناخوشی سے ہم کو سروکار نہیں۔ ہم ان فقرات کو پڑھ کر اس قدر محفوظ اور خوش ہوئے کہ بیان سے باہر ہے اس لئے کہ نظام آبادی نے ان چند فقرات کو لکھ کر اپنا رد خود کر دیا اور ہماری تائید کر دی اللہ تعالیٰ کی شان ہے انہیں اتنا بھی محسوس نہ ہوا کہ جن کا رد لکھ رہا ہوں انہیں کی تائید ہو رہی ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں — لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

ہماری تائید ان فقرات میں کئی وجوہ سے ہے ہم بالتفصیل بیان کرتے ہیں۔

جوابات از علامہ افگر مرحوم

حضرت علامہ لکھتے ہیں کہ اس حنفی نما وہابی پر ہم کیا افسوس کریں کاش جتنی محبت اس قرن الشیطان سے ہے اس کا عشر عشیر بھی رسول اللہ ﷺ سے ہوتا تو شاید اس کے حصے میں یہی قسام ازل نے کچھ سعادت رکھی ہوتی۔ حدیث کو نقل کرتا ہے مگر بجائے صلی اللہ علیہ وسلم کے صلعم لکھ رہا ہے اگر کوئی صاحب یہ خیال کریں کہ شاید اختصار کو مدنظر رکھ کر ایسا کیا ہو تو ایسا خیال صحیح نہیں ہوسکتا۔ اول اس لئے کہ نقل میں اختصار تخفیف یا زیادتی کسی صورت سے جائز نہیں دوسرا اس لئے کہ اگر اختصار مدنظر ہوتا تو پہلی حدیث لکھ کر صحیح کے دونوں مقامات اور صحیح مسلم کا حوالہ دے کر مختصر کر دینا پڑھنے والے کو معلوم ہو جاتا کہ یہ حدیث ان دونوں کتابوں کے فلاں فلاں مقام میں ہے مگر قرن الشیطان کی محبت نے مجبور کیا کہ خواہ مخواہ عبارت کو لمبا کر دیا جائے ہاں اگر اختصار اور تخفیف مطلوب ہے تو صرف حضور اکرم ﷺ کے درود میں جائز ہے۔ ایسے لوگ لاکھ حنفیوں کے بھیس میں آئیں مگر تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔

بھر رنگے کہ خواہی جامۂ پوش — من انداز قلمت رامی شناسم

وہابیوں کا حنفی بننا بھی قرن الشیطان کے فتنہ کا اثر ہے اس کو ہم آخر میں بالتفصیل بیان کریں گے قارئین منتظر رہیں۔

اب جواب سنئے

الزامی جواب

فرض کرو اگر دہلی میں ایک اور شخص پیدا ہو جائے اور اکرام الدین اس کا نام ہو اور مسٹر اکرام الدین مشتہر

اشتہارات زیر بحث سے کہے کہ دیکھو صحیح بخاری، صحیح مسلم و دیگر صحاح ستہ بلکہ تمام مسانید و سنن میں قریش کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور یہاں تک امامت بھی قریش ہی کے لئے مخصوص ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے قریش میں ہونے پر خوشی کا اظہار فرمایا اور یہ دوسرا اکرام الدین پہلے اکرام الدین کو حدیث کی تمام کتابوں سے اس مضمون کی حدیثیں لکھ کر دکھائے اور پھر پوچھے کہ کیوں بنو قریش واقعی واجب التعظیم ہیں اور ان سے محبت رکھنا عین اسلام ہے تو دوسرا اکرام الدین اس کا اقرار کرلے پھر وہ کہہ دے کہ دیکھو اب تو تم قریش کی فضیلت کے قائل ہو گئے تو آئندہ اب تم ضرور ابو جہل سے محبت رکھا کرنا ،خبردار اس کے حق میں بُرائی نہ کرنا کیونکہ وہ قریش میں ہے تو پہلا اکرام الدین دہلوی جو جواب دوسرے اکرام الدین کو دے گا وہی جواب ہماری طرف سے سمجھ لے امید ہے کہ مسٹر اکرام الدین کی تسلی کے لئے اپنا ہی جواب کافی ہوگا۔

تحقیقی جواب

کسی قوم یا جماعت کی اگر تعریف ہو اور وہ قوم یا جماعت واجب التعظیم واجب الاکرام ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس قوم کا اگر کوئی فرد بُرا ہو اور اس کی بُرائی بیان بھی ہو چکی ہو تو وہ باوجود اپنی بُرائی کے واجب التعظیم اور قابل اکرام سمجھا جائے اس کو ہم مثالوں سے سمجھاتے ہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے حق میں فرمایا

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ . (پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۷۰)

اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی۔

جس سے معلوم ہوا کہ بنی آدم کو خدا نے فضیلت دی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نمرود، فرعون، ہامان، ابوجہل، ابی بن خلف، ابولہب سب کے سب واجب التعظیم ہوں وہ بنی آدم تو ہیں مگر اپنی بُرائیوں، کفر، عداوت کی وجہ سے وہ قابل تکریم و تعظیم نہیں اور یہ بھی ساتھ ہی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی قوم یا جماعت کا کوئی فرد اگر بُرا ہو تو اس کی بُرائی کے سبب سے ساری قوم یا جماعت بُری نہیں ہو سکتی چنانچہ اس اصول کو مصنف قبیلہ محمدی نے تسلیم بھی کیا ہے اور نتیجہ یہی نکالا ہے کہ جو بُرا ہے وہ اپنی بُرائی کے سبب سے اچھے قبیلہ میں بھی تو بُرا ہے اور اگر کسی قوم میں اگر کوئی اچھا ہو تو وہی اچھا ہوگا ساری قوم سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔

اگر بنو تمیم کی فضیلت بیان کرنے والے اسی اصول کو اچھی طرح سے سمجھ لیں تو وہ امید ہے کہ محض قبیلہ بنو تمیم کی فضیلت کے بھروسہ پر قرن الشیطان کو اپنا ممدوح نہیں بنائیں گے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی کھلی کھلی نشانیاں بھی فرمادی ہیں۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ محمد عبدالوہاب اگر بُرا ہے تو اس کا قبیلہ بنو تمیم سے ہونا اس کے لئے قطعاً مفید نہیں ہوسکتا

دیکھو سلیمان ابن عبدالوہاب جو اسی محمد بن عبدالوہاب کا حقیقی بھائی اور قبیلہ بنو تمیم کا ایک رکن تھا اس کے الحاد، زندقہ اور لامذہبی کا مخالف اور پکا مسلمان تھا۔ محمد بن عبدالوہاب نے اس کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کیا تو وہ غریب بھاگ کر مصر چلا گیا اور اپنے ملحد اور لامذہب بھائی کے رد میں ایک کتاب لکھی اور سید علوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جلاء الظلام کے مضامین کا ماخذ بھی زیادہ سلیمان بن عبدالوہاب ہی کی کتاب ہے۔ پس یہ اس تعظیم و تکریم کا مستحق ہے جو بنو تمیم کے لئے ہے کیونکہ مسلمان ہے اور محمد بن عبدالوہاب چونکہ بحکم رسول اللہ ﷺ قرن الشیطان ہے۔

(۱) نظام آبادی نے تسلیم کرلیا کہ حدیث قرن الشیطان میں جس فتنے کا ذکر ہے وہ فتنہ مشرق کی طرف سے ہوگا اور اس کے متعلق دوسری حدیث کے الفاظ نقل کر دیئے جو ہم اپنے مدعا کے ثابت کرنے کے لئے لکھ آئے ہیں اس سے ثابت ہوگیا اور نظام آبادی نے مان لیا کہ قرن الشیطان اور فتنے مشرق میں ہونگے اور چونکہ حدیث قرن الشیطان میں لفظ نجد وارد ہے اور نجد مشرق میں ہے لہٰذا وہ ساری بحث کہ اس سے مراد عراق ہے منشا ہوگئی کیونکہ عراق مدینہ منورہ سے مشرق کی طرف نہیں ہے۔

(۲) اول تو کسی نے لفظ نجد سے عمومیت کا خیال ہی نہیں کیا جب رسول اللہ ﷺ نے صاف طور پر نجد کے حق میں دعا فرمائی اور فرمادیا کہ یہاں فتنے اور قرن الشیطان طلوع ہوگا تو کسی کو کون سی ضرورت لاحق ہوئی ہے کہ خصوصیت کو چھوڑ کر عمومیت کو ڈھونڈتا پھرے۔ وہابی البتہ حدیث کے اصل الفاظ کو چھوڑ کر کبھی تو نجد عراق کو بناتے ہیں کبھی یمن کو۔ اس لئے ہم کو عمومیت کا مخاطب کرنا ان لوگوں کی نادانی اور سفاہت کی دلیل ہے لیکن اگر نظام آبادی صاحب کو یہی منظور ہے کہ خصوصیت سے قطع نظر کرکے عمومیت کو ملحوظ رکھیں اور ضرور ہی ہندوستان کو اس کا ہدف بنائیں تو ہم اس میں بھی ان کی تسلی کر دیتے ہیں مگر پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس امر کی اور وضاحت ہوجائے کہ حدیث زیر بحث میں جس نجد کا ذکر ہے وہ وہی ملک ہے جس میں محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوا اور جو معروف ملک ہے یا بقول وہابیوں عراق۔

اگر کوئی شخص مدینہ منورہ میں مشرق کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو تو اس میں کچھ شک نہیں کہ ہندوستان مشرق کی طرف ہوگا مگر ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ نجد بھی مشرق کی طرف ہے تو ہمارا مدعا ثابت ہوا اور اگر وہابیوں کا یہی قول صحیح ہے کہ نجد سے مراد عراق ہے اور عراق ہی مدینہ منورہ سے مشرق کی طرف ہے تو ہندوستان مشرق سمت میں ہرگز نہیں ہوسکتا اس کیفیت کو ہم ایک خاکہ کھینچ کر واضح کرتے ہیں۔

Title\Sarha-Hadaiq-Naqshah.jpg not found.

اگر عراق کو مشرق کی طرف سمجھا جائے اور مدینہ طیبہ سے ایک خط قط العمارہ کی طرف کھینچا جائے جو عراق کے وسط میں ہے اور اسی خط مستقیم کو اور بڑھا دیا جائے تو وہ خط ایران سے ہوتا ہوا ایشیائی روس میں چلا جائے گا اور ہندوستان اس خط کے نیچے کسی طرح نہیں آ سکتا۔

اب نظام آبادی صاحب دونوں شقوں میں سے سوچ سمجھ کر یا کسی سے سمجھ کر کوئی بھی شق اختیار کر لیں۔

اگر وہ ہندوستان کو مشرق کی طرف مان لیں تو مان لیں کہ نجد جو معروف ملک ہے مشرق کی طرف ہے تو اپنے دعویٰ سے دستبردار ہوں کہ نجد عراق ہے اور عراق مشرق کی طرف ہے اور اگر وہ عراق ہی کو مشرق میں سمجھتے ہیں اور اپنے دعویٰ سے دستبردار نہیں ہوتے تو ان کا یہ بیان کہ ہندوستان مشرق کی طرف ہے بالکل لغو اور بیہودہ ٹھہرا۔

دو گونہ رنج و عذاب ست جان مجنوں را بلائے فرقت لیلیٰ و صحبت لیلیٰ

لیکن چونکہ ہم اس کے قائل ہیں اور امر واقعہ بھی یہی ہے کہ نجد اور ہندوستان مدینہ طیبہ سے مشرق کی طرف ہیں۔

اس لئے ہم بڑے زور سے کہتے ہیں کہ ہندوستان کے ان لوگوں پر حدیث زیر بحث شامل ہیں جو قرن الشیطان کے حامی ہیں خواہ وہ مبارک پور کے ہوں یا منحوس پور کے، صادق پور کے ہوں یا کاذب پور کے، آرہ کے ہوں یا تیشہ کے، دہلی کے ہوں یا جونا گڑھ کے۔ نظام آبادی صاحب نے جن لوگوں کا ذکر کیا ہے

لاہور کے ہوں یا بریلی کے، علی پور کے ہوں یا لکھنو کانپور کے وہ سب کے سب یک زبان ہو کر شیطان اور اس کے قرن دونوں پر لعنت بھیجتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرتے ہیں تو وہ اس حدیث میں کیونکر شامل ہو سکتے ہیں۔

نظام آبادی نے ان فقروں میں احناف کرام ایدہم اللہ پر تفرقہ کا الزام لگایا ہے مگر افسوس کہ ان لوگوں کو ایسا لکھتے

ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ظاہر ہے کہ جب نجد سے قرن الشیطان کا مذہب بذریعہ اسمٰعیل دہلوی اس ملک میں آیا تو تفرقہ شروع ہوا اگر یہ ملعون مذہب یہاں نہ آتا تو کوئی تفرقہ نہ ہوتا تو تفرقہ کا الزام حنفیوں پر کیسے ہوا آج بھی اگر تمام متبعین قرن الشیطان راہِ راست پر آجائیں اور اہل سنت کے چاروں طریقوں میں سے کسی طریق میں شامل ہو جائیں تو کوئی تفرقہ باقی نہ رہے گا۔تعجب ہے کہ جو لوگ خود ایک نیا مذہب لے کر فتنہ پیدا کریں وہ تفرقہ کا الزام تیرہ صدیوں کے مسلمانوں پر لگائیں۔خدا ان لوگوں کو ہدایت کرے مگر ہدایت بھی کسی کے مقدر میں ہوتی ہے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَ عَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (پارہ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۷)

اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کردی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے۔

کی حد تک نہ پہنچے ہوں۔

قرن الشیطان کی وجہ تسمیہ

ہم بحمدللہ اپنے غیر مقلد دوستوں کے جواب سے سبکدوش ہو گئے لیکن ایک ضروری امر باقی ہے وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد سے فتنہ برپا کرنے والے کا نام قرن الشیطان کیوں رکھا۔حضور اکرم ﷺ کے کلام معجزہ نظام میں یہ نقص کبھی نہیں ہوسکتا کہ آپ کا کوئی لفظ مہمل اور بے معنی ہو اگر ہم اس پر روشنی نہ ڈالیں تو غالباً یہ مضمون نا تمام رہ جائے گا اسی لئے ہم اس کا پتہ بھی لگاتے ہیں کہ قرن الشیطان کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

چونکہ محدثین کے زمانہ تک فتنہ قرن الشیطان کا ظہور نہیں ہوا تھا اس لئے حدیث کی کتابوں میں اس کا صحیح پتہ نہیں دیتیں۔

یہ ظاہر ہے کہ انسان بہر حال انسان ہے مگر اس کی کسی خاص صفت کے پاس اس کے نام اور بھی کچھ رکھے جاتے ہیں۔گدھا ایک احمق جانور قرار دیا گیا ہے اس لئے اگر کوئی انسان احمق ہو تو اسے گدھا کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ نہ تو حقیقتاً گدھا ہوتا ہے نہ گدھے کی طرح چارپایہ بن جاتا ہے۔شیر چونکہ جرأت اور بہادری میں یکتا ہے اس لئے کسی انسان میں اگر جرأت اور بہادری ہو تو اسے شیر کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ وہ شیر کی طرح کسی کو پھاڑ کر کھا نہیں جاتا اور نہ جنگلوں میں رہتا ہے۔اس سے ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسی خاص وصف کے اعتبار سے انسان کو موصوف کرنے کے لئے اسے بطورِ لقب گدھا یا شیر بنا دیا جاتا ہے۔

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے محمد بن عبدالوہاب یا اس کی جماعت کو قرن الشیطان کا لقب دیا تو

ان کے کسی خاص امتیازی وصف کی بناء پر ہے ممکن ہے کہ کوئی اور بزرگ اس کی وجہ تسمیہ کچھ اور بتائیں مگر میں نے جو کچھ سمجھا ہے اسے عرض کر دیتا ہوں۔

شیطان کی خاصیت

شیطان کی ایک یہ ہے کہ وہ وسوسہ ڈالنے اور دھوکا دینے میں دوستی کا پیرایہ اختیار کرتا ہے چنانچہ حضرت آدم وحوا کو اس نے جو دھوکا دیا وہ دشمن بن کر نہیں بلکہ دوستی اور محبت کے پیرائے میں دیا۔ قرآن شریف میں ہے

اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ○ (پارہ ۸، سورۃ الاعراف، آیت ۲۱) میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

یعنی شیطان نے ان دونوں (آدم وحوا) کو قسم کھا کر کہا کہ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں غرضیکہ ناصح مشفق اور ہمدرد بن کر حضرت آدم وحوا کو اس نے دھوکا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شیطان دشمن یا مخالف بن کر کسی کو دھوکا نہیں دیتا اور ظاہر ہے کہ کھلم کھلا دشمن اور مخالف کے دھوکے میں کوئی آ بھی نہیں سکتا تو جو شخص کسی کو دوستی، محبت اور ہمدردی کے پیرائے میں دھوکا دیتا یا اپنا ہم خیال بناتا ہے تو اس میں یہ صفت شیطانی آجاتی ہے اور جس طرح محض جرأت اور بہادری کے سبب سے کوئی جری اور شجاع شیر کے خطاب سے مخاطب ہوتا ہے اور بیوقوفی اور حماقت کے سبب سے کوئی احمق گدھا کہلا سکتا ہے ٹھیک اسی طرح ہر ایسا شخص جو محبت اور ہمدردی کے لباس میں ظاہر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے وہ شیطان کے لقب سے ملقب ہو سکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نے حسب صراحت احادیث بظاہر لوگوں کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی دعوت دی مگر دراصل وہ خدا رسول کا دشمن اور مخالف تھا عوام اس کے فریب میں آگئے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس کا نام قرن الشیطان رکھا تاکہ حدیث کے الفاظ ''القول ولسیئول الفعل'' کی پوری تصدیق ہو۔

اب نظام آبادی صاحب کے ہندوستانی بھائیوں میں اسی صفت کی تلاش کیجئے اور سراغ لگائیے کہ وہابیت ہندوستان میں کس طرح پھیلی۔

اس لئے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اخبار اہلحدیث کا قائل اس کی شہادت دے سکتا ہے کہ ہندوستان میں وہابیت کا راج دھوکا فریب یا بالفاظ دیگر اسی صفت شیطانی سے ہوا۔ بہت سے مضامین بعنوان تحریک اہلحدیث موجود ہیں جن میں بعض محرکوں کی نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے حنفیت کے بھیس میں رہ کر وہابیت پھیلائی۔ ہم ایک مثال ایسی پیش کرتے ہیں

شہر قصور ضلع لاہور کے ایک مولوی صاحب آئے جو آج وہاں کے وہابیوں کے سرگروہ بنے ہوئے ہیں۔ کوٹ بدر

الدین خان کے مشرق کی طرف آبادی سے ملحق جو مسجد ہے اس میں قیام کیا۔ پکے صوفی مشرب معلوم ہوتے تھے ان کے وعظ کی مجلسیں ہونے لگیں۔

مولوی شیر نواب خان صاحب جیسے ذی فہم بھی دھوکے میں آ گئے وعظوں میں اولیاء اللہ کی کرامتوں کا خاص طور پر بیان ہوتا تھا۔ ایک ایک دولت اور بزرگ ان کے دام فریب میں پھنس گئے ان کو پھانس کر ایک مدرسہ اور یتیم خانہ قائم کرایا کچھ جائیداد وقف کرائی۔ وہ فوت ہو گئے تو مدرسہ یتیم خانہ پر اپنا قبضہ جمایا۔ ان کی بیوہ کو ان پر اعتماد تھا قابض ہو گئے اور کھلم کھلا غیر مقلدیت کی تبلیغ ہونے لگی۔

ایسی صدہا مثالیں موجود ہیں۔ مولوی غلام علی صاحب قصوری جن کے دم قدم سے امرتسر میں وہابیت آئی انہوں نے اس زمانہ میں جبکہ غیر مقلدین نے اپنا لقب قرار نہیں دیا تھا ایک رسالہ لکھا جس کا نام "تحقیق الکلام فی مسئلۃ البیعت والالہام" ہے اس کے دیباچہ میں انہوں نے اقرار کیا ہے کہ انہوں نے اپنے خیالات چپکے چپکے دوستوں کے کانوں میں کہے اور کھلم کھلا اس لئے تعلیم نہ دی کہ سخت مخالفت کا خوف تھا۔

اگر غیر مقلدین دھوکہ اور فریب سے کام لیتے اور اپنے آپ کو وہابی کہہ کر تبلیغ کرتے تو کبھی کامیاب نہ ہوتے۔

آج بھی سنا ہے کہ کوئی مفتی صاحب ہیں جو اپنے آپ کو حنفی ظاہر کرتے ہیں مگر قرن الشیطان ثانی کے حملہ حجاز پر انہوں نے الٹے استرے سے حنفیوں ہی کی حجامت شروع کر دی۔

ہم امید کرتے ہیں کہ تمام وہابی گروہ عموماً اور مسٹر نظام آبادی خصوصاً اب سمجھ گئے ہونگے کہ ہندوستان میں کون لوگ قرن الشیطان ہیں۔

اللھم احفظنا من شرورھم . آمین

الحمدللہ علی احسانہٖ کہ اس عاجز نے حدیث قرن الشیطان ونجد کی پوری شرح کر دی اور وہابیہ کی تمام تاویلات رکیکہ اور اعتراضات کا دندانِ شکن جواب دیا۔ ثم الحمد للہ رب العلمین

راقم خاکسار غلام احمد عافاہ اللہ واید

الفقیہ امرتسر ہند۔ ۲۱ فروری ۱۹۴۶ء

گھر کا بھیدی

اس مضمون کی تائید میں ہم محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بھائی حضرت علامہ محمد سلیمان بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ کا مضمون بہ قلم حضرت علامہ محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہاں پر اضافہ کرتے ہیں تا کہ سندر ہے وہ مضمون بھی الفقیہ میں اسی پر شائع ہوا۔

سلیمان بن عبدالوہاب نجدی

محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ایک بھائی سلیمان بن عبدالوہا تھا جو ہمیشہ اپنے بھائی محمد کو سمجھایا کرتا اور اس کے عقائد باطلہ کی تردید کیا کرتا تھا۔ اس نے ایک رسالہ اسی فرقہ ضالہ کی تردید میں لکھا تھا جو آج کل لکھنؤ میں تبع ہو کر شائع ہوا ہے۔ آج ہم ناظرین الفقیہ کے لئے اس کا ایک فصل بمعہ ترجمہ لکھتے ہیں وہ یہ ہے

ومما يدل على بطلان مذهبكم ما في الصحيحين ايضاً عن ابي هريرة عن النبي ﷺ انه قال راس الكفر غوالمشرق حيث يطلع قرن الشيطان وفي الصحيحين ايضاً عن ابن عمر عن النبي ﷺ انه قال وهو مستقبل المشرق ان الفتنه ههنا وللبخاري عند مرفوعاً اللهم بارک لنا في شامنا اللهم بارک لنا في يميننا قالوا وفي نجدنا قال اللهم بارک لنا في شامنا قالوا وفي نجدنا فاظنه قال في الثالثة هنالک الزلازل والفتن ومنها يطلع قرن الشيطان.......

امن حديث لابن عمر مرفوعا اللهم بارک لنا في مدنا وفي صاعنا وفي مدينتنا و يمتنا وشامنا ثم استقبل مطلع الشمس فقال ههنا يطلع قرن الشيطان وقال من ههنا الزلازل والفتن انتهى.

اقول اشهدان رسول اللهﷺ بصادق فصلوٰت الله وسلامه عليه وعلیٰ آله وصحب اجمعين لقد ادى الامانته وبلغ الرسالة قال الشيخ تقي الدين فالمشرق عن مدينة ﷺ شرقا ومنها خرج مسيلمة الكذاب الذي ادعى النبوة وهو اول حادث بعده وتبعه خلائق وقاتلهم خليفه الصديق انتهى وجد الدلالة من هذا الحديث من وجوه كثيرة نذكر بعضاً منها ان النبي ﷺ ذكر الايمان يمان والفتنة تخرج من المشرق ذكرها التعقل ومنها ان النبي ﷺ دعا للحجاز واهله مرا راو ابى ان يدعوا لاهل المشرق لما فيهم من الفتن خصوصاً نجد اومنها ان اول فتنه وقعت بعده ﷺ وقعت بارضنا هذه فنقول هذه الامور التي تجعلون المسلم بها كافرا بل تكفرون من لم يكفره ملأت مكه والمدينه واليمن من سنين مبطاولة بل بلغنا ان ما في ارض الله ارض اكثر من هذه الامور في اليمن والحرمين وبلدنا هذه هي اول من ظهر فيها الفتن ولا نعلم

المسلمين اكثر من فتنتها قديما وحديثا وانتم الان مذهبكم على الامة اتباع مذهبكم وان من تبعه ولاقدر على اظهار دينه فى بلده وتكفير اهل بلده وجب عليه الهجرة اليكم وانكم الط... المنصورة وهذ ا خلاف هذا الحديث كان رسول الله ﷺ اخبره الله ماهو كائن على امة الى يوم القيامة وهو ﷺ اخبر بما يجرى فيهم ومنهم فلو سلم ان بلاد المشرق خصوصا نجد ابا... مسيلمة انها تصير دارالايمان وان الطائفة المنصورة تكون بها وانها تكون بها وانها تكون بلاد ايظهر فيها الايما ن ونفى فى غير ها وان الحرمين الشريفين واليمن تكون بلاد كفر تعبد فيها الاوثان وتجب الهجرة منها لا خبر بذلک ولدعى اهل الشرق خصوصاً نجد اولدعى... الحرمين واليمن واخبر انهم يعبدون الاصنام فاذالم يكن الا من ذالک فانه ﷺ عم المش... وحض نجد ابان منها يطلع قرن الشيطان و ان منها وفيها الفتن وامتنع من الدعاء لها وهذا خلاف زعمكم وان اليوم عند كم الذى دعالهم رسول الله ﷺ كفار والذى ابى ان يدعولهم واخبران منها يطلع قرن الشيطان وان منها الفتن وبلاء.

صحیحین کی وہ حدیث بھی تمہارے مذہب کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کفر کا سرا مشرق کی طرف ہے اس لئے کہ اسی طرف سے قرن شیطان ظاہر ہوگا۔ اسی طرح صحیحین میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے ایک بار رسول اللہ ﷺ مشرق کی طرف منہ کئے کھڑے تھے کہ آپ نے فرمایا فتنہ اس طرف ہے اور بخاری نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب حضور نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے شام میں ہم کو برکت عنایت فرما اے اللہ ہمارے یمن میں ہم کو برکت عنایت فرما تو صحابہ نے عرض کیا ہمارے نجد میں آپ نے پھر ابتداء کی عبارت دہرائی اس پر صحابہ نے عرض کیا ''وفی نجدنا'' راوی واقعہ کا بیان ہے کہ میرے خیال میں تیسری مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا وہاں نجد میں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے قرن الشیطان ظاہر ہوگا اور جو حدیث امام احمد بن حنبل نے مرفوعاً حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اس میں ہے کہ آپ نے پہلے ارشاد فرمایا ہے اے اللہ ہم کو ہمارے مدینہ اور ہمارے صاع میں اور ہمارے مد میں اور ہمارے یمن اور ہمارے شام میں برکت عنایت فرما اس کے بعد مشرق کی طرف منہ کر کے آپ نے فرمایا اس طرف سے قرن الشیطان ظاہر ہوگا اور یہیں سے زلازل اور فتنے اُٹھیں گے۔ شیخ تقی الدین لکھتے ہیں کہ ان احادیث میں مشرق سے مراد مدینہ سے سمت مشرق ہے یہاں تک کہ اسی سمت سے مسیلمہ کذاب کا

ظہور ہوا جس نے دعویٰ نبوت کا کیا اور حضور اکرم ﷺ کے بعد اسلام میں یہ پہلا حادثہ تھا جو ظاہر ہوا اور بہت سے لوگ اس کے پیرو ہو گئے اور حضرت صدیق خلیفہ اول نے ان سے قتل کیا۔ اقوالِ مذکورہ کئی وجہوں سے تمہارے مذہب کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے بعض ہم یہاں بیان کرتے ہیں اول اس وجہ سے کہ حضور ﷺ نے متعدد بار فرمایا کہ ایمان یمانی ہے اور فتنہ مشرق سے ظاہر ہوگا تا کہ لوگ اس سے خوب واقف ہو جائیں۔ دوسرے اس وجہ سے کہ حضور ﷺ نے حجاز و اہل حجاز کے لئے متعدد مرتبہ برکت کی دعا فرمائی مگر اہل مشرق کے لئے دعا سے انکار فرمایا اور وہیں سے ظہورِ فتن کا تذکرہ فرمایا خصوصاً نجد سے۔ تیسرے اس وجہ سے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد پہلا فتنہ جو ظاہر ہوا وہ ہماری اسی ارض نجد سے ظاہر ہوا تو غور کرو کہ ایک مدتِ مدید سے مکہ، مدینہ و یمن ان امور سے بھرے پڑے ہیں جن کی بناء پر تم مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہو بلکہ جو شخص ان مرتکبین کی تکفیر نہ کرے اس کی بھی تکفیر کرتے ہو بلکہ ہم کو تو یہاں تک معلوم ہوا کہ اللہ کی اس وسیع زمین میں سے یمن و حرمین میں یہ امور سب جگہ سے زائد پائے جاتے ہیں اور ہمارا یہ شہر نجد وہی ہے کہ جہاں سب سے پہلے فتن کا ظہور ہوا بلادِ مسلمین میں سے کوئی شہر ایسا نہیں معلوم ہوتا جہاں ہمارے شہر سے زائد فتن کا ظہور ہوا ہو نہ زمانہ قدیم میں اور نہ اس موجودہ زمانہ میں اور تم لوگوں کا مذہب جو نجدی ہو یہ ہے کہ مسلمانوں پر صرف تمہارے مذہب کی پیروی واجب ہے نیز یہ کہ اگر کسی دوسری جگہ کوئی شخص تمہارے مذہب کا پیرو ہے اور وہاں وہ اپنے دین کے اظہار نیز اپنے یہاں کے لوگوں کی تکفیر پر قادر نہیں تو اس کو لازم ہے کہ وہ ہجرت کر کے تمہارے یہاں چلا آئے اور یہ کہ تمہیں طائفہ منصورہ ہو یہ تو صریحاً اس حدیث کے خلاف ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو ان تمام حالات سے مطلع فرما دیا تھا جو آپ کی امت کو قیامت تک پیش آنے والے تھے اور حضور ان واقعات کو لوگوں پر یا لوگوں سے پیش آنے والے ہوتے عموماً بیان کرتے تو اگر آپ کو یہ علم ہوتا مشرق خصوصاً نجد و بلاد و اسلام میں سے ہو اور کبھی وہ دارالایمان ہوگا اور وہیں طائفہ منصورہ پایا جائیگا اور یہ کہ صرف وہی ایسے بلاد ہونگے جہاں ایمان کا ظاہر کرنا ممکن ہوگا اور دوسرے بلاد میں پوشیدہ رکھنا پڑے گا اور یہ کہ حرمین شریفین اور یمن بلادِ کفر ہو جائیں گے اور وہاں بت پرستی جاری ہو جائے گی اور وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہو جائیگا تو آپ ضرور اس کو بیان فرما دیتے اور اہل مشرق خصوصاً نجد کے لئے دعائے برکت فرماتے اور حرمین و یمن کے لئے بددعا فرماتے اور یہ ظاہر فرما دیتے کہ بددعا اس لئے کرتے ہیں کہ وہاں کے لوگ بت پرستی میں مبتلا ہو جائیں گے لیکن واقعہ بالکل اس کے برعکس ہوا کہ آپ نے مشرق کے لئے عام طور پر اور نجد کی تخصیص کر کے یہ ظاہر فرمایا کہ قرن الشیطان وہیں سے ظاہر ہوگا اور وہیں کے لئے دعا سے آپ نے انکار فرمایا تو یہ

تمہارے گمان کے بالکل خلاف ہے اور آج تم اس کے قائل ہو کہ جن کے لئے آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی تو وہ بلادِ کفر ہیں اور جن کے لئے دعا سے انکار فرمایا اور ظاہر فرمایا کہ وہاں سے قرن الشیطان ظاہر ہوگا اور یہ کہ وہاں سے فتنے اُٹھیں گے وہ بلادِ ایمان ہیں جہاں ہجرت کر کے جانا واجب ہے اور یہ امر احادیث سے روشن اور واضح ہے۔ ان شاء اللہ (ہدیہ حبیبہ صفحہ ۷۵ و ۷۶ ترجمہ رسالہ سلیمانیہ)

رسالہ سلیمانیہ کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حدیث "زلازل وفتن" والی جس میں قرن الشیطان کے ظہور کی پیشگوئی ہے وہ اسی نجد کے بارے میں ہے جس میں محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا اور جس میں ابن سعود نجدی ہے خود محمد نجدی کا بھائی اس حدیث کو اپنے ملک نجد کے لئے مانتا ہے اور نجدیوں کے بطلان مذہب پر بطورِ دلیل پیش کرتا ہے تو اب وہابیانِ ہند کا یہ کہنا کہ اس حدیث میں نجد سے ابن سعود کا نجد مراد نہیں غلط ہوا۔

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر یہ طائفہ نجدیہ حق پر ہو تو لازم آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن شہروں کے لئے یا جس ملک کے لئے دعا فرمائی وہاں تو شرک و بدعت پھیلا اور جس ملک کے لئے آپ نے دعا نہ فرمائی وہاں سے توحید نکلی تو آپ کی دعا کا اثر بقولِ نجدیان الٹا پڑا۔ جہاں ظہور قرن الشیطان وزلزلے وفتن فرمایا وہاں سے اس کے برعکس توحید نکلی اور جہاں دعا فرمائی وہاں شرک پھیلا۔ نجدیوں کے حمائتیو! کیا واقعی حضور اکرم ﷺ کی نسبت تمہارا یہی خیال ہے کہ آپ کی دعا کا اثر الٹا ہوا؟ اگر نہیں اور یقین ہے کہ ایسا نہیں ہوگا تو پھر نجدیوں کی بیجا حمایت سے باز آجانا چاہیے۔

یعبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے
اپنا بندہ کرلیا پھر تجھ کو کیا

حل لغات

یعبادی، اے میرے بندو، غلامو۔ بندہ۔ غلام۔

شرح

حضور اکرم ﷺ نے ہمیں اے میرے غلاموں سے یاد فرما کر اپنا غلام بے دام بنالیا تو پھر تجھے غم اور دکھ درد کیوں؟

عبدالمصطفیٰ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے دوسرے مقام پہ فرمایا

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ　　　　بول بالے میری سرکاروں کے

اس شعر میں آیت قرآنی کی طرف اشارہ ہے

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ . (پارہ ۲۴، سورۃ الزمر، آیت ۵۳)

تم فرماؤ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی

یــــاعبــــادی سے رسول اللہ ﷺ کے غلام بندے مراد ہیں اس لئے کہ عبد بمعنی غلام ہے کیونکہ عبد بمعنی خادم بھی آتا ہے۔ اب آیت کا معنی ہوا کہ اے محبوب ﷺ فرمادو کہ اے میرے غلاموا ب کفار خود بخود ہی نکل گئے کیونکہ حضور ﷺ کے خدام تو مسلمان ہی ہیں اور کوئی عبارت آیت سے علیحدہ نہ نکالنی پڑی۔

اسی توجیہ کو مولوی اشرف علی تھانوی نے اختیار کیا ہے کہ عبادی سے مراد حضور اکرم ﷺ کے بندے ہیں اور مثنوی میں بھی اختیار کیا ہے

بندۂ خود خواند احمد در رشاد　　　　جملہ عالم را بخواں قل یاعباد

یاعبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے　　　　اپنا بندہ کرلیا پھر تجھ کو کیا

انتباہ

عبدالنبی اور عبدالرسول وغیرہ نام رکھنا بالکل جائز ہے اور قرآن سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مِنْ عِبَادِکُمْ وَ اِمَآئِکُمْ ا (پارہ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۳۲)　　　تمہارے غلام اور تمہاری لونڈیاں

عرب میں عام طور پر کہتے ہیں "عبدی" یعنی میرا غلام۔

حقیقت ومجاز

عبد کا حقیقی معنی عبادت گذار اور مجازی معنی خدمت گزار، نیازمند وغیرہ اور اصول فقہ اور علم کلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ عرف کو حقیقت و مجاز ہر دونوں پر غلبہ ہے اور عرف میں عبد جب غیر اللہ کی طرف مضاف ہو تو حقیقی معنی بالکل نہیں ہوتا جیسے عبدالدینار و عبدالدرہم و عبدالدنیا وغیرہ۔ دوسرا قاعدہ اسی کے ساتھ اصول میں ہے حقیقت متروک ہو تو مجازی معنی کو ترجیح ہے یہاں تک کہ فقہ میں کتاب الایمان اسی قاعدہ پر بے شمار مسائل کو حل کیا گیا ہے۔

لطیفہ

یہ قواعد مخالفین نہ صرف جانتے ہیں بلکہ روزانہ بار ہا پڑھتے ہیں پڑھاتے ہیں لیکن ضد بُری بلا ہے یہ دوزخ میں

جانا منظور کراتی ہے لیکن چھوڑتی بالکل نہیں۔ ابلیس کو بھی جب آخرت میں آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا کہا جائیگا تو اس وقت بھی یہی کہے گا کہ دوزخ میں جانا منظور ہے لیکن آدم علیہ السلام کو سجدہ ہرگز منظور نہیں کرونگا۔ (روح البیان پارہ ۱)

صاحب درمختار کے استاذ کے استاذ کا نام ہے عبدالنبی خلیلی (دیکھو درمختار کا مقدمہ جہاں انہوں نے اپنا شجرۂ علمی بیان کیا)

حدیث پاک میں جو اس سے منع فرمایا گیا کہ ''عبدی'' اور ''امتی'' نہ کہو یہ حکم استحبابی ہے جیسے فرمایا گیا کہ انگور کو کرم نہ کہو کیونکہ کرم مسلم ہے۔ (بخاری وغیرہ)

عمل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

صحابہ کرام نے بھی بارہا فرمایا ہے کہ

کنت انا عبده و خادمه. (ازالۃ الخفاء) میں حضور ﷺ کا عبد اور خادم تھا۔

سنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مثنوی میں مولانا روم قدس سرہ العزیز نقل کرتے ہیں جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا بلال کو آزاد کیا تو مع ان کے حاضر بارگاہ نبوت ہوئے اور عرض کی

گفت مادو بندگانِ کوئے تو کردمش آزاد هم برروئے تو

عرض کی ہم دونوں آپ کے کوچہ کے بندے (غلام) میں نے آپ کے صدقے اسے آزاد کر دیا۔

مسئلہ

عبدالمصطفیٰ کہلوانا یا نام رکھنا مشہور ہے اس کے مقدمہ میں فقیر نے عرض کیا ہے۔

عبدالرسول، عبدالنبی، عبدالمصطفیٰ وغیرہ نام رکھنا مسلمان ہونے کا نشان ہے اور مسلمانوں کے بے شمار فرقے ہیں یہ نام اس کی دلیل ہے کہ مسمی اس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے جسے حضور اکرم ﷺ سے عشق و محبت ہے اور مسلم ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی محبت و عشق کے بغیر اسلام جسم بے جان ہے اور یہی امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا امتیازی نشان ہے ورنہ بے شمار امتیں گزریں انہیں یہ امتیاز نصیب نہ ہوا۔ یہود و نصاریٰ و دیگر دشمنانِ اسلام کو حیرانی ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے امت کو اتنا پیار کیوں اسی لئے وہ ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے دولت عشق و محبت میں اضافہ نصیب ہوا۔ ان یہود و نصاریٰ کو دور کی سوجھی کہ انہوں نے مسلمانوں میں ایسے فرقے کھڑے کئے کہ عوام کے دلوں سے حضور اکرم ﷺ کی محبت و عشق کا جوہر چرا لیا جائے چنانچہ ان کے منتخب گروہ میں سے ایک خصوصی فرقہ

صرف اس دھن میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی محبت وعشق کے عقائد ومسائل کوشرک وبدعت کے کھاتے میں ڈالا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس گروہ کا شب وروز یہی مشغلہ ہے کہ وہ امت میں عشق ومحبت والوں کوشرک وبدعتی گردانیں۔ ان مسائل میں ایک مسئلہ عبدالنبی ،عبدالرسول وغیرہ وہ اسماء جونبوت وولایت سے پیار کی دلیل ہیں اکثر کوشرک وبدعت کے فتویٰ کا نشانہ نہ بنائیں ورنہ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ وہابی تحریک سے پہلے یہ اسماء نہ صرف عوام میں مروج تھے بلکہ بڑے محدثین اورفقہاء مفتیان کے اسماء مبارک تھے۔ان کی فہرست اور تفصیل فقیر کے رسالہ مذکورہ میں پڑھیں۔

دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب
تو نہ ان کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا

حل لغات

دیو، شیطان، جن، بھوت۔ خطاب، کسی کو اپنی طرف متوجہ کر کے گفتگو کرنا۔

شرح

شیطان کے بندوں سے میری گفتگو نہیں اے بندہ شیطان تو تو رسول اللہ ﷺ کا ہے نہیں اور نہ ہی پہلے ان کا تھا تو پھر تجھے کیا ضرورت پڑ گئی ہے میرے ساتھ جھگڑتا ہے جب میں کہتا ہوں میں ہوں عبدالمصطفیٰ (ﷺ)

فائدہ

یہ وہابی نجدی دیوبندی بھی عجیب مخلوق ہے کہ یہ اور دنیا بھر کی بُرائیوں ارتکاب پر اتنا سرگرم نہیں جتنا انہیں کمالاتِ انبیاء واولیاء بالخصوص امام کائنات ﷺ کے کمالات سننے پر جوشِ جنون محسوس ہوتا ہے نشۂ توحید سے ایسے پاگل ہوجاتے ہیں کہ شانِ رسالت وولایت کے متعلق کوئی بات بھی انہیں شرک سے خالی نظر نہیں آتی۔

حکایت

ہمارے ایک دوست تقریر کرتے ہوئے کہہ بیٹھے مدینہ پاک ،غوث پاک ،رسول پاک وغیرہ وغیرہ تو جلسے میں ایک وہابی دیوبندی کھڑا ہوگیا اور کہا مولانا صاحب آپ نے مدینہ، غوث ،رسول کے لفظ کے ساتھ لفظ پاک کہہ کر بہت بڑا شرک کیا اس لئے کہ پاک تو صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور تم نے غیروں کو پاک کہہ دیا۔ ہمارے مولانا نے پوچھا وہ کیسے اس نے کہا کہ مندرجہ ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ نے پاک صرف اپنی ذات کو کہا ہے مثلاً

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ۔ (پارہ ۱۵،سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱)

پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا . (پارہ۱۳،سورۃ الزخرف، آیت ۱۳)

پاکی ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا

سُبْحٰنَ اللہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o (پارہ ۱۸،سورۃ المومنون، آیت ۹۱)

پاکی ہے اللہ کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَo (پارہ ۲۳،سورۃ الصفت، آیت ۱۸۰)

پاکی ہے تمہارے رب کو عزت والے رب کو ان کی باتوں سے۔

فَسُبْحٰنَ اللہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ o (پارہ ۲۱،سورۃ الروم، آیت ۱۷)

تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو۔

وغیرہ وغیرہ اس طرح کی بیسیوں آیات پڑھ ڈالیں۔ ہمارے عوام ہکے بکے ہو گئے کہ واقعی وہابی دیوبندی قرآن کی درجنوں آیات پڑھ رہا ہے اسی لئے واقعی مدینہ، بغداد، غوث، رسول وغیرہ وغیرہ کو پاک کہنا شرک ہو گا۔

ہمارے مولانا نے فرمایا ''وہابی جی'' پاک کا اطلاق غیر اللہ پر شرک ہے تو بتایئے تم نے کھانا کھایا وہ پلید یا پاک وہابی نے کہا پاک پھر پوچھا پانی اس نے کہا پاک پھر پوچھا تمہارا کپڑا کہا پاک پھر پوچھا تمہارے نماز پڑھنے کا مصلی کہا پاک۔ اسی طرح بیسیوں مثالیں گنوائیں تمام وہابی کہتا گیا پاک۔

اب ہمارے عوام کی آنکھ کھلی کہ یہ لوگ اس طرح سے دھوکہ دے کر قرآنی آیات پڑھ کر غلط مطلب بیان کرتے ہیں چنانچہ اس پر وہابی کو اپنے جلسہ سے بھگا دیا۔

دوستو! اس طرح دیوبندیوں وہابیوں کے دوسرے مضامین کا حال ہے۔

تجربہ

آج بھی آزمایا جا سکتا ہے اس ٹولی کی عادت ہے کہ جو بات انبیاء و اولیاء بالخصوص سرورِ کونین ﷺ کے لئے حرام و شرک و بدعت ہو گی وہ اپنے اکابر کے لئے جائز بلکہ عملاً کر کے دکھائیں گے اس موضوع کے لئے فقیر کی تصنیف ''دیوبندی بریلوی ہیں'' اور ''دیوبندی شتر مرغ ہیں'' پڑھیں۔

لا یعودون آگے ہو گا بھی نہیں

تو الگ ہے دائماً پھر تجھ کو کیا

حل لغات

لایعودون، واپسی نہیں آئیں گے۔ دائماً، ہمیشہ مستقل طور۔

شرح

حدیث شریف میں "لایعودون" ہے کہ گستاخانِ نبوت پھر نبوت کے دروازہ پر نہ آئیں گے اسی لئے جب تم ہمیشہ کے لئے بارگاہِ رسول ﷺ میں نہیں آؤ گے تو پھر انہیں آقائے دو عالم ﷺ سے کیا تعلق۔ یہ ہم ہیں کہ ان کے ہو کر رہے اور ان کے ہو کر رہیں گے۔ "لایعودون" نہ ہوں گے یہ اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جو حضور اکرم ﷺ نے ایک گروہ (خوارج، وہابی دیوبندی اوران کے ہمنوا) کی علامات بنا کر فیصلہ فرمایا

لایعودون فیه حتی یعودا لسهم الی فوقة. (کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۳۴)

دین سے نکل کر ان کا واپس لوٹنا ایسے ناممکن ہے جیسے تیر کمان سے نکلنے کے بعد

کامل حدیث شریف

سیدی علامہ دحلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب الدرر السنیہ میں کتب صحاح سے حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے

یخرج ناس من قبل المشرق یقرؤن القران لا یجاوز تراقیهم بمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة لایعودون فیه حتی یعود السهم الی فوقه سیماهم التحلیق. (الدرر السنیہ صفحہ ۴۹)

کچھ لوگ مشرق کی سمت سے ظاہر ہونگے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا وہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر وہ دین سے پلٹ کر نہیں آئیں گے یہاں تک کہ تیر اپنے کمان کی طرف لوٹ آئے ان کی خاص علامت "سر منڈانا" ہوگی۔

یہی علامہ دحلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ حدیث بھی کتب صحاح سے اپنی کتاب مذکور میں تصریح فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

یخرج ناس من المشرق یقرؤن القران لا یجاوز تراقیهم کلما قطع قرن نشاء قرن حتی یکون

آخرھم مع المسیح الدجال. (الدررالسنیۃ صفحہ ۵۰)

کچھ لوگ مشرق کی سمت سے ظاہر ہونگے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا جب ان کا ایک گروہ ختم ہو جائے گا تو وہیں سے دوسرا گروہ جنم لے گا یہاں تک کہ ان کا آخری دستہ دجال کے ساتھ اُٹھے گا۔

تصدیق از حدیث صحیح

مشکوٰۃ شریف جلد دوم باب ذکر الیمن والشام میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن دریائے رحمت مصطفیٰ ﷺ جوش میں ہے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی جارہی ہے

اللھم بارک لنا فی شامنا	اے اللہ ہمارے لئے سارے شام میں برکت دے
اللھم بارک لنا فی یمننا	اے اللہ ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے

حاضرین میں بعض نے عرض کی ”وفی نجدنا یارسول اللہ“ دعا فرمائیں کہ ہمارے نجد میں برکت دے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے وہ ہی دعا فرمائی شام اور یمن کا ذکر فرمایا مگر نجد کا نام نہ فرمایا۔ انہوں نے پھر توجہ فرمائی کہ ”فی نجدنا“ حضور یہ بھی دعا فرمائیں کہ نجد میں برکت ہو۔ غرض تین بار یمن اور شام کے لئے دعائیں فرمائیں بار بار توجہ دلانے پر نجد کو دعا نہ فرمائی بلکہ آخر میں فرمایا

ھنالک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطن

میں اس ازلی محروم خطہ کو دعا کس طرح فرماؤں وہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں شیطانی گروہ پیدا ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی نگاہ پاک میں دجال ہونگے اور وہاں شیطانی گروہ پیدا ہوگا اور حضور ﷺ کی نگاہِ پاک میں دجال کے بعد نجد کا فتنہ تھا جس کی آپ نے اس طرح خبر دے دی۔

فوائد

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نجد خیر و برکت کی جگہ نہیں بلکہ فتنہ و شر کی جگہ ہے کیونکہ امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ کے لئے اس خطہ کو اپنی دعائے خیر سے محروم فرمادیا اور ہمیشہ کے لئے اس خطے پر شقاوت اور بدبختی کی مہر لگ گئی اب وہاں سے کسی خیر کی توقع رکھنا تقدیر الٰہی سے جنگ کرنا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ وہاں کی خاک پاک سے کوئی ایسا شخص ضرور اُٹھے گا جو شیطان کی رائے کا پابند ہوگا یا جس طرح سورج کے پھیل جانے والی کرن کو ”قرن الشمس“ کہتے ہیں اسی طرح شیطان کا فتنہ بھی وہاں سے سارے جہان میں

پھیل جائے گا۔

اشارۂ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت

نجد وحجاز کا اٹلس (جغرافیائی نقشہ) سامنے رکھیں تو آپ کو واضح طور پر نظر آئے گا کہ نجد کا علاقہ مدینہ منورہ کے بالکل مشرق سمت پر واقع ہے۔ مدینے سے سرکارِ مدینہ نے جن الفاظ میں اس سمت کی طرف اشارے کئے ہیں وہ ایک وفادار مومن کو چونکا دینے کے لئے کافی ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نگاہِ رسالت میں نجد کا فتنہ امت کے لئے کس درجہ ہولناک اور ایمان شکن تھا۔ اب اس عنوان پر ذیل میں حدیثوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث نقل کی گئی ہے

أن رسولَ الله صلی اللہ علیہ وسلم قام عند باب حفصة فقال بيده نحو المشرق الفتنة هاهنا من حيث يطلع قرن الشيطان مرتين أو ثلاثا. (مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۹۴)

بیان کرتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر کھڑے تھے وہاں سے مشرق کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ فتنہ کی جگہ یہ ہے یہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔ راوی کو شک ہے کہ یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار کہے یا تین بار۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے پھر مسلم شریف میں ہے

ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال وهو مستقبل المشرق ان الفتنة هاهنا ان الفتنة هاهنا من حيث يطلع الشيطن (مسلم شریف)

بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف رُخ کر کے فرمایا کہ فتنہ یہاں سے اُٹھے گا جہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔

پھر انہی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مسلم شریف میں روایت نقل کی گئی ہے

خرج رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من بيت عائشة فقال راس الكافر من هاهنا من حيث يطلع قرن الشيطن يعنى المشرق . (مسلم شریف)

بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حرم سرا سے باہر تشریف لائے اور مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کفر کا مرکز یہاں ہے جہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔

فوائد

غور فرمائیے ان تینوں حدیثوں میں صرف مشرق کی سمت ہی کا ذکر نہیں ہے کہ اس سے نجد کا خطہ مراد لینے (کسی اور احتمال کی گنجائش نکل آئے بلکہ اس کے ساتھ ہر جگہ "من حیث یطلع قرن") شیطان "جہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی" کا اضافہ واضح طور پر بتا رہا ہے کہ مشرق کی سمت سے کوئی دوسرا علاقہ نہیں بلکہ خاص نجد مراد ہے کیونکہ بخاری شریف کی حدیث میں نجد کے نام کے ساتھ یہ وصف ذکر کیا گیا ہے اس لئے حدیث کی زبان میں مشرقی سمت کا وہ خطہ جہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی نجد کے سوا اور کوئی دوسرا خطہ نہیں ہوسکتا جس کی تحقیق اوراقِ گذشتہ میں گزری ہے۔

گھر کی گواھی

محمد بن عبدالوہاب نامی ایک کتاب لکھی گئی اس کے حاشیہ پر ہے دیارِ نجد وہی بدقسمت خطہ ہے جہاں سے شیطان کی سینگ طلوع ہوئی اور جس کی خاک سے زلزلوں اور فتنوں نے جنم لیا جیسا کہ مولوی مسعود عالم ندوی "محمد ابن عبدالوہاب" نامی کتاب میں حاشیہ پر لکھتے ہیں

نجد کا جنوبی حصہ جو العارض کہلاتا ہے اس کا مشہور شہر ریاض ہے جو آج کل سعودی حکومت کا پایۂ تخت ہے عارض کو جبل یمامہ بھی کہتے ہیں اصل میں یہ ایک پہاڑی کا نام ہے اور اس کے گردونواح میں زمین وادئ حنیفہ اور یمامہ کہلاتی ہے شیخ الاسلام (محمد بن عبدالوہاب) کی جائے پیدائش عینیہ اور دعوت کا مرکز درعیہ دونوں اسی وادی میں واقع ہیں۔ (حاشیہ کتاب محمد بن عبدالوہاب صفحہ ۱٦)

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ راس الكفر نحو المشرق .الحديث متفق عليه (مشکوٰۃ ذکر الیمن والشام)

فائدہ

مشرق کی تخصیص کے متعلق مرقات جلد ۵ صفحہ ٦۴۸ میں کئی وجوہ لکھ کر آخر میں تحریر فرمایا کہ

وقال السيوطی نقلاً عن الباجی يحتمل ان يريد فارس وان يريد نجدا

یعنی امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام باجی سے نقل کرکے لکھتے ہیں کہ مشرق سے فارس یا نجد مراد ہے۔

نوٹ

نجد کے علاوہ جن محدثین نے کبھی فارس کبھی عراق وغیرہ اس وقت مراد لی ہے جب نجدی پیدا نہیں ہوا جب یہ

پیدا ہو گیا اس کے بعد دوسری کوئی مراد جچتی نہیں تفصیل شرح مثنوی رضا اور اسی شرح حدائق میں آچکی ہے۔

درسِ عبرت

حضور اکرم ﷺ کی نشاندہی کے باوجود علمائے دیوبند اور غیر مقلدین نے نجدیوں کو اپنا آقا اور ماویٰ و ملجاء بنایا اور ان کی نبوت و ولایت دشمنی کو سراہا بلکہ ان کے گندے کارناموں کو تو حید اسلام کا بڑا کارنامہ تصور کیا۔

دشت گردو پیش طیبہ کا ادب
مکہ سا تھا یا سوا پھر تجھ کو کیا

حل لغات

دشت، جنگل، صحرا، میدان۔ گرد، چاروں طرف شہر کا ارد گرد کا علاقہ۔ سا، جیسا۔ سوا، بہتر، بلند، زیادہ۔

شرح

مدینہ طیبہ کے صحرا و میدان اور اس کے مضافات و علاقہ جات کا ادب مکہ معظّمہ جیسا ہو یا اس سے بڑھ کر تجھے اس سے کیا غرض جبکہ تو اس کی عظمت و وقار کا قائل ہی نہیں بلکہ اُلٹا اس کے خلاف فتویٰ بازی لگاتا ہے۔

حرم مکہ معظمہ و حرم طیبہ پاک

حرمین طیبین دونوں کے آداب پر فقہاء کرام نے باب الجنایات باندھا ہے فقیہ عالم کو معلوم ہے کہ حرم مکہ کے آداب و جنایات سخت ہیں مثلاً مکہ معظّمہ میں بحالت احرام یا حرم مکہ میں فعلِ ممنوع کا ارتکاب اس کا نام جنایت ہے اور جنایت کے ارتکاب سے صدقہ، دم یعنی پوری بکری، بھیڑیا، اونٹ، گائے کا ساتواں حصہ یا بدنہ یعنی پوری گائے یا اونٹ ذبح کرنا ہوتا ہے تفصیل کے لئے بوقت ضرورت کسی مستند عالم سے رجوع کریں اس وقت چند ضروری باتیں یاد رکھیں۔

(۱) اگر نوچنے، کھجلانے وغیرہ سے داڑھی یا سر کے تین بال تک گریں تو ہر بال کے بدلہ میں ایک مٹھی گیہوں صدقہ کریں تین سے زائد بال پر دو کلو گیہوں صدقہ۔

(۲) اگر عبادت والے عمل مثلاً وضو کرتے ہوئے داڑھی کے تین بال گریں تو ایک مٹھی گیہوں کا صدقہ ہے اور اگر تین سے زائد گریں تو پونے دو کلو گیہوں صدقہ۔

(۳) اگر بال کے متعلق اوپر لکھی گئی جنایت کئی مرتبہ ہوئی ایک دن میں ہے تو ایک صدقہ ہے چاہے ایک موقع پر ہو یا مختلف مواقع پر بشرطیکہ اول جنایت کا صدقہ نہ دیا ہو۔

(۴) سینہ، پنڈلی وغیرہ کے بال جواز خود گریں ان پر کچھ صدقہ نہیں ہے۔

(۵) کسی مرد نے احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا پہنا تو اگر ایک گھنٹہ یا اس سے کم پہنا تو ایک مٹھی گیہوں صدقہ دینا ہوگا اگر نصف دن یا نصف رات سے کم پہنا تو پونے دو کلو گیہوں صدقہ دینا ہوگا اور اگر نصف دن یا نصف رات کے برابر یا زیادہ پہنا تو دم واجب ہوگا۔

(٦) دم کا حدودِ حرم میں دینا لازم ہے حرم کی حدود سے باہر جائز نہیں ہے۔

(۷) صدقہ یا قیمت صدقہ کہیں بھی دیا جا سکتا ہے۔

(۸) جنایت سے واجب ہونے والے دم کا گوشت خود کھانا جائز نہیں ہے۔

انتباہ

بعض ہوائی جہاز والے عازمین حج کو ہاتھ منہ پونچھ کر تر و تازہ ہونے کے لئے خوشبودار ٹشو پیپر (رومال) دیتے ہیں اور لوگ لاعلمی میں اس سے ہاتھ منہ پونچھ لیتے ہیں۔ خیال رہے کہ احرام کی حالت میں اس طرح کہ خوشبودار کپڑے سے پورا منہ یا پورا ہاتھ پونچھا جائے تو دم لازم ہو جائے گا (یہ احکام عموماً فقہ کی کتب باب الحج میں موجود ہیں)

حرم مدینہ پاک

آداب و احکام تو وہی ہیں سزا نہیں اور اور نہ ہی حرم کے لئے احرام ہاں غلطی کے ارتکاب پر تادیب کا درس ہے اور استغفار و توبہ۔ اس کے باوجود پھر لوگ اس چکر میں ہیں کہ افضل مدینہ کا حرم یا مکہ کا۔ اگرچہ فقیر اس کی طویل بحث دوسرے مقام پر اسی شرح حدائق میں اور مستقل تفصیل محبوب مدینہ میں لکھ چکا ہے حق مذہب اسی طرف ہے کہ مزارِ اقدس جہاں حضور اکرم ﷺ آرام فرما ہیں وہ تو علی الاطلاق جملہ یہاں تک عرش و کرسی اور کعبہ معظمہ، بیت المقدس، بیت المعمور وغیرہ سب سے افضل ہے اس کے علاوہ مسجد نبوی اور شہر مدینہ طیبہ وغیرہ سے کعبہ معظّمہ افضل ہے۔ اس کے بعد اختلاف ہے اکثریت اسی طرف ہے کہ مدینہ طیبہ مکہ معظّمہ وغیرہ سے افضل ہے اسی فضیلت کی بناء پر دشت وغیرہ کے ادب کا دارومدار ہے امام احمد رضا قدس سرہ نجدی وہابی کو جھڑک کر فرماتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اسی لئے مدینہ کا دشت وگردو پیش کا ادب مکہ کے دشت وگردو غیرہ کے ادب کے برابر بلکہ اس سے بڑھ کر ہے لیکن اے نجدی تجھے ہمارے اس ذوق اور محبت کے درمیان دخل ہونے سے کیا تعلق تو تو سرے سے ادب کو شرک سمجھتا ہے فلہذا اب تک تو اپنے دائرۂ ضلالت و گمراہی میں خوش رہ ہم ادب و تعظیم کی عادت پر خوش ہیں۔

یادِ مدینہ

اگر چہ مخالفین مدینہ کی حاضری سے روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں لیکن عاشقانِ رسول ﷺ کے قلوب میں عشق مدینہ اتنا زوروں پر ہے کہ ہر ملک سے لوگ کھچے کھچے آ رہے ہیں اور ہے بھی حقیقت یہی کہ مومن وہی ہے جسے مدینہ پاک سے پیار ہے ورنہ سمجھ لیں کہ وہ وہابیوں نجدیوں کا یار ہے۔ یاد رہے کہ ہر مسلمان جس کے دل میں جذبۂ ایمانی موجود ہے اور جس کو سید الانبیا ﷺ کی امت ہونے کا اعتراف اور اقرار ہے اور اس عز و شرف اور اس غلامی پر فخر و ناز ہے اس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت کا شوق ضرور پایا جاتا ہے اور جس قدر ایمان اور اسلام کی دولت سے سرفراز ہے اور اپنے امتی ہونے کا شناسا اور قدردان ہے اس قدر وہ مدینۃ الرسول ﷺ کا زیادہ مشتاق اور گرویدہ ہے یہی اسلاف کا عقیدہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب **جذب القلوب** میں تحریر فرماتے ہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا قصد کرنا اور آپ کی مسجد شریف کی زیارت سے مشرف ہونا حج مقبول کے برابر ہے بلکہ جو حج ادا کر کے آیا ہے اس کی بھی قبولیت کا ذریعہ اور سبب ہے۔

عقیدہ

مدینہ منورہ جانے لگے تو روضۂ پاک کی زیارت کی نیت کرے محققین نے صرف روضۂ اقدس کی زیارت کی نیت سے جانے کو راجح قرار دیا ہے یعنی افضل یہی ہے کہ خود آپ کی زیارت کی نیت کرے کیونکہ حقیقی حیات سے زندہ موجود ہیں۔

فائدہ

مدینہ منورہ کا سفر ایک عبادت ہے اور عبادت بہت ہی اہم عبادت اور بڑی جانبازی اور دلفروشی کی منازل ہیں۔ یہ سفر عشق و محبت کا سفر ہے یہ شوق اور اشتیاق کی وادی ہے پس ضروری ہے کہ تمام آداب و مستحبات کو ملحوظ رکھے۔ مسافر پر لازم ہے کہ اس راستہ کے چلنے میں ہمیشہ شوق اور آنحضرت ﷺ کی زیارت کا کثرت سے اشتیاق اور اس دربارِ عالی میں پہنچنے کی تمنا سعادت کے حاصل کرنے کا مشاہدہ اور آنحضرت ﷺ کا دیدار و دریائے محبت کے استغراق میں خوش رہے بغیر رنج اور بغیر سستی کے چست اور ہشاش و بشاش رہے، ہر وقت اچھے اخلاق میں مستغرق رہے، کثرت سے نیک کام کرے، ادب کا لحاظ رکھے، اطاعت زیادہ کرے، روحانیت غالب ہو، نورانیت ظاہر ہو۔

نیز لازم ہے کہ راستہ میں کثرت اوقات بلکہ ہر وقت دل کو خدا اور اس کے رسول کی عظمت اور جلال سے معمور رکھے۔ ہر وقت خشوع باطن اور حضور دل کے ساتھ توبہ اور استغفار اور ذکر الٰہی وصلوٰۃ وسلام میں مست اور مستغرق رہے۔ دل سے آپ کی عظمت مقام کا لحاظ اور فکر رکھے نہ کہ محض زبانی تعلق، اظہار محبت میں کمی نہ کرے اور اگر خود بخود یہ حالت پیدا نہ ہو تو با تکلف پیدا کرے۔

درود شریف کی کثرت کو سید الانبیا ﷺ کے ساتھ روحانی تعلق اور باطنی مناسبت پیدا کرنے میں خصوصی تاثیر ہے اور کثرت سے درود شریف پڑھنے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خصوصی انعامات ہوتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت فرشتوں کی پیدا کی ہے جو قاصدین زیارت کے تحفہ درود کو دربارِ نبوی ﷺ میں پہنچاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں فلاں بن فلاں رات کو آتا ہے اور یہ تحفہ پہلے بھیجتا ہے دوسری حدیث میں کہ جب مدینہ منورہ کا زائر قریب پہنچتا ہے تو پہلے رحمت کے فرشتے تحفے لے کر اس کے پاس استقبال کو آتے ہیں اور طرح طرح کی بشارتیں اس کے سناتے ہیں اور نورانی طبق اس کے اوپر نثار کرتے ہیں۔ مزید بیانات فقیر کی تصنیف ''زائرین مدینہ'' و ''آئینہ مدینہ'' اور ''محبوب مدینہ'' میں پڑھیں۔

نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی
یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا

حل لغات

تعظیم، عزت کرنا، بڑا جاننا۔

شرح

جب ہم حضور اکرم ﷺ کی تعظیم وتکریم کی سعادت حاصل کرتے ہیں نجدی پر موت طاری ہو جاتی ہے اور کہتا ہے کہ تعظیم کیوں کی اس پاگل کو کہہ دو کہ حضور اکرم ﷺ کی تعظیم وتکریم ہمارا دین ہے تمہیں اس سے کیا کیونکہ

خدا کا ماننے والا مسلمان ہو نہیں سکتا   بجز حب محمد کامل ایمان نہیں ہو سکتا

نجدی کا تعارف

غیاث اللغات صفحہ ۳۶۷ میں ہے شیخ نجدی لقب شیطانیت، شیخ نجدی شیطان کا لقب ہے اس کے بعد اس نے حدیث ذیل کا خلاصہ بیان فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب کفارِ مکہ نے اجتماع کیا اور دار الندوہ میں داخل ہونے کے لئے تیار ہوئے تا کہ دارالندوہ میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق مشورہ کریں۔ صبح ہی تیاری کر کے آئے اور اس دن کو یومِ زحمتہ نام رکھا گیا تو ابلیس لعنت اللہ علیہ ایک بھاری اوڑھ کر بڑے بزرگ کی شکل میں آ کر دروازے پر کھڑا ہو گیا جب کفارِ مکہ نے اسے دروازے پر نجدی کی شکل میں دیکھا

فلما رات قريش ذالك حدروا خروج رسول الله ﷺ فاجتمعوا فى دار الندوة وهى دار قصى بن كلاب وتشاوروا فيها فدخل معهم ابليس فى صورة شيخ وقال انا من اهل نجد الخ (تاریخ الکامل لابن اثیر الجزری جلد ۲ صفحہ ۳۸)

تو جب قریش نے یہ ماجرا دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کے نکلنے سے انہوں نے اجتناب کیا پھر دار الندوہ میں انہوں نے اجتماع کیا اور وہ قصی بن کلاب کا گھر تھا اس میں انہوں نے مشورہ کیا تو ان کے ساتھ ابلیس بھی (نجدی) شیخ کی شکل میں داخل ہو گیا اس نے کہا کہ میں نجد کا رہنے والا ہوں۔

فائدہ

اس مذکورہ حوالہ سے ثابت ہوا کہ ابلیس نے بھی تمام مخلوق سے مصطفیٰ ﷺ کی مخالفت میں نجدی کا روپ دھارا ابلیس نے بھی اس روپ دھارنے سے یہ یقین دلانا ہے کہ نجدی ہی ظاہراً و باطناً حضور اکرم ﷺ کا سب سے بڑا دشمن ہوگا۔

خود حضور اکرم ﷺ کو بھی نجدیوں سے سخت نفرت و کراہت تھی بلکہ سخت خطرہ تھا۔

نجد سے عامر حضور اکرم ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ میں آیا تو حضور اکرم ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا اور اپنی طرف دعوت دی اس نے اسلام قبول نہ کیا اور نہ ہی نفرت کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر آپ اپنے اصحاب سے چند آدمی کو نجدیوں کی طرف بھیج دیں وہ اسلام کی دعوت دیں مجھے امید ہے کہ وہ قبول کر لیں گے تو آپ نے فرمایا صحابہ کے متعلق مجھے نجدیوں سے خطرہ ہے۔ عامر بن مالک نے کہا کہ میں ضامن ہوں۔ (البدایہ والنہایہ وغیرہ)

چنانچہ اسی طرح ہوا جو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ بئر معونہ کا واقعہ مشہور ہے وہ انہی نجدیوں کے دھوکہ و فریب کی دلیل ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے

قال ما مات النبی ﷺ وھو یکرہ ثلاثة احیاء ثقیف بنی حنیفة وبنی امیه. (ترمذی)

انہوں نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے تین قبیلوں کو تاحیات فرماتے رہے ایک ثقیف دوسرا بنی حنیفہ تیسرا بنی امیہ۔

فائدہ

ثقیف وبنو امیہ کی داستان طویل ہے اور بحمدہ تعالٰی دونوں قبیلوں کو روحانی لحاظ سے بنوحنیفہ قبیلہ سے چولی دامن کا رشتہ ہے۔ یزید خبیث اسی بنو امیہ کا ننگ ہے تو قبیلہ بنو حنیفہ سے محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا۔

فائدہ

اس محمد بن عبدالوہاب نجدی کی گستاخیاں ظاہر وباہر ہیں۔ اس حدیث شریف کی مزید تفصیل و دیگر عجیب وغریب بحث اسی نعت شریف میں عرض کر چکا ہوں۔

دیو تجھ سے خوش ہے پھر ہم کیا کریں
ہم سے راضی ہے خدا پھر تجھ کو کیا

شرح

اے نجدیو اور نجدیوں کے چیلو سن لو اگر تم سے شیطان خوش ہے تو ہم کو کیا ہم کیا کریں اگر خدا ہم سے راضی وخوش ہے تو تجھ کو کیا اپنے اپنوں سے سب راضی وخوش رہتے ہیں۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ (پارہ ۲۱، سورۃ الروم، آیت ۳۲)

وہ ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے۔

فائدہ

باطل اپنے باطل کو حق سمجھتا ہے حق تو حق ہے ہی یعنی وہ سب جھوٹے ہیں مگر ان سے ہر فرقہ اپنے جھوٹ کو سچ باطل کو حق سمجھ کر خوش ہو رہا ہے اس آیت کا تعلق اسلامی فقہاء کے اختلاف کچھ نہیں۔ شافعی، مالکی، حنفی ہونا دین میں اختلاف نہیں فروعی مسائل میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف بھی تحقیق کی بناء پر ہے نہ کہ نفسانیت کی وجہ سے اسی طرح اسے صحابہ کے اختلاف سے کچھ تعلق نہیں۔ خیال رہے کہ تمام انبیاء کا اصلی دین ایک ہی تھا اعمال میں فرق تھا لہٰذا یہ آیت انبیاء پر بھی چسپاں نہیں ہو سکتی ہاں اس میں وہ اسلامی فرقے داخل ہیں جو حد کفر تک پہنچ چکے ہیں جیسے قادیانی، چکڑالوی

وغیرہ کہ انہوں نے دین کے ٹکڑے کر دیئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے ۷۳ فرقے ہونگے ایک کے سوا سب دوزخی۔

دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض
ہم ہیں عبدالمصطفیٰ پھر تجھ کو کیا

حل لغات

عبدالمصطفیٰ، مصطفیٰ (ﷺ) کا غلام، نوکر۔

شرح

دیو کے بندوں سے ہماری کوئی غرض نہیں وہ جس کے چاہیں بندے بن جائیں مگر ہم تو عبدالمصطفیٰ عبدالنبی ہیں اور ہم کو اس پر فخر ہے تجھ کو ہمارے عبدالنبی پر کیا اعتراض ہے یہ تو اپنی اپنی پسند ہے کہ کسی کے ہادی و راہبر آقا و مولیٰ مصطفیٰ ﷺ ہوں اور کسی کا ابلیس لعین، کوئی حضور اکرم ﷺ کو بعد از خدا بزرگ تو ئی کہے اور کوئی ابلیس کو افضل و اعلم جانے مانے شیطان کا علم نص قطعی سے ثابت کرے اور حضور اکرم ﷺ کے علم کی نص آیت ہی اس کو نظر نہ آئے چنانچہ براہین قاطعہ صفحہ ۵۰ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی میں ہے کہ ”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلافِ نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے“

انتباہ

جن لوگوں کے ذہن میں شیطان سے اتنی عقیدت ہو ان سے ہمارا کیا تعلق۔ قارئین ایمان سے کہئے کہ مولوی خلیل احمد و مولوی رشید احمد صاحب پیشوائے علمائے دیوبند نے ساری زمین کا علم حضور اکرم ﷺ کے لئے تو شرک کہا مگر اسی شرک کو شیطان کے لئے نہایت خوشی کے ساتھ نص سے ثابت مانا۔ شیطان مردود سے ایسی خوش عقیدگی اور حضور ﷺ سے ایسی عداوت اسی عداوت نے تو عقل کو رخصت کر دیا یہ بھی سمجھ میں نہ آیا کہ حضور کے لئے جس کا ثابت کرنا شرک ہے وہ شیطان کے لئے کیسے ایمان ہوسکتا ہے اور وہ بھی نص سے یعنی قرآن و حدیث سے کہیں قرآن و حدیث سے شرک ثابت ہوتا ہے یہ شیطان سے عقیدت مندی ہے کہ اس کے علم کو حضور ﷺ کے علم سے بڑھا دیا۔

مسلمانو! انصاف کرو اور بلا رعایت کہو کیا اس میں حضور اکرم ﷺ کی توہین نہیں ہے اور ضرور ہے اور اگر کوئی طرف دار شخصیت پرست نہ مانے تو اسی کو کہو۔

فائدہ

شیطان کے طرف داروں عاشقوں کا حوالہ پڑھنے کے بعد اسلاف صالحین رحمہ اللہ کا عقیدہ۔

عقیدۂ اسلاف رحمھم اللہ

ہمارے اسلاف کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں

فان من جودک الدنیا و ضرتھا ومن علومک علم اللوح و القلم

تمہارے جود دنیا اور اس کی صورت یعنی آخرت ایک حصہ اور تمہارے علوم میں سے لوح وقلم کا علم ایک ٹکڑا۔

شرح

حضرت ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ حنفی اس کی شرح میں زبدہ میں فرماتے ہیں اس کے مطلب کا ایضاح یہ ہے کہ علمِ لوح سے مراد وہ قدسی نقوش اور غیبی صورتیں ہیں جو اس میں ثبت کی گئیں اور علم قلم سے مراد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے جس قدر چاہا اس میں ودیعت رکھا اور اضافت ادنیٰ علاقے کے سبب ہے اور لوح وقلم کے علوم علمِ نبی ﷺ سے ایک حصہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے علوم کی بہت اقسام ہیں۔ کلیات و جزئیات اور حقائق و دقائق اور عوارف و عمارف کہ ذات وصفاتِ الٰہیہ سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کا علم نبی کریم ﷺ کے مکتوبِ علوم سے نہیں مگر ایک سطر اور آپ کے علوم کے سمندروں سے ایک نہر پھر بایں ہمہ اس کا علم حضور اکرم ﷺ کے صدقے سے ہے۔

تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں
خلد میں پہنچا رضاؔ پھر تجھ کو کیا

حل لغات

خلد، بہشت، جنت الفردوس۔

شرح

اے نجدی وہابی دیوبندی تیری دوزخ میں سے تو ہم حصہ نہیں مانگ رہے ہیں وہ تجھ کو مبارک ہو مگر رضاؔ ان کی مدحت سرائی کر کے جنت نشین ہو گیا تو تجھ کو کیا غم ہے تو اپنے حال میں مست رہ ہم اپنے حال میں شاد و آباد ہیں۔

نعت

دو عالم سے اعلیٰ و امجد محمد ﷺ
مجّد محمد محمد محمد ﷺ

حل لغات

امجد، افضل التفضیل از مجد، بزرگی والا ہونا یعنی زیادہ شریف زیادہ شان والا۔ مجّد، اسم مفعول از تمجید، تعظیم کرنا، تعریف کرنا، بزرگی کی طرف نسبت کرنا، بمعنی تعظیم اور تعریف کیا ہوا، بزرگی والا۔ محمد، نہایت تعریف کیا ہوا۔

شرح

حضرت محمد مصطفی ﷺ دو عالم سے اعلیٰ اور بزرگ تر ہیں آپ بزرگی والے بار بار تعریف کئے ہوئے ہیں۔

ترمذی بافادہ تحسین حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

إن اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم فرقة ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلة ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیتا فأنا خیرھم بیتا وأنا خیرھم نفساو خیر ھم بیتا.

اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی تو مجھے بہترین مخلوقات میں رکھا پھر ان کے دو گروہ کئے پھر اُن کے قبیلے بنائے تو مجھے بہترین قبیلے میں رکھا پھر اُن کے خاندان کئے تو مجھے بہتر خاندان میں رکھا پس میں تمام مخلوق الٰہی سے خود بھی بہتر اور میرا خاندان بھی سب خاندان سے افضل ہے۔

طبرانی معجم اور بیہقی دلائل اور امام علامہ قاضی عیاض باسند خود شفاء شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

إن اللہ تعالی قسم الخلق قسمین فجعلنی فی خیرھا قسما فذلک قولہ أصحاب الیمین وأصحاب الشمال فأنا من أصحاب الیمین وأنا من خیر أصحاب الیمین ثم جعل القسمین بیوتا فجعلنی فی خیرھما بیتا فذلک قولہ أصحاب المیمنة ما أصحاب المیمنة وأصحاب المشأمة ما أصح

المشأمة والسابقون السابقون فأنا من خير السابقين ثم جعل البيوت قبائل فجعلني في خيرها قبيلة فذلک قوله شعوبا وقبائل فأنا أتقى ولد آدم وأكرمهم على الله عز وجل ولا فخر ثم جعل القبائل بيوتا فجعلني في خيرها بيتا فذلک قوله إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا

وظیفہ ہے میرا محمد محمد ﷺ
مظفر محمد مؤید محمد ﷺ

حل لغات

وظیفہ، روزمرہ پڑھنے کی دعا وہ چیز جو ہر روز کے لئے مقرر ہو۔ مظفر، جیتا ہوا جسے فتح نصیب ہوئی ہو۔ مؤید، تائید کیا ہوا۔

شرح

میرا وظیفہ محمد محمد ﷺ حضور اکرم فتح مند اور تائید کئے ہوئے۔

اس شعر کے اول مصرعہ میں بتایا کہ میرا وظیفہ ہر وقت زبان پر جاری اور دل میں ساری ہے محمد محمد ﷺ دوسرے مصرعہ میں حضور اکرم ﷺ کی دو صفتیں بیان فرمائی ہیں مظفر و مؤید۔

نامِ محمد ﷺ کا وظیفہ

حضور اکرم ﷺ کا درود شریف وردِ زبان اور منقش بر قلب ہو تو دونوں جہانوں میں بیڑا پار۔

حاشیہ دلائل الخیرات میں ہے کہ ایک شخص کی کشتی بھنور میں پھنسی تو اس نے درود شریف ذیل بار بار پڑھا اور لفظ حاء الرحمۃ کا تکرار کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کشتی کو نجات دی۔ (حاشیہ مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۱۴۹ مطبوعہ بمبئی حزب رابع)

وہ درود شریف یہ ہے

اللهم صل علىٰ سيدنا محمد حاء الرحمة وميمي الملک ودال الدوام السيدالكامل الفاتح الخاتم عدد مافي علمک كائن او قد كان دائمة بدوام ملک باقية ببقائک لا منتهى لها دون علمک انک علىٰ كل شئ قدير

درود شریف تو ویسے بھی ہر مشکل کا حل ہے صرف اسم محمد ﷺ بھی ہر مشکل کا حل ہے دورِ سابق ہو یا لاحق، موجودہ دور ہو یا آئندہ ہر دور میں اسمِ محمد ﷺ ہر مشکل کا حل رہا۔

قرآنی قصه

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ دو یتیم بچوں کے جس خزانے کو محفوظ رکھنے کے لئے حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے دیوار بنائی وہ خزانہ سونے کا تختہ تھا جس پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے

بسم الله الرحمن الرحيم عجبت لمن أيقن بالقدر ثم ينصب أى يتعب عجبت لمن ذكر النار ثم يضحک عجبت لمن ذكر الموت ثم غفل لا إله إلا الله محمد رسول الله الخ

یہ وہی واقعہ ہے جسے قرآن مجید نے بیان فرمایا کہ

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَه كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا (پارہ ۱۶، سورۃ الکھف، آیت ۸۲)

رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔

ترمذی شریف میں ہے کہ اس دیوار کے نیچے سونا چاندی مدفون تھا۔

فائده

بچوں کے نام احرم وحریم تھے ان کے آٹھویں پشت باپ (دادا) کا شیخ تھا جو نیک وسیاح تھا اس سے جہاں نامِ محمد ﷺ کی برکات کا ثبوت ملا اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ کی اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی محبوب ہے بشرطیکہ وہ دین اسلام پر ہو لہٰذا اولاد اس حکم سے خارج۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ ''سید بد مذہب نہیں''

اسمِ محمد ﷺ کی حفاظت

حضرت ابن ازوق شرح قصیدہ بردہ شریف میں لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک درخت کو دیکھا جس کے سبز پتے تھے ہر پتے پر لکھا تھا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' یہ بھی سبز تھا لیکن پتوں سے شوخ تر۔

وہاں کے لوگ بت پرست تھے انہوں نے اس درخت کی قدر نہ کی اور اسے کاٹ دیا تو دوبارہ اس کی جڑیں پھوٹ پڑیں اور بہت جلد پہلے کی طرح عظیم الشان درخت بن گیا ان لوگوں نے پھر کاٹا اور اب کی مرتبہ اس پر سیسہ بھی

پگھلا کر ڈالا لیکن خدا کی قدرت کہ وہ کامیاب نہ ہو سکے پہلے تو جڑ سے ایک شاخ پھوٹا کرتی تھی اور اب سیسہ کی چاروں طرف چار شاخیں نکلیں اور ہر شاخ پر لکھا تھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہو کر ان لوگوں نے قدرت کا مقابلہ کرنا چھوڑ دیا اور اپنی شکست تسلیم کر لی اور اس درخت کو متبرک سمجھنا شروع کر دیا۔

ویستشفون بها من المرض إذا اشتد

اور جب ان میں سے کوئی شخص سخت بیماری میں مبتلا ہوتا تو اس درخت کے وسیلہ سے اس کے لئے شفا طلب کرتے۔

فائدہ

اس دور میں تو بت پرسوں کافروں کو اسم محمد ﷺ سے بغض تھا ہمارے دور میں کلمہ پڑھنے والوں اور اسلام کے دم بھرنے والوں کو بغض ہے جیسا کہ عام طور پر آجکل۔ حکایت ذیل کے مطابق ہو رہا ہے۔

حکایت

مشہور ہے کہ ایک شخص کو یارسول اللہ کے کلمات سے سخت چڑ تھی کسی سے جب بھی یہ کلمہ پاک سنتا آگ بگولہ ہو جاتا تھا اور ایک ہی سانس میں کم از کم دس گیارہ مرتبہ مشرک، کافر، بدعتی، جہنمی جیسے الفاظ سے نواز دیتے۔ ایک دفعہ موصوف ایک مسجد میں گئے اہل محلّہ نے مسجد کے سامنے والی دیوار پر ایک جانب یا اللہ اور دوسری جانب یارسول اللہ لکھا تھا۔ یارسول اللہ کو دیکھتے ہی وہ آگ بگولہ ہو گئے اور دل میں کہنے لگے کہ اہل محلّہ نے اپنی جہالت کی وجہ سے اس شرکیہ لفظ کو یہاں پر لکھ دیا ہے اچھا خیر رات آنے دو مٹا کر رہوں گا۔ رات کے وقت جب کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے تو اس پیارے نام پر بغض بھرے صاحب نے چونا پھیر دیا اور جلدی مسجد سے باہر نکل گئے تا کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ صبح کو جب مسلمان مسجد میں آئے تو اس کی اس حرکت کو دیکھ کر غمگین بھی ہوئے اور خوش بھی۔ انہیں غم اس بات کا تھا کہ مسجد خانۂ خدا میں ایک کافر ہندو اپنے ناپاک اور پلید قدموں کے ساتھ کیوں داخل ہوا وہ بے چارے آج تک یہی سمجھے ہوئے تھے کہ لفظ یارسول اللہ کو کوئی مسلمان نہیں مٹا سکتا۔ ناپاک حرکت ہندو اور سکھ کیا کرتے ہیں اور خوشی اس لئے تھی کہ چونا پھیرنے سے لفظ یارسول اللہ مٹا نہیں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ خوشنما اور خوبصورت نظر آتا ہے۔ اس بدبخت (وہابی) نے تہیہ کر لیا کہ اب کی مرتبہ رات کو یہ شرکیہ کلمہ کھرچ دوں گا چنانچہ اس رات کے بنائے ہوئے پروگرام کے مطابق اسے کھرچ دیا مگر یہ دیکھ کر حد درجہ حیران ہو گیا سارا نام مٹایا لیکن وہ اس سے بھی واضح اور روشن ہو چکا ہے کیونکہ پہلے تو دیوار پر لکھا ہوا تھا اور اب دیوار میں کندہ ہو چکا ہے اور اس کے نقوش پہلے کی نسبت زیادہ خوشنما اور مضبوط ہو چکے ہیں۔ امام اہل سنت شاہ

احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خوب فرمایا ہے

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے ۔۔۔ نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹائے کے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے ۔۔۔ جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

انبیاء علیہم السلام کی مشکل حل

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی علیہ السلام کی مشکل حضور اکرم ﷺ کے وظیفہ سے حل ہوئی معارج میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح علیہ السلام ان اسماء کو ہمارے نام سے ابتدا کرو اور ہمارے حبیب ﷺ پر ختم کرو یہی نام محو ہونے سے محفوظ رہیں گے اس کے بعد آپ روزانہ کی پریشانی سے بچیں گے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے ایسا ہی کیا کہ سب سے پہلے نام الٰہی لکھا اور بعد ازاں حضور اکرم ﷺ کا نام منقوش کیا۔ جب حضور اکرم ﷺ کا نامِ نامی منقوش فرما چکے تو ندا ہوئی "یا نوح الان قد تمت سفینتک" یعنی اے نوح علیہ السلام اب آپ کی کشتی تمام اور کامل ہوئی۔ حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں

رجودش گر نگشتے راہ مفتوح ۔۔۔ بجودی کے رسیدے کشتیٔ نوح

کشتی نوح کے تمام تختے جوڑ دیئے گئے تو آخر میں صرف چار تختوں کی جگہ باقی رہ گئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے مشورہ کیا کہ ان چار تختوں پر کن اسماء کو لکھا جائے حضرت جبرائیل نے فرمایا اے شیخ الانبیاء سرکار دو عالم ﷺ کے چار دوست ہوں گے ان تختوں پر ان کے نام لکھ دیئے جائیں۔ یہ چار نام اسلام کے درخشاں ستارے ہیں ان اسماء کی برکت سے آفات سماوی سے محفوظ رہا جا سکتا ہے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی یہ عظیم الشان کشتی انبیاء کرام کے اسماء گرامی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں سے معمور ہوگئی ان پاکیزہ ناموں کی برکت سے اس تاریخی طوفان سے نجات پائی۔

مسمی یہ نامِ احمد محمد ﷺ
کہ الحق احمد محمد محمد ﷺ

حل لغات

مسمی، نام رکھا گیا، نامی۔ الحق، بے شک، واقع میں، بجا، درست۔

شرح

حضور اکرم ﷺ کا نامِ نامی اسم گرامی احمد، محمد (ﷺ) ہے اس لئے ہے کہ بے شک احمد ﷺ بار بار تعریف کئے ہوئے سراہے ہوئے ہیں۔

مسمیٰ

ہر ایک کا ایک ذاتی نام ہوتا ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کے ذاتی نام دو ہیں احمد و محمد مگر اسم محمد ﷺ کی شان خاص ہے جس کی تفصیل فقیر کی تصنیف ''شہد سے میٹھا نامِ محمد'' میں ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ذاتی نام محمد ﷺ بھی ہے اور احمد ﷺ بھی ہر دو اسماء ذاتی میں وحدت مادہ موجود ہے یعنی حمد سے بنے ہیں اب معنی حمد کا سمجھنا ضروری ہوا۔

جب صفات میں لمال اور لغوت میں جلال اور فطرت میں احسان بر غیر اور فیضان عالم کے فضائل جمع ہو جائیں تو اس مجموعی کیفیت کا نام ''حمد'' ہوگا۔

ثناء و تکریم، رفعت شان و رفعت ذکر اور استلزام جود و عطا کا مجموعہ حمد کہلاتا ہے۔ حمد کی یہ جملہ صفات بدرجہ اکمل ذاتِ سبحانی پائی جاتی ہیں۔ الحمدللہ کا حرف لام یہی بتلا رہا ہے اور اسم پاک حمد بھی اسی راز کا انکشاف کا کرتا ہے۔

سیدنا حسان المؤید بروح القدس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مشہور قصیدہ کے مشہور بیت میں گویا اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے

وشق له من إسمه ليجله　　　　فذو العرش محمود وهذا محمد

محمد، حمد (مضاعف) سے مبالغہ کے لئے ہے یہ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی محمود ہیں ملائکہ مقربین میں بھی محمود ہیں، زمرہ انبیاء و مرسلین میں بھی محمود ہیں اور اہل زمین کے نزدیک بھی محمود ہیں جو لوگ حضور ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھتے وہ بھی ان سجایا و شیم کے مداح ہیں جن کا لزوم و ثبوت حضور اکرم کے نام کے معنی اور حضور کی ذاتِ گرامی سے بدرجہ اتم ہے۔

ہاں حضور ہی ''مقامِ محمود'' والے ہیں اور ''لواء الحمد'' حضور ہی کے رائت شاہی کا نام ہے حضور اکرم ﷺ کی امت کا نام بھی انہی مناسبات سے ''حمادون'' ہے۔

محمد و احمد کے معانی میں الگ الگ فرق یہ ہے کہ محمد وہ ہے جس کی حمد و نعت جملہ اہل الارض والسماء نے سب سے بڑھ کر کی ہو اور احمد وہ ہے جس نے رب السموٰت والارض کی حمد و ثنا جملہ اہل الارض والسموٰت سے بڑھ کر کی ہو لہٰذا اسم پاک علم بھی ہے اور صفت بھی وہ اپنے معانی کے اعتبار سے کمالاتِ نبوت پر دال ہے اور مدلول بھی۔

اب غور کرو کہ لغوی معنوں کے تحت میں ایک پیشگوئی بھی شامل ہے اور عالم الغیب والشہادۃ کی جانب سے جملہ عوالم واہل عالم پر راز آشکار کیا گیا ہے کہ اس اسم کے مسمّی کی مدح وثنا دنیا میں سب سے زیادہ توالی وتواتر کے ساتھ کی جائے گی۔

وہ کون ہے جس کا مقدس نام آج کروڑوں اشخاص کی زبانوں پر جاری اور قلوب میں ساری ہے؟ کون ہے جس کے مقدس نام کی نوبت شاہانہ مساجد کے بلندترین میناروں سے سامع نواز ہے؟ وہ کون ہے جس کی سیرت پاک انسانی زندگی کے ہرلحہ و ہر ساعت میں ہر درجہ اور مقام پر رہنما ہے؟

وہ کون ہے جو اپنے افعال میں محمود ہے اور اپنی تعلیم میں محسود ہے؟

وہ کون ہے جس کی رفعت فرش سے عرش تک ملی ہوئی ہے؟

وہ کون ہے جس کی تعلیم کی وسعت بر و بحر پر چھائی ہوئی ہے؟

بیشک وہ ''محمد'' ہے، اسم بھی محمد ہے اور مسمّی بھی محمد ہے اور حمد کو اس کی ذات ہمایونی سے نسبت خاص ہے۔ اسی کے مقام شفاعت کا نام مقامِ محمود ہے اور اُسی کی امت حمادون کے لقب سے روشناس ہے۔ اُسی کی لائی ہوئی کتاب کا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' سے افتتاح ہوتا ہے۔

ہاں اُسی کا نام احمد ہے یہ بھی اسی سرچشمہ ''حمد'' سے نکلا ہے دونوں نام اپنے منبع و ماخذ کے اعتبار سے اتحاد نام رکھتے اور اشتراک کلیہ کے ساتھ مختص بھی ہیں۔

وہ محمد ہے اور اسی لئے کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا ثناگر و مدح خواں ہے وہ احمد ہے اور اسی لئے اُس نے بارش کے قطرات سے اور ریت کے ذرات سے بڑھ کر اپنے خالق اپنے رازق، اپنے ہادی اپنے معطی کی حمد وثنا پھیلائی ہے۔

ہاں وہ محمد ہے اور کل دنیا اس کی مداح ہے۔

وہ احمد ہے اور وہ کل دنیا سے بڑھ کر اپنے رب کا حامد ہے

ترا محمد واحمد زمین خواند وزماں	حمید باشد ومحمود ذات ربانی
فزوں ترازوتوکسے را نہ مدح گفت زماں	نہ برتراز تو کسے گفت حمد سبحانی
محمد	احمد

ہاں وہ پیارا ہے اُسی نے دشمن و دوست سب سے پیار کیا ہے وہ حبیب ہے اور اُسی نے محبت کو تاجِ کمال سے

مزین فرمایا ہے وہ محبوب ہے مگر محبین سے بے نیاز ہے۔(ﷺ)

فائدہ

یہ تو تھے آپ کے ذاتی اسماء مبارکہ اور اسمائے صفاتی بے حد و انتہا ہیں۔فقیر نے اپنی دسترس مطالعہ پر زائد دس ہزار جمع ہیں تصنیف فقیر ''المقه الضحیٰ فی السماء و المصطفیٰ ''کا مطالعہ فرمائیے۔

لطیفه

بعض محدثین کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے اپنے اکثر اسماء سے حضور اکرم ﷺ کو موسوم فرمایا ہے اور سیدنا عبدالکریم جیلی قدس سرہ نے فرمایا کہ کُل اسمائے الٰہیہ یہاں تک کہ خود لفظ اللہ (مولا) بھی حضور اکرم ﷺ سے موسوم ہے۔(فیہ مافیہ جلد ۵ صفحہ ۲۴۶، مدارج جلد ا صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷ و جلد ۲ صفحہ ۶۱۲، ۶۱۳، کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۳، جواہر البحار صفحہ ۲۲۵)

فائدہ

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی ذات وصفات حق کے مظہر اتم ہیں۔

نہ خدا ہیں نہ جدا ہیں

صفت ہذا مندرجہ ذیل شعر کی تصویر ہے

من تو شدم تو من شدی　　　پس کس نگوید بعدازیں من دیگرم تو دیگری

تفصیل

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا مظہر اتم ہیں آپ کا ہر معاملہ معاملہ خداوندی ہے اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو اپنے ہر امر میں ساتھ ملایا۔

اسمائے انبیاء و اسم مصطفی کا موازنہ

ہمارے سید و آقا خواجہ ہر دوسرا کا مقدس نام محمد ہے (ﷺ) یہ نام قدرتِ الٰہیہ کی طرف سے خود آیت عظیم ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کا نام بھی ایسا نہیں پایا جاتا کہ وہ نام ہی اپنے مسمّٰی کے کمالات کا شاہد عدل ہو۔بطورِ نمونہ چند اسماء کا ذکر کیا جاتا ہے۔

آدم کے معنی گندم گوں ہیں ابوالبشر یہ نام ان کے جسمانی رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔

نوح کے معنی آرام ہیں باپ نے ان کو آرام وراحت کا مواجب۔

اسحٰق کے معنی ضاحک ،یعنی ہنسنے والا ہیں ہشاش بشاش چہرہ والے تھے۔

یعقوب پیچھے آنے والے ،یہ اپنے بھائی عیسو کے ساتھ توام پیدا ہوئے تھے۔

موسیٰ پانی سے نکالا ہوا ،جب ان کا صندوق پانی سے نکالا گیا تب یہ نام رکھا گیا۔

یحییٰ عمر دراز ،بڑھے ماں باپ کی بہترین آرزوں کا ترجمان ہے۔

عیسیٰ سرخ رنگ چہرہ گلگوں کی وجہ سے یہ نام تجویز ہوا۔

اسماء بالا کو دیکھو اور ان کے معانی پر غور کرو کہ وہ کس طرح مسمّی کی عظمت کا اظہار کرتے ہیں۔

جلالت کا عیش مؤید محمد ﷺ

رسالت کا رکن مشید محمد ﷺ

حل لغات

جلالت بالفتح بزرگ ہونا اور بزرگی ۔عیش ،عشرت ،آرام ،سکھ ،مزا ،لطف ۔رکن ،پایہ کا اندر حصہ ،جزو ۔مشید ،بلند کیا ہوا ،اونچا۔

شرح

بزرگی کا عیش مؤید آپ ہیں ﷺ اور رسالت کا بلند رکن آپ ہیں ﷺ ۔

آیت میثاق

”وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ الخ“ فقیر شرح حدائق بخشش میں متعدد مقامات پہ مع تفسیر لکھ چکا ہے کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت پر ایمان لاؤ گے تو میں تمہیں نبوت سے سرفراز فرماؤں گا تو سب نے عرض کی اے رب العزت ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تم پر گواہ ہوں۔(مدارجِ النبوت فارسی جلد ۲ صفحہ ۲۰۳،مواہب اللدنیہ ،انوار المحمدیہ صفحہ ۸ مطبوعہ مصر)

ہے جہاں میں جن کی چمک دمک ہے چمن میں جن کی چہل پہل

وہ ہی اک مدینہ کے چاند ہیں سب انہیں کے دم کی بہار ہے

نتیجہ

روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ رسولانِ عظام اور انبیاء کرام علیہم السلام میں جو جو کمالات اور معجزات ہیں وہ سب

کے سب حبیب کردگار مدنی تاجدار، محمد مصطفیٰ ﷺ کی نورانیت اور ذات بابرکات کی وجہ سے ہیں ان کو جو کچھ بھی ملا صدقہ محمد مصطفیٰ ﷺ ملا۔ اسی حقیقت کو اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت امام اہل سنت، مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے　　　　حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

فائدہ

جسے کسی سے فیض ملتا ہے وہ اس کے خوب گیت گاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سب کے فیض رساں ہیں اسی لئے سب کے ممدوح ہیں اسی لئے فرمایا

کنت اول النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث . (الاحادیث المنتقاہ صفحہ ۶، مقاصد الحسنہ صفحہ ۳۲۷)

میں پیدائش کے لحاظ سے سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پہلے پیدا ہوا ہوں اور مبعوث ہونے کے لحاظ سے سب سے آخر میں ہوں۔

حوالہ جات

یہ حدیث پاک مندرجہ ذیل مستند کتب میں موجود ہے۔ (تفسیر ترجمان القرآن جلد ۱۱ صفحہ ۲۵۴ تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۸۴ تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۸، تفسیر معالم التنزیل جلد ۵ صفحہ ۱۹۲، خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۹، دلائل النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۶ از ابو نعیم جواہر البحار صفحہ ۶۹۱، انوار المحمدیہ صفحہ ۷ از نبہانی، شفاء شریف، المواہب اللدنیہ جلد ۱ صفحہ ۶ از احمد قسطلانی، شرح قصیدہ بردہ شریف للخرپوتی صفحہ ۸۰، آفتاب نبوت صفحہ ۱۱۰)

خلاصہ بحث

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہژدہ ہزار عالم سے پہلے عالم وجود کو سرفراز فرمایا پھر آپ سے ہی ہژدہ ہزار عالم کے ذرہ ذرہ نے فیض پایا یہاں تک کہ انبیاء کرام علیٰ نبینا علیہم السلام اور ان کے جملہ اولیاء اور ان کی جملہ امم نے آپ سے فیض پایا اور آپ کے فیض و برکات کا صدقہ ہے کہ کُل کائنات میں بہار ہے۔

اسی سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی مملکت وسلطنت کے ہر بڑے اور برگزیدہ مقام پر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسم گرامی کی مہر ثبت فرمائی اور ہر برگزیدہ مقام کو اپنے پیارے حبیب کریم، رؤف الرحیم ﷺ کے اسم گرامی سے مزید فرمایا۔ تفصیل ہم نے اپنی کتاب ''شہد سے میٹھا نامِ محمد''

میں لکھ دی ہے۔

وسیلہ انبیاء ورسل علیہم السلام

یہی وجہ ہے کہ انبیاء رسل علی نبینا وعلیہم السلام اپنی ہر مشکل کے وقت حضور اکرم ﷺ کو وسیلہ بنایا چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ

اسی مسئلہ بالتفصیل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

کل واحد منھم الی ربہ مستجیرا فادم تیب علیہ وادریس بسببہ رفعہ الیہ ونوح بہ فی الفلک توسل ویونس فی الدعآء علیہ عدل والخلیل بہ تشفع وایوب بہ تضرع .(المیلا دالنبوی صفحہ۱۲ ازمحدث ابن الجوزی قدس سرہ)

ہر ایک نبی اپنے رب کے حضور سے توسل کر کے پناہ مانگتے رہے چنانچہ آدم علیہ السلام کی لغزش انہیں کے وسیلہ سے قبول ہوئی اور حضرت ادریس علیہ السلام کی انہیں کی وجہ سے مقام بلند میں رفع کیا گیا اور نوح علیہ السلام نے کشتی میں انہیں کا وسیلہ مانگا حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی دعا میں ان پر اعتماد فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں کو شفیع لائے اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی مصیبت اور تکلیف میں آپ کو وسیلہ بنا کر پکارا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ماوائے مجرماں، وسیلہ بے کساں، سید مرسلان ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں ہدیۂ عرض گذار ہیں

انت الذی لولاک ما خلق امرء　　　کلا ولا خلق الوری لولاک لی

آپ کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی اگر آپ نہ ہوتے۔

انت الذی من نورک البدر اکتسبا　　　والشمس مشرقۃ بنور ضیاک

آپ کی ذات وہ ذات ہے کہ آپ کے نور سے چاند کو روشنی ہے اور سورج اسی نبی کے نور زیبا سے چمک رہا ہے۔

وبک الخلیل دعا فعادت نارہ　　　بردا وقد خمرت بنور سناک

آپ ہی کے وسیلہ سے حضرت خلیل نے دعا مانگی تو آپ کے روشن نور سے آپ ان پر ٹھنڈی ہوگئی اور بجھ گئی۔

ودعاک ایوب بضر مسه فاذیل عنه الضر حین دعاک

اورحضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی مصیبت میں آپ ہی کو پکارا تو اس پکارنے پر ان کی مصیبت دور ہوگئی۔(قصیدہ النعمان صفحہ۲۹)

امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں

قد خلق کل شیئ من نورہ ﷺ کما ورد به الحدیث الصحیح

بے شک ہر چیز نبی پاک ﷺ کے نور سے بنائی گئی ہے جیسا کہ صحیح حدیث اس معنی میں وارد ہوئی ہے۔

امام اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ

حضور اکرم ﷺ کی ذات والاصفات کو سراج منیر کی صفت سے متصف کرنے کا نقطہ بیان فرماتے ہیں کہ

أن السراج الواحد یوقد منه ألف سراج ولا ینقص من نورہ شيء وقد اتفق أهل الظاهر والشهود علی أن الله تعالی خلق جمیع الأشیاء من نور محمد ولم ینقص من نورہ شي(روح البیان جلد۳ صفحہ۱۳۹)

بے شک ایک چراغ سے ہزار چراغ روشن کرجائیں تو پہلے چراغ کی روشنی میں ذرہ بھر بھی کمی نہیں ہوتی اس حقیقت پر جملہ اہلِ ظاہر اور شہود کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نورِ مصطفیٰ ﷺ سے تمام انبیاء کرام کو پیدا فرمایا اور حضور اکرم ﷺ کے نور میں قطعاً کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

سببِ وجودِ عالم

نہ صرف انبیاء علیہم السلام کی نبوت بلکہ آپ ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔

قاری محمد طیب دیوبندی لکھتے ہیں کہ آفتابِ نبوت (جناب رسول اللہ ﷺ) کی شان صرف نبی ہونا نہیں کہ یہ شان قدرِ مشترک کے طور پر ہر نبی میں موجود ہے نیز ان عام نجومِ ہدایت (انبیاء علیہم السلام) سے کمالات نبوت میں محض اضافی طور پر کچھ زائد یا لائق ہونا بھی نہیں کہ یہ تفاضل اور فرقِ مراتب اور انبیاء میں بھی قائم ہے۔

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۘ(پارہ۳،سورۃ البقرہ،آیت۲۵۳)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔

بلکہ آپ کا اصل امتیازی وصف یہ ہے کہ آپ نورِ نبوت میں سب انبیاء کے مربی کے حق میں مصدر فیض اور ان کے انوارِ کمال کی اصل ہیں اس لئے اصل میں نبی آپ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اصل سے نہیں بلکہ آپ کے فیض سے نبی ہوئے ہیں۔ ان انبیاء کرام علیہم السلام با کمال درحقیقت ان کے جوہروں کی صفائی اور شفافی تعداد اور ان کی باطنی استعدادوں کا فطری کمال ہے کہ جوں ہی ان کے قلوب صافی اور طاہرہ کے سامنے آفتابِ نبوۃ سرورِ عالم ﷺ کا نورانی چہرہ تھا انہوں نے اس کی ساری شعاعیں قبول کر لیں اور خود منور ہو کر دوسروں کو وہ روشنی دینی شروع کر دی پس آپ ان سب حضراتِ انبیاء کے حق میں مربی اور اصل نور ثابت ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے کو نبی الامت ہی نہیں بلکہ نبی الانبیاء بھی فرمایا ہے۔ روایات حدیث میں مفرح ہے پس جیس آپ امت کے حق میں نبی امت ہونے کے مربی ہیں ویسے ہی نبیوں کے حق میں بوجہ انبیاء ہونے کے مربی ہیں حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخشی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی ۔۔۔۔ آپ کے سامنے آ گیا نبی ہو گیا اور اس طرح نور نبوت آپ ہی سے چلا آپ پر لوٹ کر ختم ہو گیا اور یہی شان خاتم کی ہوتی ہے کہ اسی سے اس کے وصف خاص کی ابتدا ہوتی ہے اور اُسی پر انتہا بھی ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ہم آپ کو وصف خاص کے لحاظ سے صرف نبی ہی نہیں کہیں گے بلکہ خاتم النبیین کہیں گے کہ آپ پر ہی تمام نبوت کی انتہا ہے جس سے آپ منتہائے نبوت ہیں آپ ہی سے نبوت چلتی ہے اور آخر کار آپ ہی پر عود کر آتی ہے پس آفتاب کی تمثیل سے آفتابِ نبوت نبوت کا مبداء ثابت ہوتا ہے اور منتہاء بھی۔ نبوت میں اول بھی نکلتا ہے اور آخر بھی، فاتح بھی اور خاتم بھی، آپ نے اپنی نبوت کی اولیت کا تو ان الفاظ میں اعلان فرمایا کہ

كنت نبيا و آدم بين الروح والجسد

میں نبی بن چکا تھا جب کہ آدم ابھی روح و جسم کے درمیان میں تھے (یعنی ان کا خمیر ہی تھا اور ان کی تخلیق مکمل بھی نہیں ہوئی تھی)

جس سے واضح ہے کہ آپ انبیاء کے حق میں بمنزلہ اصل کے ہیں اور انبیاء آپ کی بمنزلہ فرع کے ہیں کہ ان کا علم اور خلق آپ کے فیض سے ظہور پذیر ہوا۔ (آفتاب نبوت صفحہ ۱۰۷ تا ۱۱۱ از قاری طیب دیوبندی)

محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

دیوبندیوں کے حکیم الامت قاری طیب مہاجر ایک مقام پر رقمطراز ہیں کہ طبعی ۔۔۔۔۔ کے سلسلہ میں سب سے پہلے اس کا وجود اور خلقت ہے جس سے اسے اپنے سے متعلقہ ۔۔۔۔ کی تکمیل کا موقع ملتا ہے اگر وہ پیدا نہ کیا جاتا تو عالم میں چاندنی اور روشنی کا وجود نہ ہوتا اور کوئی بھی دنیا کو نہ پہچانتا گویا اس کے آنے کی صورت میں نہ صرف یہی کہ وہ خود

ہی بلکہ دنیا کی کوئی چیز بھی نہ پہچانی جاتی ٹھیک اسی طرح اس روحانی آفتاب کے سلسلہ میں اولاً حضور کی پیدائش ہے اور آپ کا اس ناسوتی عالم میں تشریف لانا اس کو ہم اصطلاحاً ولادت با سعادت یا میلاد شریف کہتے ہیں اگر آپ دنیا میں تشریف نہ لاتے تو نہ صرف یہی کہ آپ نہ پہچانے جاتے بلکہ عالم کی کوئی چیز بھی اپنی غرض وغایت کے لحاظ سے نہ پہچانی جاتی۔ محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ (آفتاب نبوت صفحہ ۱۲۴،۱۲۵)

غیر مقلدین وہابی حضرات کے مولوی وحید الزمان کے والد اپنی کتاب مکتب نامہ اس عقیدہ کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں

خدا کے ہیں پیارے محمد نبی — ہوئے ان کی خاطر سے پیدا سبھی

لولاک کی تحقیق فقیر کے رسالہ ''شرح حدیث لولاک'' میں ہے۔

شفاعت کا قول مؤکد محمد ﷺ

شفاعت کا قول مؤکد محمد ﷺ

شرح

شفاعت کا مؤکد قول آپ ہیں آپ کا اسم گرامی محمد بار بار تعریف سراہے ہوئے ﷺ

شفاعت

اس پر بھی کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہاں اسم محمد ﷺ کے متعلق چند مفید ابحاث درج کرتا ہوں۔

معمہ

طبیب عشق راد کان کدامست — علاج جاں کنداوراچہ نامست

نشانش مید ھم گرچہ شناسی — دومیم دھشت کاف وچار لاست

سوال:۔ طبیب عشق کی دکان کہاں جوروح کا علاج کرتے ہیں ان کا اسم گرامی کیا ہے؟

جواب:۔ نشان میں بتاتا ہوں اگر تم پہچان سکوان کے اسم گرامی میں دو میم آٹھ کاف اور چار لام ہیں۔

حل:۔ اس سے حضور سرورِ دو عالم ﷺ کا اسم گرامی محمد مراد ہے اس لئے کہ دو میم تو آپ کے اسم گرامی میں ہیں بحساب ابجد لفظ حاء کے آٹھ اور دل کے چار ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

اعجوبہ

مندرجہ ذیل اشعار میں ہر مصرعہ کے حرفِ اول کو جمع کرنے کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اسم گرامی حاصل ہوتا ہے اسے اصطلاح میں توشیح کہتے ہیں۔

من بردھنت بموی بستم دل تنگ حاصل زیست نیست بیرون از نیرنگ

من باتو وتو بامن مسکین شب وروز دارم سر آتشی وداری سرجنگ

(اغیاث)

تعویذ دردزہ

تسہیل ولادت کے لئے مندرجہ ذیل لکھ کر ناف پر باندھیں یا سیدھے مندرجہ ذیل لکھ کر ناف پر باندھیں یا سیدھے ہاتھ میں دیں۔ جب بچہ پیدا ہوا سے فوراً اتارلیا جائے اور اسے حفاظت سے رکھا جائے نقش یہ ہے

Title\Taveez-1.jpg not found.

(حاشیہ دلائل الخیرات از مولانا عبدالحق الہ آبادمہاجرمکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

دردزہ کے دیگر مجربات

اسم گرامی محمد کے تعویذ کی مناسبت سے چند دیگر مجربات حاضر ہیں۔

(۱)خرم چاشد مرا نیز جاشد زن دھقان زاید یا نزاید۔

مجھے جگہ مل گئی ہے اور میرے گدھے کو بھی اب دہقانی کی عورت بچہ جنے یا نہ

مذکورہ بالا لکھ کر دائیں ران کی جڑ میں باندھیں بچے کی پیدائش پر فوراً اتارلیں۔

حکایت اور عجوبہ

ایک بزرگ رات کو کسی کے مہمان ٹھہرے اس کے گھر سے کراہنے کی آواز سن کر ماجرا پوچھا تو عرض کی گئی اہل خانہ کی اہلیہ دردزہ میں مبتلا ہے آپ نے مذکورہ عبارت لکھ کر باندھنے کو کہا تو فوراً بچہ پیدا ہو گیا۔

سبق

اولیاء اللہ کی ہر بات میں ہزاروں مشکلات کا حل ہے مذکورہ عبارت میں بظاہر تو لاپرواہی کا اظہار ہے لیکن درحقیقت ایک بہت بڑی مشکل حل ہے اسے کہتے ہیں

ناز از بندہ اور ناز برداری از بندہ نواز

بزرگ کا نام

بعض کہتے ہیں یہ بزرگ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۲) "اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَ اَذِنَتْ" لکھ کر دائیں ران کی جڑ میں باندھیں۔ بچہ کی پیدائش کے بعد فوراً اتار لیں یا گڑ پر اول و آخر تین بار درود آیت ۲۱ بار پڑھ کر دم کر کے کھلائیں۔

(۳) دلائل الخیرات شریف پیٹ پر رکھیں۔

بخار نوبتی کے لئے

"وما محمد الا رسول" لکھ کر بخار کے آنے سے پہلے ماتھے پر چسپاں کیا جائے۔

بواسیر خونی ہو یا بادی

گیہوں کے آٹے کی ٹکیہ پکا کر یہ نقش لکھ کر مریض کو سات روز کر کھلایا جائے ان شاء اللہ تعالیٰ اس موذی مرض سے نجات ہوگی۔ نقش انگشتری میں کندہ کرا کے پہنے نقش یہ ہے

Title\Taveez.jpg not found.

بواسیر خونی ہو بادی اس کی مناسبت سے دیگر مجربات حاضر ہیں۔

بواسیر کا روحانی علاج

"سمری سماری انت فی سمری "از حضرت مولانا حسین بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عین آگاھی ملتان سہ بار برسہ کلوخ خام ومیدہ ھکذا ھفت کلوخ یکبار وبیست ویکبار یومیہ گرد ومقعد چکر ذادہ دور کنند وصاف۔

بفضلہ تعالیٰ اندریك ھفتہ آرام میشود

مذکورہ بالا الفاظ تین ڈھیلوں پر تین بار دم کریں سات دفعہ دن میں ڈھیلوں کو استعمال کریں کُل اکیس روزانہ ڈھیلے ہوں گے ڈھیلے کو مقعد پر چکر دے کر صاف کریں بفضل تعالیٰ ایک ہفتہ کے اندر آرام آجائے۔

دیگر

نمازِ فجر کی سنتوں میں رکعت اول کی الحمد شریف کے بعد سورۂ الم نشرح دوسری رکعت کی الحمد شریف کے بعد سورۃ الم ترا روزانہ پڑھیں۔ سال کا کورس ہے۔

شریعت کے ہر حکم پر عمل کرنا بیماریوں کا علاج ہے

فقیر اُویسی غفرلہ نے آزمایا آپ بھی آزمایئے کہ ہر حکم شرع ہزاروں بیماریوں کا علاج ہے مثلاً مٹی کے تین ڈھیلوں سے پائخانہ کی جگہ کو فراغت کے بعد صاف کیا جائے تو بواسیر نہیں ہوتی اگر ہو تو دور ہو جاتی ہے۔

کیا عجب شان ہے

چہ نامست اینکہ در دیوان ھستی	برونگر قت نامی پیش دستی
زبانم چوں از وحرفی سراید	دل وجانم زلذت پر برآید
چونام ایں ست نام آدرچہ باشد	مکرم تر بود واز ھر چہ باشد
مکرم شد زعالم نسلِ آدم	مکرم تر دیست از ھر مکرم

قلم نے جب حضرت محمد مصطفی ﷺ کا اسم گرامی لکھا تو ایک میم کو آپ کا طوق دوسرے کو کمر بنایا اُس وقت سے عدم و جود ملا یہی وجہ کہ آپ ملک و ملک کے سردار ہیں۔

آپ کے لفظ حاء کے اسراء سے آگاہی کیسے ہوسکتی ہے بس اللہ تعالیٰ کی شان ہاں اتنا سمجھے کہ یہ دنیا کی چار

دیواری آپ کی حاء سے روشن ہے ایسے ہی بہشت کے آٹھ باغ اسی سے آباد ہیں آپ کے اسم گرامی کی دال بمنزلہ خلخال کے ہے اس لئے دین کے عشاق اس کے پاؤں پر سر رگڑ رہے ہیں یہ نام کیسا ہی بلند قدر ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی کو قدر منزلت نصیب نہیں۔ آپ کے اسم گرامی کا صرف ایک حرف ہی ایسا ہے کہ جونہی اسے زبان پر لاتے ہیں تو ہماری زبان لذت سے لبریز ہو جاتی ہے جب ان کے نامِ پاک کا یہ حال ہے تو نام والے کا کیا شان وقدر ہوگا بس یوں سمجھئے کہ نسل آدم بلکہ کُل عالم کے ہر مکرم سے آپ مکرم تر ہیں ﷺ

ہر حرفِ محمد میں نئے کرشمے اور نئی برکتیں

حضرت سلطان الواعظین الحاج علامہ مولانا محمد بشیر کوٹلوی مدظلہ نے حروفِ محمد (ﷺ) کو خوب منظوم فرمایا

حروفِ محمد ﷺ

م

کلمہ میں میم اور مسلمان میں بھی میم — اسلام میں ہے میم تو ایمان میں بھی میم
جوصوم میں بھی ہے میم تو رمضان میں بھی میم — رحمت میں ہے جو میم تو رحمان میں بھی میم
اس میں ہے جلوہ رحیم وکریم میں — کیا کیا برکتیں ہیں دیکھو محمد کے میم میں
ہے آسمان میں بھی میم زمین میں بھی میم ہے — اور ہے مکان میں میم مکین میں بھی میم ہے
الہام اور روح امین میں بھی میم ہے — راقم قلم میں لوح مبین میں بھی میم ہے
اس میم کی بہار ہے باغ نعیم میں — کیا برکتیں ہیں دیکھو محمد کے میم میں
گر حمد میں ہے میم تو حامد میں میم ہے — اورمردِ حق میں میم مجاہد میں میم ہے
اور میم ہے نماز میں مسجد میں میم ہے — اور میم ہے مرید میں مرشد میں میم ہے
اس میمن ہی کا نور ہے قلب سلیم ہے — کیا برکتیں ہیں دیکھو محمد کے میم میں

ح

اہل حیا کو ح سے ہی حاصل حیا ہوئی — حاصل شہید حق کو حیات و بقا ہوئی
اور دل میں پیدا ح سے ہی حب خدا ہوئی — ح سے حسین کو حسن کی دولت عطا ہوئی
ح حج میں حجراسود بیت الحرام میں — کیا برکتیں ہیں ح کی محمد کے نام میں

یہ ح لحد میں ساتھ ہے رحمت کے واسطے	محشر میں بھی ہے ساتھ یہ رحمت کے واسطے
وقت حساب ساتھ ہے حمایت کے واسطے	ہر حال میں ہے ساتھ حفاظت کے واسطے
حل مشکلوں کو کرتی ہے ہر اک مقام میں	کیا برکتیں ہیں ح محمد کے نام میں
محبوب میں بھی ح محبت میں بھی ہے ح	ح حاکم میں ہے تو حکومت میں بھی ہے ح
رحمان میں جو ح ہے تو رحمت میں بھی ح ہے	گر ح حکیم میں ہے تو حکمت میں بھی ح ہے
حیدر و حسین علیہ السلام☆ میں	کیا برکتیں ہیں ح کی محمد کے نام میں

☆شعر کی وجہ سے مولانا نے علیہ السلام لکھا اور نہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہونا چاہیے۔اُویسی

میم ثانی اسی میم سے مراد ملی ہے بے مراد کو	اسی میم نے ملایا ہے حق سے عباد کو
اس میم نے مٹایا ہے کفر و عناد کو	اس م سے ہے موت جہانِ فساد کو
اس میم سے بہشت میں اپنا مکان ہے	کیا دوسری بھی میم محمد کی شان ہے
اس میم نے مٹائی ہے ظلمت قدیم کی	اس میم نے دلائی ہے رحمت رحیم کی
اور ہے یہ میم ملجا و ماویٰ یتیم کی	مکہ مدینہ میں بھی تو برکت ہے میم کی
یہ میم مجرموں کو پیامِ امان ہے	کیا دوسری بھی میم محمد کی شان ہے
اس میم سے تو لطف ہے مولا کے نام میں	اس میم ہی کا جلوہ ہے زمزم کے جام میں
اس میم ہی کا نور ہے بیت الحرام میں	اس میم سے مدد ملی مشکل مقام میں
یہ میم ہی تو موجب ہر دوجہان میں	کیا دوسری بھی میم محمد کی شان ہے

د

آدم ہوئے فرشتوں کے مسجود دال سے	شیطان جنابِ حق سے ہے مردود دال سے
حامد جو دال سے ہے تو محمود دال سے	دونوں جہاں ہوگئے موجود دال سے
دین اور دنیا دونوں محمد کا مال ہے	بنیاد دوجہاں محمد کا دال ہے
دانش میں ہے جو دال تو دانا میں دال ہے	دولت میں ہے جو دال تو داتا میں دال ہے
امداد میں ہے دال مداوا میں دال ہے	درصدف میں دال ہے دریا میں دال ہے

ہر دل میں دال ہی کا تو دیکھو جمال ہے	بنیاد دوجہاں محمد کا دال ہے
اس دال سے قبول خدا کو درود ہے	اس دال سے ہی دہر میں ہر اک وجود ہے
مردِ سخی دل سے فیض اور جود ہے	خوش دال سے شہید پہ رب درود ہے
نزدیک ودور دال کا فیض کمال ہے	بنیاد دوجہاں محمد کا دال ہے

اسم محمد نقطه کیوں نهیں

چونکہ نقطے کی ظاہر شکل وصورت مکھی کے مشابہ ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کو گوارا نہ ہوا کہ محبوب کریم ﷺ کے نام اقدس پر ایک گندی شے کے مشابہ کوئی شے ملحق ہو۔ چنانچہ حضرت امام شہاب الدین خفاجی حنفی نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۲۸۲ میں لکھتے ہیں

وتظرف بعض علماء العجم فقال محمد رسول الله ﷺ ليس فيه حرف منقوط لان النقط تشبه الذباب فصين اسمه

اس کے بعد امام موصوف قدس سرہ نے نظم میں یوں لکھا

لقدب الذباب فليس يعلو	رسول الله محمود و محمد
ونقد الحرف يحكيه بشكل	لذاک الخظ عنه وقد تجرد

اس کا اور عربی عبارت کا وہی مفہوم ہے جو ہم نے اوپر عرض کر دیا ہے۔

پیارے غوث جیلانی کے جسم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی

امام موصوف کتاب مذکور کے اسی مقام پر لکھتے ہیں کہ "وقد نقل مثله عن ولی الله العارف به الشيخ عبدالقاد ر الكيلانی "یعنی جیسے حضور اکرم ﷺ کے جسم اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ اُسی طرح پیارے غوث جیلانی کے جسم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔

سایه ندارد

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم مبارک کا سایہ بھی زمین پر نہیں پڑتا تھا یعنی سایہ نہ تھا۔

یہ آپ کی فنا فی الرسول ﷺ کی وجہ سے تھا۔ امام شعرانی نے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اس طرح ہر کامل ولی جسے فنائیت کلی نصیب ہوتی ہے کے لئے ہوتا ہے۔

نعت

(اس نعت میں یہ صنعت رکھی گئی ہے کہ پڑھنے والے کے دونوں ہونٹ نہیں ملتے)

یہ نعت حدائق بخشش جلد۳ مطبوعہ پیلی بھیت سے لی گئی ہے۔

امام احمد رضا کی شاعری

صرف اس صنعت سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام احمد رضا مجدد بریلوی قدس سرہ ایک رسمی شاعر تھے کہ اپنی شاعری کا لوہا منوانے کے لئے کسی صنعت سے اشعار کہہ کر اپنی شاعر کا لوہا منوایا کرتے تھے چونکہ فقیر نے اپنے موضوع کو نبھانا ہے (کلامِ رضا کو قرآن واحادیث اوراقوالِ اسلاف سے واضح کرنا ہے) اسی لئے امام احمد رضا مجدد بریلوی قدس سرہ کی شاعری یا آپ کے کلام میں دیگر علوم وفنون کے کمالات کے درپے نہیں ہوا لیکن یہاں ایک صنعت کا پہلو سامنے آگیا ہے اسی لئے آپ کی شاعری پر خود تبصرہ کرنے کے بجائے پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کی تحریر پیش کرتا ہوں تاکہ غیر جانبدار تبصرہ سے امام احمد رضا مجدد بریلوی قدس سرہ کے شاعری کا جواہر کا اندازہ کرنا آسان ہو۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم لکھتے ہیں اس صفحۂ ہستی پر بے شمار گوناگوں خصوصیات کی حامل شخصیتوں نے جنم لیا جن کے عظیم الشان کارناموں اور جلیل القدر احسانات کی امت مسلمہ مرہون ہے ایسی عظیم شخصیتیں نہ صرف یہ کہ اپنے زمانہ میں مرجع خلائق رہیں بلکہ آنے والی صدیوں میں بھی ان کی اہمیت بدستور باقی رہی ان کا علمی فیضان ان کے معاصرین تک محدود نہ رہا بلکہ بعد کے ادوار کے لوگ بھی ان کی علمی کاوشوں سے استفادہ کرتے رہے ایسی ہی گراں قدر شخصیتوں میں امام احمد رضا خاں کا نام بھی آتا ہے زندگی کے تمام پہلوؤں میں ان کی شخصیت نمایاں اور اجاگر نظر آتی ہے جملہ علوم وفنون میں دانشورانِ روزگار نے ان کی تفوق کا اعتراف کیا ہے۔

آسمانِ شعر وسخن پر عربی شعراء میں امراءالقیس، فرزدق، متنبّی اور شوقی، فارسی شعراء میں خاقانی حافظ، سعدی، بہار اور اردو شعراء میں میر، ذوق، غالب، اقبال کا نام آفتاب کی مانند تابندہ اور درخشندہ ہے یہ وہ جلیل القدر ہستیاں ہیں جن سے زبان زندہ ہیں متنبّی کو عربی شاعری اور حافظ کو فارسی شاعری اور غالب کو اردو شاعری سے نکال لیا جائے تو ان زبانوں کی تہی دامنی کا احساس ہونے لگتا ہے مگر ان میں کوئی ایسا نہیں جو تینوں زبانوں کی نمائندگی کرتا ہو۔ غالب اگر اردو کے شاعر تھے تو عربی شاعری کی انہیں ہوا تک نہیں لگی تھی۔ حافظ اگر فارسی کے نمائندہ شاعر تھے تو اردو میں ان کا کوئی

کارنامہ نہیں، متنبّی اگر عربی کا شاعر تھا تو اردو فارسی شاعری تو درکنار وہ اس زبان کے ابجد سے بھی نابلد تھا۔ یہی شعراء کیا اگر شعر وسخن کی تاریخ دہرائی جائے جب بھی شاید ہی کوئی ایسا شخص ملے جو بیک وقت تین تین زبانوں کی نمائندگی کررہا ہو متعدد زبانوں کا جاننے والا تو مل سکتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ مادری زبان کے علاوہ دیگر زبان میں ادبی وشعری نمونے پیش کرسکا ہو۔

شعر وسخن کی تاریخ میں چودہویں صدی ہجری کے اوائل میں مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت بہت نمایاں طور پر نظر آتی ہے انہیں تینوں زبانوں پر یکساں عبور تھا اصلاً تو وہ ہندی نژاد تھے مگر فارسی اور عربی میں اعلیٰ درجہ کی شاعری کرتے تھے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے ہندی بھاشا کی آمیزش سے نظمیں بھی لکھی ہیں۔ ایسا شخص جو تینوں زبانوں میں برجستہ شاعری کرتا ہو اور باضابطہ اس کا دیوان بھی ہو ایسے شخص کے شعری سرمایہ سے صرفِ نظر کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

اردو ادب کی تاریخ سے متعلق چھوٹی بڑی بیشمار کتابیں منظر عام پر آئیں متعصب وغیر متعصب دونوں مورخین نے اردو ادب کی تاریخ قلمبند کی مگر کسی کے بندے سے توفیق نہ ہوئی کہ قدیم روش سے ہٹ کر ذرا دائیں بائیں بھی دیکھے شاید کوئی ایسا گوہر آبدار مل جائے جو اس کے لئے زینت قرطاس کا کام دے سکے مگر ایسا کسی سے ممکن نہ ہوا صراحۃً ان کا ذکر تو درکنار اشارۃً وکنایۃً بھی نہ ہوسکا۔ اس سلسلے میں یہ امر قابلِ غور ہے کہ اردو ادب کی تاریخ میں نہ تو نعت گوئی کا کوئی حصہ ہے اور نہ ہی اس صنف کے لئے مخصوص صفحات ہیں مولانا احمد رضا خان اصلاً نعت کے شاعر تھے جس صنف کے یہ شاعر تھے جب اردو کے صفحات میں اس صنف کو کوئی نہیں تو اس صنف کے شاعر کا حصہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ حاصل کائنات، فخر موجودات ﷺ کے نواسوں کے متعلق تو مرثیہ کے لئے اردو ادب کے صفحات میں جگہ ہے مگر اس ذات کی نعت مقدس کے لئے اردو ادب میں کوئی جگہ نہیں جن کی بے پناہ شفقتوں کے سبب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہرتِ دوام ملی۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ چونکہ مولانا احمد رضا خان تینوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے اس لئے ہر زبان کی تاریخ لکھنے والوں نے یہ کام ایک دوسرے کے ذمہ کرم پر رکھ چھوڑا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی شخصیت کسی کی ضبط تحریر میں نہ آسکی۔ عربی وفارسی شاعری پر کام کرنے والوں نے جزوی طور پر تو انہیں خراجِ عقیدت پیش کیا مگر اردو ادب کے مورخین نے مولانا احمد رضا خان کے معجزہ نما شاعرانہ کمالات سے بے اعتنائی برتی ہے جس کے سبب بعض انصاف پسند دانشوروں نے لکھا ہے کہ مولانا احمد رضا خان کو اردو ادب کی تاریخ میں شمار نہ کرنا ان پر سراسر ظلم ہے۔

فاضل بریلوی صرف قادر الکلام شاعر ہی نہیں بلکہ وہ بلند پایہ نثر نگار بھی تھے ۵۴ فنون پر مشتمل چھوٹی بڑی ان کی ایک ہزار تصانیف ان کی علمی عبقریت کا واضح ثبوت ہیں۔ تاریخ اسلام میں اس جیسے عبقری کی نظیر مشکل سے ملتی ہے میں ہرگز یہ نہیں کہتا کہ ان جیسا عالم پیدا ہی نہیں ہوا میں تو یہ کہتا ہوں کہ ان جیسی خوبیوں کے حامل افراد کم پیدا ہوئے ہیں ان کی شخصیت کا مطالعہ کرنے والے کہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان نابالغہ روزگار تھے ہی نادر روزگار بھی تھے ایسے لوگ صدیوں میں جنم لیتے ہیں اور اپنے کارناموں سے پوری صدی روشن کر دیتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خان کا یہ کمال نہیں کہ وہ ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ تھے یہ بھی کمال نہیں کہ وہ بہت بڑے فلسفی تھے یہ بھی کمال نہیں ریاضی و ہیئت کے آخری دانائے راز تھے یہ بھی کمال نہیں کہ فقہ میں تفوق حاصل تھا یہ بھی کمال نہیں عربی فارسی اور اردو میں اچھی شاعری کرتے تھے کمال تو یہ ہے وہ ان تمام خوبیوں کے جامع تھے جو انفرادی طور پر دوسرے لوگوں میں شابانہ افتخار اور اولوالعزمی کا سبب بنا کرتی ہیں۔

شاعری جو انتہائی نازک صنف سخن ہے اس میں بھی مولانا احمد رضا خان نے یگانہ روزگار اساتذہ فن سے اپنی سخن وری کا لوہا منوایا اور متفقہ طور پر اس صنف نازک میں ان کی بالغ نظری کو تسلیم کیا گیا۔ عشق و محبت اور گل و بلبل کی داستانیں تو اکثر شعراء کا سرمایہ رہیں مگر جس حسن و خوبی سے آپ نے نبھایا ہے دوسروں کے یہاں اس کی مثال مفقود ہے صنائعہ بدائعہ کا استعمال جس خوش اسلوبی سے آپ نے کیا ہے دوسرے شعراء کے یہاں کم پائی جاتی ہے۔ شاعری کے تمام اصناف تو نہیں مگر سب سے اہم اور مشکل صنف ''نعت گوئی'' میں آپ نے اس طرح اپنا جوہر دکھایا ہے کہ ایک طرف شانِ الوہیت بھی نقص اور دوسری طرف شان رسالت میں الوہیت کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔

نعت گوئی مولانا احمد رضا کی زندگی کا ایک اہم حصہ بن چکی تھی ظاہر ہے کہ دلی جذبات اور قلبی واردات کے اظہار کے لئے شاعری سے بڑھ کر کوئی ذریعہ بھی نہیں۔ مولانا احمد رضا خان کا دل عشقِ رسول ﷺ کا اتھاہ سمندر تھا جس میں درد و کرب اور محبوب سے ہجر و فراق کی نہ جانے کتنی لہریں تھیں انہوں نے ان جذبات کا اظہار مطلق العنان ہو کر نہیں بلکہ قرآن و حدیث اور شریعت مطہرہ کے دائرہ میں رہ کر کیا ہے جب انسان جذبات میں بے قابو ہو جاتا ہے تو نہ جانے کیا کیا کر بیٹھتا ہے مگر مولانا نے وارفتگی شوق کے باوجود ہوش کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ انہوں نے ہر طرح نعت مقدس کے آداب ملحوظ خاطر رکھے ہیں پھر بھی نعت میں انہیں جن مراحل سے دوچار ہونا پڑا اس کا انہوں نے بھی اعتراف کیا ہے فرماتے ہیں

کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے　　　سکتہ میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں آیا

شاید یہی وجہ ہے کہ اردو کے اعلیٰ ترین شعراء کے یہاں اس صنف کا اہتمام کم ملتا ہے فارسی شعراء میں جامی، سعدی، خسرو اور قدسی کے یہاں تو صنف نعت پر طبع آزمائی کا ثبوت مل جاتا ہے مگر اردو کے مشہور زمانہ شعراء کے یہاں اس صنف سے بے اعتنائی پائی جاتی ہے مگر جن لوگوں کے یہاں اس مقدس صنف کا اہتمام ہے ان میں حسن بریلوی، آسی غازی پوری، محسن کاکوروی، امیر مینائی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری میں جو رنگ و آہنگ ہے وہ دوسرے نعت گو شعراء کے یہاں نہیں کیوں کہ انہوں نے جو لکھا قرآن مقدس کی روشنی میں لکھا اور ظاہر ہے کہ عظمت رسول مقبول ﷺ کا اظہار صحیح معنوں میں قرآن ہی سے ہوسکتا ہے چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ　　　بیجا سے ہے المنت للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی　　　یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

مولانا کو شعر و سخن میں کس سے شرفِ تلمذ حاصل تھا اس کی کہیں کوئی صراحت نہیں ملتی ان کی شاعری کا مطالعہ کرنے والوں میں بعض نے لکھا کہ اس میدان میں وہ خود ہی استاد تھے خود ہی شاگرد۔ اس سلسلہ میں انہوں نے کسی سے اصلاح نہیں لی۔ پیہم دینی مصروفیات کے سبب شاید وہ اس کے لئے وقت نہیں نکال سکے ایسا نہیں بلکہ انہیں اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ شاعر النبی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عاشقانہ کلام اور محبت رسول پر جان نچھاور کر دینے والی زندگی ان کے سامنے تھی یہی حقیقت ان کے لئے خضر راہ ثابت ہوا جس کے بارے میں وہ خود لکھتے ہیں

رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو　　　نقش قدم حضرت حسان بس ہے

مولانا احمد رضا خاں دیگر تمام خوبیوں کے ساتھ سخن فہمی، سخن سنجی اور سخن گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے آپ نے نعت گوئی مسلک شعری کے طور پر اپنایا اور اس میدان میں خوب خوب داد و تحسین حاصل کی۔ آپ کی نعتیں جذباتِ قلب کا بے سروپے اظہار نہیں بلکہ ادب و عشق و محبت کی آئینہ دار ہیں اس حیثیت سے اردو ادب میں آپ نعت گو شعراء کے سرتاج ہیں۔

نہیں ہند میں واصف شاہِ ہدیٰ　　　مجھے شوخیٔ طبع رضا کی قسم

عربی شاعری میں مولانا احمد رضا خان کو کمال حاصل تھا ایک مرتبہ مصر کے فاضل ترین علماء کے اجتماع میں ان کے عربی اشعار پڑھے گئے تو انہوں نے بیک زبان ہوکر کہا کہ یہ قصیدہ فصیح اللسان عربی النسل عالم دین کا لکھا ہوا ہے۔ جب انہیں اس کی اطلاع ہوئی کہ اس قصیدے کے لکھنے والے مولانا احمد رضا خان بریلوی جو عربی نہیں بلکہ عجمی ہیں تو علمائے مصر حیرت کے سمندر میں ڈوب گئے کہ وہ عجمی ہوکر عربی زبان میں اتنے ماہر ہیں۔ وہ قصیدہ یہ تھا

الحمد لله المتوحد	بجلاله المتفيرد
وصلاته دوما على	خير الانام محمد
والآل والاصحاب هم	ماوى عند الشدائد
فالى العظيم توسلى	بكتابه وباحمد
وادم صلاتک والسلام	على الحبيب الاجود
والآل امطار الندى	والصحب سحب عوائد
واجعل فيها حمد رضا	عبدلجرز السيد

اللہ تعالیٰ نے واحد کی حمد اپنے جلال میں منفرد اور صلوۃ وسلام ہوں حضرت محمد ﷺ پر جو تمام لوگوں سے افضل ہے۔

اوران کے آل واصحاب پر جو مصائب کے وقت میں ہماری پناہ گاہ ہیں۔

بس اللہ العظیم کی طرف میں دو چیزوں کو وسیلہ بناتا ہوں ایک اس کی کتاب (قرآن) اور دوسرے اس کے پیارے نبی جن کا اسم گرامی احمد ﷺ ہے

اور اے اللہ تو اپنا درو دوسلام اپنے سب سے زیادہ سخی اور کرم والے نبی پر قائم و دائم رکھ۔

اوران کی اولا د پر جن کی حیثیت بارانِ رحمت کی ہے اوران کے اصحاب پر جن کی حیثیت نفع بخش با دل کی سی ہے۔

اور اس میں سے احمد رضا کو بھی بنالے تو ایک ایسا بندہ جو اپنے سردار کی حفظ وامان میں ہو۔

مولانا احمد رضا خان کے عربی کلام میں ڈاکٹر حامد علی خان سابق ریڈر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بقول جزالت النسجام سلامت وسادگی اور بے ساختگی وروانی پائی جاتی ہے عربی تراکیب کی بندش اور مناسب وبرمحل الفاظ کے استعمال پر آپ کو مکمل قدرت حاصل تھی۔ تشبیہات واستعارات وغیرہ لفظی ومعنوی صنائع ضرب الامثال کا بے تکلف اور مناسب انداز میں استعمال ہے آپ کا کلام تصنع اور شعری عیوب سے پاک ہے آپ نظم میں مشکل پسندی کے قائل نہیں

تھیاورزیادہ تر برجستہ ہی موزوں ومقفی لکھتے تھے۔(انوارِرضا صفحہ ۵۳۸)

فاضل بریلوی کو رسول اللہ ﷺ سے والہانہ لگاؤ تھا جسے ان کے عوامل نعت گوئی میں فوقیت حاصل ہے یہی وہ بادہ حب مصطفیٰ کا خمار ہے جو لباس کا لبادہ اوڑھ کے نوکِ قلم پر آجاتا ہے اور جب ارتقائے گذرکرانا من نوراللہ کی سرحدوں تک آجاتا ہے تو برش میں ان کی جلوہ نمائی ہوجاتی ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی موشگافیوں تک اپنی دلچسپیوں کو محدود رکھتے تو زیادہ سے زیادہ ایک بلند پایہ مصنف علوم حاضرہ کے ماہر صاحب طرز ادیب یا ایک اچھے شاعر ہوتے اور بس لیکن آپ یقین کیجئے کہ اگر ان میں سے کچھ بھی ہوتے تو زمانہ انہیں ویسے بھی بھلا دیتا جس طرح دنیا کے عبقری علماء ادباء شعراء کو آج زمانے نے گوشہ گمنامی میں ڈال رکھا ہے مگر اُن کی ذہانت، فطانت، ذکاوت، عبقریت اور ان کا زندہ جاوید پیغام ان تمام فضائل حسنہ کا سبب ایک دوسری دانش گاہ ہے جس میں ان کی نشوونما ہوئی وہ ایسی دانش گاہ ہے جہاں صرف آئمہ فن مجتہدین، واضعین، علوم قائدین، فکر واصلاح اور مجددین امت ہی پیدا ہوتے ہیں وہ جو کچھ لکھتے ہیں اس کے سمجھنے میں طلبہ اور پڑھانے میں اساتذہ مشغول رہتے ہیں ان کی تصانیف کی شرحیں لکھی جاتی ہیں ان کے اجمال کی تفصیل وتوضیح ہوتی ہے وہ ایسی دانش گاہ ہے جہاں تاریخ پڑھائی نہیں جاتی بلکہ تاریخ وہیں سے جنم لیتی ہے وہ نظریات کی تشریح نہیں ہوتی بلکہ نظریات وہیں جنم لیتے ہیں دراصل وہ دانش گاہ ایک داخلی دانش گاہ اور ضمیر ووجدان کا دبستان ہے جس میں انہوں نے برسوں زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے اگر اس دانش گاہ میں وہ پروان نہ چڑھے ہوئے ہوتے تو ان کا شعور ووجدان اس قدر شعلہ جان سوز نظر نہ آتا اور نہ ان کا آتشیں پیام قلب ونظر کے لئے سوز جاوداں ثابت ہوتا وہ تخلیقی عناصر جنہوں نے ان کی شخصیت کو شرفِ قبولیت عطا کی وہ اسی دانش گاہ میں حاصل ہوئے یوں تو ان کی پوری شاعری امتیازات وخصائص سے لبریز ہے مگر زیرِنظر مقالے میں ان کی شاعری کے اس انفرادی رُخ کی نشاندہی کی گئی ہے جس نے ان کی شاعری کو اوج کمال پر پہنچایا ان میں حب صادق، اقتباس نصوص، عرفان نفس، خودداری اور آہ سحرگاہی بطورِ خاص قابل ذکر ہے۔

حب صادق

مولانا احمد رضا خان کی شاعری میں حب صادق اور عشق حقیقی ایسا عنصر ہے جس نے ان کو دوسرے شعراء سے ممتاز کیا ان کی نگاہ ناز میں حب صدق اصل حیات ہے جس پر ممات حرام ہے زمانہ کا سیل رواں بہت تند ورسبک خرام اور تیز گام ہے جس کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی لیکن عشق ومحبت اس کے مقابلے میں آکھڑے ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ خود

بھی سیلاب ہیں اور سیلاب ہی سیلاب کو روک سکتا ہے محبت کی تجلی آسمانی رسالتوں اور نبوی تصورات سب میں مشترک ہے اور مرقع عالم میں فرح و سرور کی نمود ہے اور محبت ہی وہ شراب طہور ہے جس سے سرشار ہوکر عارف دنیا و مافیھا سے بے خبر اور عاشق نغمہ سرا ہوکر اُٹھتے ہیں اور محبت کبھی منبر و محراب کی نقیب کبھی حکیم نکتہ داں کبھی قائد جنگ و جہاد اور کبھی فاتح اقوام و امم بن کے سامنے آتی ہے۔ محبت کے ہزاروں رنگ و آہنگ میں محبت ازل کی مسافر ہے محبت ہی زندگی کی بانسری ہے جس سے نغمہ و آہنگ نکل نکل کر عالم کو مسحور کئے ہوئے ہیں محبت ہی سے دنیا میں روشنی، گرمی، حرکت، حرارت اور زندگی کی امنگ و ترنگ ہے ایک محبِ صادق اپنے محبوب کی بارگاہ میں نغمہ محبت اس طرح چھیڑتا ہے

الروح فداک فزد حرقا — یک شعلہ دگر برزن عشقا

موراتن من دھن سب پھونک دیا — یہ جان بھی پیارے چلا جانا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے — تم نہیں چلتے رضؔا سارا تو سامان گیا

پیش نظر وہ نوبہار سجدے کو دل ہے بیقرار — روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں — سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

ان اشعار کے ہر ہر لفظ میں الفت و محبت کا سمندر موجزن ہے خاص کر آخیر شعر میں ایک بند کا دوسرے بند سے تقابل کر کے وہ معنی پیدا کیا ہے جو غایت و محبت پر دال ہے مثلاً وہاں حسن یہاں نام وہاں کٹنا جو عدم ارادہ پر دلالت کرتا ہے یہاں کٹانا جو قصد و ارادہ ظاہر کرتا ہے وہ مصر یہاں پورا عرب جن کی سرکشی و خودسری زمانہ جاہلیت میں مشہور تھی وہاں انگشت یہاں سر وہاں زناں یہاں مرداں وہاں انگلیاں کٹیں جو ایک مرتبہ کے وقوع کو بتاتا ہے یہاں کٹاتے ہیں جو استمرار پر دلالت کرتا ہے اس طرح ان کی مکمل شاعری عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی ہے۔

مولانا احمد رضا خان کی شاعری کا جائزہ اگر قدیم تنقید نگاری کے اصول کو مدنظر رکھ کیا جائے تو متفقہ طور پر انہیں فحول شعراء کی صف میں قرار دینا ہوگا مثلاً ابن قتیبہ (متوفی ۸۸۹ھ) کے یہاں ایک اچھے شاعر کی پہچان حسن الفاظ اور حسن معانی کا اختیار ہے اور انہیں عوامل کو مدنظر کر وہ فن کار کو تنقید کی کسوٹی پر کھڑا کرتے ہیں۔ ابن اسلام الجمعی (متوفی ۲۳۲ھ) نے تو مقدار کو چھوڑ کر قدر (QUALITY) کو افضل مانا ہے۔ درجِ ذیل شعر ان کے عشق حقیقی کا بہترین نمونہ ہے فرماتے ہیں

رُخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں — شب زلف ہے یا مشک ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اس میں آپ نے ایک نسبت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے چونکہ یہ نسبت ایک ایسی محبت کا ردعمل ہے جو ماورائے فطرت (METAPHYSICAL) ہے اور اس کی ادائیگی کے لئے ہماری عام زبان تراشی نہیں گئی ہے لیکن شاعر کا شعر اس کی کیفیت کا ادراک کر لیتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کو رائج زبان میں ادا کرے لیکن چونکہ ایسا کرنے سے عاری ہے اس لئے وہ تشبیہات و استعارات کی زبان تراشتا ہے چنانچہ اس شعر میں شاعر حضور ﷺ کے رُخ کو منظّم شکل میں پیش کرنا چاہتا ہے یہ وہ مشکل ہے جو جذبات اور عقیدت نے ان کے دل میں تراشی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ دن اور مہر سما سے ان کے رُخ کی نمائندگی ہو سکتی ہے اور شب مشک ختاان کی زلف کے لئے بہتر لفظ ہو سکتا ہے لیکن پھر انہیں احساس ہوتا ہے کہ میرے عقیدت کی تراشی ہوئی شکل اس سے اور بھی منفرد ہے چنانچہ یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں کہہ کر اپنی اس تشنہ تصویر کو قاری کے فیصلے پر چھوڑ دیتے ہیں اب جہاں تک جدید ناقد کا تعلق ہے تو وہ داخلی فنکاری کے بجائے خارجیت پر زور دیتا ہے اور فنی کاریگری کے لئے تشبیہات استعارات (SEMILIES) کو بے حد اہم قرار دیتا ہے اگر فنی کاری گری کے اس طریقہ دراست میں ان کا مطالعہ کیا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ انہیں الفاظ کے بطون پر کامل گرفت حاصل تھی الفاظ جو کھلتے تھے جو خوابوں میں تراشی ہوئی تصویروں کی عکاسی بھی کرتے ہیں

سر تا بہ قدم ہے تن سلطان زمن پھول لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

یہ شعر تشبیہات و استعارات کا پیکر ہونے کے ساتھ ساتھ حب صادق کی بھرپور نمائندگی بھی کرتا ہے انہوں نے سرکارِ رسالت مآب ﷺ کے ہر عضو کو پھول سے تشبیہہ دے کر مکمل شعر کو پھول بنا دیا ہے۔

اقتباس نصوص

امام احمد رضا کی شاعری کے سلسلے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مکمل قرآن و حدیث کا ترجمہ ہے جس کا ذکر اجمالاً گزر چکا ہے قرآن مقدس سے استشہاد اور اس کا ترجمہ ان کی شاعری کا وہ اہم انفرادی رُخ ہے جس نے خوابیدہ کل کو نجم سہیل کی طرح تابندہ بنایا، جس نے پژمردہ پنکھڑیوں کے پردہ اضملال کی نقاب کشائی کی جس میں انسانیت کے رموز مضمر و مستتر ہیں جس میں معاشرت روحانیت اور تہذیب و تمدن کے برگ و بار مخفی ہیں ان کا کلام کلام اللہ کے رموز کا مخزن ہے بلاشبہ وہ نامعلوم اور طویل مدت تک زندہ و تازہ رہے گا کیونکہ وہ جس عارفانہ، عالمانہ اور شاعرانہ انداز سے اپنے بہترین کلام میں وکالت کی ہے اور لعل و گہر کو حسین لڑی میں پرو دیا ہے وہ کلام میں کہکشاں کی طرح نمایاں ہے۔

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

مولانا احمد رضا اپنے اس کلام سے ایمان و یقین کو تر و تازہ بنا رہے ہیں اور اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اے امت مسلمہ اگر تم عصائے موسوی اور ید بیضا کی خصوصیات سے آشنا ہونا چاہتے ہو تو "وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" سے سبق حاصل کرو اور پیکرِ خلق نبوی بن جاؤ اور دوسری طرف مذاہب باطلہ کا دندانِ شکن جواب دیتے ہوئے اس آیت کریمہ یعنی "مَا ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" اور دوسری جگہ "قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا" کی طرف اپنے کلام "کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا" سے اشارہ بھی فرماتے ہیں بلا شبہ ان کا یہ کلام اور ان کی یہ شاعری شاعری نہیں بلکہ ساحری ہے انہوں نے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ ایک بحرِ بیکراں اور اتھاہ سمندر کو سمیٹ کر اسے ایک شعری جامہ پہنا دیا ہے جیسا کہ اس شعر سے جو تین آیتوں کی بیک وقت ترجمانی کرتا ہے بخوبی واضح ہے

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا

کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقاء کی قسم

اس شعر میں "لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِO وَ اَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِO" اور "وَ قِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ" اور "لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ" کا مفہوم اور ان کی تشریح عیاں ہے۔ رفعت و شرافت سے زائل اور جواہر انسانیت سے ناواقف انسان کو اور اس کی سوئی ہوئی خودی کو اپنے کلام سے بیدار کر دیا اور بلندی کا ترانہ سکھایا وہ انسان جو احساسِ کمتری اور مایوسی کا شکار تھا اسے "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" کا جامِ طہور پلایا الغرض ان کی شاعری نے معاشرہ میں ایک نیا رجحان پیدا کر دیا۔ یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ عام ادباء، شعراء، مصنفین کو یہی دو چیزیں یعنی خودی اور عرفانِ نفس ہر موضوع پر قلم اُٹھانے کے لئے آمادہ کرتی ہیں اگر اس سے بھٹکے تو انہیں کوئی دوسرا مشعل راہ او رمشعل ہدایت نہیں مل سکتا ہے بلاشبہ وہ ایک پیدائشی شاعر تھے ان کی شاعر رہتے ہوئے قلب پر جوش و پرسوز دل معانی کی معنویت اور الفاظ کی شوکت کی آئینہ دار تھی۔ وہ ایک قادر الکلام ماہرفن شاعر تھے ان کے ہمعصر شعراء ان کی امامت اور کلام میں اعجاز کے قائل تھے بلکہ زبان و تراکیب معانی افکار جدت تشبیہ ہر چیز سے متاثر تھے۔

آہ سحرگاهی

امام احمد رضا کی شاعر کا چوتھا انفرادی رُخ جس نے ان کی شخصیت کو پروان چڑھایا اور ان کی شاعری کو نت نئے معانی و افکار کی جولانی عطا کی وہ آہ سحرگاہی ہے جس نے ایک ایسی فکری غذا عطا کی تھی جس سے وہ نشاط میں آکر اپنے

اصحاب کو نیا نیا شعر سناتے تھے جس سے انسان کو ایک نئی قوت، نئی روشنی اور ایک نئی زندگی ملتی تھی۔اس آہ سحر گاہی کا کرشمہ تھا کہ عطار، رومی اور غزالی اپنے دور میں مرجع خلائق بنے رہے اور گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے رہے۔علامہ اقبال کے یہاں یہ مفہوم اس طرح ملتا ہے

عطار ہو رومی ہو کہ رازی ہو غزالی　　کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے بے آہ سحر گاہی

آہ سحر گاہی کے بارے میں جدید دور کے مشہور شامی ادیب خلیل مردم بک (مرحوم) کا خیال ہے کہ شاعر جب نظم گوئی کے لئے مناسب وقت اختیار کرتا ہے اور ایک سچے شاعر کے لئے سب سے زیادہ مناسب تہائی رات ہے جب کہ کائنات کی ہر چیز ساکن و ساکت اور حرکت سے بے نیاز ہوتی ہے یہی وہ وقت ہے جب نفس اشارات غیبی اور نفحات الہامی وصول کرنے کے لئے مستعد ہو جاتا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں

هبط الوحي عليه　　من سموات الخيال　　في الظلام

فاضاء ت جانبيه　　ربه السحر الحلال　　بالكلام

خريبكي و له لما تجلت صعقات

(کتاب لاعرابیات صفحہ ۱۹ دمشق ۱۹۶۵ء)

خیالوں کے آسمانوں سے اندھیروں میں اس پر وحی کا نزول ہوتا ہے اور صبح کی شادابی اس کے جوانب الہمات کی ساعت کے لئے خوشگوار و منور کر لیتی ہے تو اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آتے ہیں اور اس کے لئے الہمائی باتیں روشن ہو جاتی ہیں۔

آہ سحر گاہی کا مفہوم خود اسی لفظ سے عیاں ہے یقیناً ایک عاشق صادق صبح صادق کے پرسکوت ماحول میں جب اپنے میلانِ قلب کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں عجز و نیاز کے ساتھ آرزوں کا طوفان لے کر حاضر ہوتا ہے تو اجابت خود بڑھ کر اس کی دستگیری کے لئے حاضر ہو جاتی ہے یہی محبِّ صادق جب اس طرح مسلسل عشق خدا کی بھٹی میں اپنے کو تپاتا ہے اور ہمہ دم و دل و دماغ اور قلب و نظر کی توجہات کو کرم خداوندی کی طرف مبذول کرتا ہے تب کہیں جا کر اس شعر کا صحیح مصداق اپنے کو پاتا ہے

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے　　پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

جب عاشق صادق ان خصوصیات کا حامل ہو جاتا ہے اور اس کے دل و دماغ پر عشق و ایمان کی کرنیں محیط ہو جاتی

ہیں پھر جب وہ بے اختیار عالم کیف وسرور میں کچھ کہتا ہے تو اس میں ایک سوز دوراور تڑپ کی سی کیفیت ہوتی ہے جس سے سننے والے ذہین بغیر متاثر ہوئے نہیں رہ سکتا۔ مولانا احمد رضا خان کی شاعری ایسے تاثرات سے لبریز ہے خصوصاً نعتیہ شاعری میں جابجا اس کی جھلک پائی جاتی ہے۔ بارگاہ رسالت میں اپنی بے کسی اور ناتوانائی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں

اہل عمل کوان کے عمل کام آئیں گے　　　میرا ہے کون تیرے سوا آہ لے خبر

پر خار راہ برہنہ پا تشنہ آب دور　　　مولیٰ پڑی ہے آفت جانکاہ لے خبر

اسی طرح پوری نعت میں یکسوئی اور درد ملتا ہے بلاشبہ ایک سچا عاشق رسول جب کچھ کہتا ہے تو اس کلام سے اسی طرح خلوص ومحبت کی بو آتی ہے وہ اپنے درد کامداوا غمخوار اور انیس بیکساں ہر آن رسول گرامی وقار ﷺ کو سمجھتے ہیں کیونکہ اس پر آپ کا یقین کامل ہے

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے

انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

اور دوسری جگہ ''لولاک خلقت الافلاک'' کی ترجمانی اس طرح فرماتے ہیں

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

مولانا احمد رضا خان نے شاعری کو آہ سحر گاہی، حب صادق، عرفانِ نفس اور دیگر اسی طرح کی نمایاں خصوصیات سے مزین کیا ہے جس کی وجہ سے یہ لکھے بغیر قلم نہیں رکتا کہ انہوں نے عشق کو نئی زندگی عطا کردی، جنوں محبت کو دوام عطا کردیا اور جہاں قلب وروح میں محبت کی وہ سرمدی مستی لافانی سرور وخمار بھر دیا جسے فنا ہونا تو کجا اس کی مدت کا کم ہونا بھی ممکن نہیں۔ بلاشبہ وہ اس شعر کے صحیح مصداق ہیں

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم　　　جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

مقالے کا اختتام مسلک اہل حدیث کے علمبردار پروفیسر محی الدین الوائی از ہر یونیورسٹی کے اس مقالے کے ایک اقتباس کے ترجمے سے کررہے ہیں جو ''صوت الشرق'' فروری ۱۹۷۰ء میں ''شخصیات اسلامیہ من الهند'' کے عنوان سے چھپ کر اہل علم تک پہنچ چکا ہے مولانا احمد رضا خان کی شخصیت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں پرانا مشہور

مقولہ ہے کہ شخص واحد میں دو چیزیں تحقیقات علمیہ و نازک خیال نہیں پائی جاتیں لیکن مولانا احمد رضا کی ذاتِ گرامی اس تقلیدی نظریہ کے عکس پر دلیل ہے۔آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے جس پر آپ کے دیوان ''حدائق بخشش،حدائق العطیات و مدح رسول''بہترین شاہد ہیں۔اس کے علاوہ فلسفہ،علم فلکیات،ریاضی اور دین وادب میں آپ ہندوستان میں صف اول کے ممتاز علماء اور شعراء میں تھے۔(معارف رضا کراچی ۲۰۹ تا ۲۲۵ سال ۱۹۸۹ء)

سید کونین سلطان جہاں

ظل یزداں شاہ دین عرش آستان

حل لغات

سید، بفتح السین وتشدید الیاء والمکسورۃ بمعنی سردار از سادیسو دسیادۃ وسودد وسید درۃ وسود،شریف ہونا،بزرگ ہونا دراصل سیود تھا واو یاء ہو کر ی میں مدغم ہوئی جیسا علم الصرف کے قواعد میں ہے۔کونین،دو جہان۔سلطان،بادشاہ،راجہ،شہزادہ۔ظل یزدان،سایہ خدا یہاں مجازاً بادشاہ مراد ہے۔عرش آستان،اسم مرکب یعنی بلند درگاہ والا۔

شرح

حضور اکرم ﷺ دونوں جہانوں بلکہ جملہ عوالم کے سردار جملہ جہانوں کے بادشاہ۔سایہ خدا یعنی (بادشاہ تھا) خدائی کے اور دین کے شاہ اور بلند درگاہ والے ہیں (ﷺ) اس شعر میں حضور اکرم ﷺ کے پانچ اوصاف بیان فرمائے۔

سیدالکونین (ﷺ) حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا''محمد سیدالکونین والثقلین والفریقین من عرب ومن عجم''سیدنا محمد ﷺ دونوں جہانوں کے سردار اور سید انس وجان ہیں اور دونوں فریقوں عرب وعجم کے بھی سردار ہیں۔

سلطان جہان،ایسے سلطان جہاں کہ جن کے ایوان کا عرشِ معلّٰی ایک پایہ اور جبریل امین علیہ السلام خادم اور دربان ہیں حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا

عرش است کمیں پایہ زیوان محمد ﷺ جبریل امین خادم و دربان محمد ﷺ

عرش الٰہی حضور اکرم ﷺ کے شاہی محل کا ایک پایہ ہے اور جبریل امین جیسا اعلٰی مرتبہ آپ کا خادم اور دربان ہے۔

ظل یزدان، سایۂ خدا۔ اللہ تعالیٰ سایہ سے پاک ہے مجازاً عادل بادشاہ پر بولا جاتا ہے حضور اکرم ﷺ کا عدل وانصاف ضرب المثل تھا کہ نہ پہلے کسی کو نصیب ہوا اور نہ اس جیسا بعد کو کسی کو نصیب ہوا یہاں تک کہ خود اپنی ذات پر عدل کا اجراء فرمایا۔

کُل سے اعلیٰ کُل سے اولیٰ کُل کی جان
کُل کے آقا کُل کے ہادی کُل کی شان

شرح

جملہ کائنات سے اعلیٰ اور اولیٰ بلکہ جملہ کائنات کی جان تمام مخلوق کے آقا وسردار اور ہر ایک کے ہادی و رہنما بلکہ کُل کائنات کی شان اور عزت آپ (ﷺ) ہیں اس شعر میں حضور اکرم ﷺ کی چھ صفاتِ الٰہیہ بیان فرمائی ہیں۔

کُل سے اعلیٰ، کُل سے اولیٰ و افضل۔ خود حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد سے اسماعیل کو برگزیدہ پیدا فرمایا اور اسمعیل کی اولاد سے بنی کنانہ کو افضل کیا اور بنی کنانہ سے قریش کو پیدا فرمایا اور قریش سے بنی ہاشم کو افضل فرمایا اور بنی ہاشم میں سب سے افضل رب نے مجھ کو بنایا۔ (مسلم شریف)

اسی لئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی (ﷺ)
ملک کونین میں انبیا ءتاجدار تاجداروں کا آقا ہمارا نبی (ﷺ)

کُل کی جان۔ حضور اکرم ﷺ تمام مخلوق کی جان ہیں جیسا کہ حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واضح ہے چنانچہ فرمایا

ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ

اس کے بعد آپ کے نور سے جملہ عالم پیدا ہوا جیسا کہ حدیث جابر کئی بار تفصیل کے ساتھ اسی شرح حدائق میں مذکور ہوئی اور فرمایا

انا من نو ر اللہ وجمیع الخلق من نورہٖ

میں اللہ تعالیٰ کا نور ہوں اور جملہ مخلوق میرے نور سے۔

فلسفہ معراج

معراج کے فلسفہ کی ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ آپ ﷺ جملہ عالم کی روح ہیں اور جسم سے روح نکل جائے تو جسم جوں کا توں پڑا رہتا ہے جب جسم میں روح لوٹتی ہے تو پھر جسم متحرک ہو جاتا ہے یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ ہزاروں سال معراج کی شب میں گزارے لیکن واپس لوٹے تو کنڈی ہلتی رہی اور بستر رہا گرم وغیرہ وغیرہ۔

کُل کے آقا۔ یہ بھی واضح ہے اور آج سے نہیں میثاق میں خود اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے عہد لیا اور نہ صرف ان کا اپنا بلکہ جملہ امم کے لئے چنانچہ حضرت مولانا توکلی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بلاواسطہ اپنے حبیب محمد ﷺ کو نور پیدا کیا اور پھر اُسی نور کو خلق عالم کا واسطہ ٹھہرایا (مصنف عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ روایت حضرت جابر بن عبداللہ انصاری) اور عالم ارواح ہی میں اُس روح سراپا نور کو وصف نبوت سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ ایک روز صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ آپ کی نبوت کب ثابت ہوئی۔ آپ نے فرمایا" وآدم بین الروح والجسد (ترمذی شریف) یعنی جب کہ آدم علیہ السلام کی روح نے جسم سے تعلق نہ پکڑا تھا بعد ازاں اُسی عالم میں اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں سے وہ عہد لیا جو

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَ
لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ
مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝ (پارہ ۳، سورۂ آل عمران، آیت ۸۱)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

میں مذکور ہے جس وقت اُن پیغمبروں کی روحوں نے عہد مذکور کے مطابق حضور اکرم ﷺ کی نبوت وامداد کا اقرار کر لیا تو نورِ محمدی کے فیضان سے اُن روحوں میں وہ قابلیتیں پیدا ہو گئیں کہ دنیا میں اپنے اپنے وقت میں اُن کو منصب نبوت عطا ہوا اور اُن سے معجزات ظہور میں آئے۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے

وکل ای اتی الرسل الکرم بها　　فانما اتصلت من نوره بهم

کُل کے ہادی ﷺ، جب آپ جملہ عالم کے رسول ہیں تو رسول تو گواہ ہونا لازم ہے اور آپ کا رسول کُل ہونا

قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس شرح حدائق میں فقیر نے متعدد بار لکھا ہے۔

کُل کی شان ﷺ ،حدیث لولاک کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ہی تو سب کچھ ہیں اور آپ نہ ہوں تو کچھ نہ ہو۔

دلکشاد دلکش دل آرا و دلستاں

کان جان و جان جان وشان شاں

حل لغات

دلکشا، دل خوش کرنے والا ۔ دلکش ، دل لبھانے والا ۔ دل آرا،محبوب ۔ دلستان، دل لینے والا (محبوب) کان جان، جان کی کان ۔ جان جان، جان کی جان ۔شان شان، شان کی بھی شان ۔

شرح

دل خوش کرنے والے، دل لبھانے والا محبوب اور دل لینے پیارے کان جان، جان کی جان اور شان کی بھی شان آپ (ﷺ) ہیں ۔اس شعر میں سات اوصاف بیان ہوئے۔

دلکشا دل خوش کرنے والے حبیب خدا آپ کی ایسی صفت ہے کہ ہزاروں غم کے ماروں کو آپ نے ہنسایا ﷺ نہ صرف انسان بلکہ بے جان چیزوں کو۔اس میں سرفہرست استن حنانہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نئے منبر پر خطبہ دینے کے لئے رونق افروز ہوئے تو اس ستون سے بڑے دردناک لہجے میں رونے کی آواز آئی ۔

استن حنانه از هجر رسول ناله می زدهم چوارباب عقول

حضور اکرم ﷺ نے منبر سے نیچے تشریف لا کر اس کو اپنے سینے سے لگا لیا تو اس کو سکون حاصل ہوا اور وہ چپ ہو گیا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم اگر میں اس کو سینے سے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک ہی روتا رہتا پھر آپ نے اس کو منبر شریف کے نیچے دفن کرا دیا۔(زرقانی علی المواہب جلد۴ صفحہ ۱۳۸)

اور آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو محزون و مغموم تھے۔جبریل علیہ السلام کے ذریعے اذان مسرور ہوئے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب مشیت ایزدی نے حضرت ابوالبشر دارالقرار سے اس دار ناپائیدار میں پہنچایا تو آپ کو رنج والم وحسرت ویاس نے بہت ستایا۔اس وقت حضرت جبرائیل نے کلماتِ اذان کہے جیسے کہ اب کہے جاتے ہیں جس وقت "اشھدان لا الہ الا اللہ" کہہ کر "اشھدان محمداً رسول اللہ" پر پہنچے تو حضرت آدم علیہ السلام کو سن کر عجب سرور ہوا اضطرار یک لخت کافور ہوا۔

دلکش (ﷺ) ودیگر آنے والے اوصاف تمام محبوبی شان پر دلالت کرنے والے ہیں۔وفا الوفاء میں ایک طویل قصیدہ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کے بیشمار صفات کو منظوم کیا گیا ہے۔فقیر اس سے چند نمونے ترجمہ اردو میں عرض کر رہا ہوں۔

(۱) اگر چہ یوسف علیہ السلام حسن و جمال میں فائق تھے لیکن آپ ان سے حسن و جمال میں بڑھ کر ہیں۔

(۲) اگر چہ ابراہیم علیہ السلام رشد و ہدایت کا پیکر تھے لیکن بخدا یہ محبوب ان سے زیادہ ہادی اور راہبر ہیں۔

(۳) بیشک عیسیٰ علیہ السلام عبادت میں کرنے میں بے نظیر تھے لیکن محبوب محمد ﷺ عبادت کرنے میں بزرگ تر ہیں۔

(۴) یہ وہ محبوب ہیں جنھیں نفیس ترین ملبوسات ایزد تعالیٰ سے نصیب ہوئے اور آپ کی نظیر معدوم ہے۔

(۵) جبریل علیہ السلام نے حسن کا جلوہ گاہ میں اعلان فرمایا یہ محبوب بلیح اللون احمد ﷺ تھے۔

اصل قصیدہ اور ترجمہ فقیر کی کتاب محبوب مدینہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

کان جان ﷺ اس کی بہترین تشریح حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت ذیل میں پڑھیے۔

یہ ایک دائمی اور ابدی حقیقت ہے کہ اول مخلوقات اور ساری کائنات کا ذریعہ اور تخلیق عالم و آدم علیہ السلام کا واسطہ نورِ محمدی ﷺ ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ

اول ما خلق الله نوری — اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا

اور تمام مکونات علوی و سفلی آپ ہی کے نور سے ہیں آپ ہی کے جوہر پاک سے ارواح شبہیات عرش، کرسی، لوح، قلم، جنت و دوزخ، ملک و فلک، انسان و جنات، آسمان و زمین، بحار، جبال اور تمام مخلوقات عالم ظہور میں آئی اور باعتبار کیفیت تمام کثرتوں کا صدور اسی وحدت سے ہے اور اسی جوہر پاک سے ساری مخلوقات کا ظہور روبروز ہے۔(مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۴)

جانِ جان اور شانِ شان کی صفات کا کیا کہنا عیاں راجہ بیان (ﷺ)

ہر حکایت ہر کنایت ہر ادا
ہر اشارت دل نشین و دل نشاں

حل لغات

حکایت ، کہانی ،قصہ، داستان ، بات ۔ کفایت ، اشارے سے بات کرنا ، رمز، اشارہ ۔ ادا ، وضع ، انداز ،طور، ڈھنگ۔ اشارت ،رمز، کنایہ، علامت ، پہچان ۔ دلنشین ، دل میں گھر کرنے والا ۔ دل نشان ، دل بٹھانے والا یعنی مضطرب اور پریشان دلوں کوتسکین بخشنے والا ۔

شرح

حضور اکرم ﷺ کی ہر بات اور آپ کا ہرانداز اور آپ کی ہر رمز دل میں جگہ لینے والی اور ہر مضطرب اور پریشان دل کوتسکین بخشنے والی ہے۔

اس شعر میں آپ کی چار خصائل جلیلہ کے دو دو کمال بیان فرمائے ہیں گویا آٹھ کمالات کا ذکر ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی ہر بات دلنشین اور دل کوتسکین بخشنے والی ہے۔ یہ

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (پارہ ۲۹،سورۃ القلم،آیت ۴)

اور بے شک تمہاری خوبو بڑی شان کی ہے۔

کی طرف اشارہ ہے ۔ آیت میں خداوند قدوس جل شانہ نے اپنے پیارے حبیب جنابِ محمد مصطفی ﷺ کی تعریف بیان فرمائی اور ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے کہ آپ خلق عظیم کے حامل ہیں۔خود حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

بعثت لا تمم مکارم الاخلاق ومحاسن الاعمال

میں بزرگ ترین اخلاق اور نیکوترین اعمال کی تکمیل کے لئے نبی بنایا گیا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کے خلق عظیم میں مومن و کافر دوست دشمن سب برابر نظر آتے ہیں۔

ہرادا دلنشین

یہ بات مسلم ہے کہ محبت دوخوبیوں سے پیدا ہوتی ہے۔(۱) حسن (۲) احسان۔حسن نام ہے ظاہری اعضاء کے تناسب دل فریب شکل اور من ذاتی کے مالک ہونے کا بالخصوص ان صفاتِ کاملہ سے موصوف ہونے کا جو انسان کی ذات کو حد تکمیل تک پہونچادے۔

احسان بھی ایصالِ الخیرالی الغیر یعنی غیر کو اپنے اخلاق اور خوبیوں کے ساتھ گرویدہ بنالیا۔ چنانچہ دوسری بے شمار اور بے حد وحساب خوبیوں کے علاوہ کہ آنحضرت ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھیں یہ دوخوبیاں بھی آپ کی ذات والا صفات

میں بحد کمال جلوہ فگن تھیں۔ دوسرے الفاظ میں سرورِ دو عالم ﷺ ان ہر دو خوبیوں کا سر چشمہ اور منبع ہیں اور تمام حسن کا خاتمہ آپ کی ذات پر ہے کسی نے خوب کہا ہے کہ

کائنات حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی　　　　اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

اور یہ شعر تو آپ کے متعلق زبانِ زد خواص و عوام ہے

حسن یوسف دم عیسیٰ یدبیضا داری　　　　آنچه خوباں همه دارند تو تنهاداری

یہ دنیا بھی آپ کے وجود با جود ہی کی بدولت کامل طور پر ظہور پذیر ہوا اسی لئے اگر حق تعالیٰ شانہ کے بعد کسی کے کامل محبت کی جا سکتی ہے تو وہ صرف آپ کی ہی ذاتِ گرامی ہے جس میں حسن اور احسان بحد کمال موجود ہیں اور مخلوق میں جن کا کوئی ثانی اور شریک نہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

خود حضور اکرم ﷺ نے تکمیل محبت کے بارے میں اپنے امتیوں سے یوں ارشاد فرمایا ہے

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین

نہیں ہوتا تم میں سے کوئی مومن یہاں تک کہ ہو جاؤں میں بہت ہی پیارا اُسے اُس کے باپ سے، اس کے بیٹے سے اور تمام لوگوں سے۔

کسی نے کیا خوب کہا

حج اچھا، نماز اچھی، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی مگر میں باوجود ان کے مسلمان ہو نہیں ہو سکتا

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ مدینہ کی عزت پر خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان نہیں ہو سکتا

پس انسان کی محبوب سے محبوب ترین ہستی اگر مخلوقات میں کوئی ہو سکتی ہے تو وہ محمد عربی ﷺ کی ذات والا صفات ہے

اگر خواهی دلیلے عاشقش باش　　　　محمد هست برهان محمد

ظاہر ہے کہ جب ساری مخلوقات میں صرف آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی ہی سب سے محبوب تر ہو سکتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی ہر ادا پر اگر نظر ڈالی جائے تو صاف طور پر نظر آئے گا کہ آپ حسن صورت اور حسن سیرت کے اعتبار سے تمام کائنات عالم میں بے مثل تھے۔ حسان بن ثابت نے فرمایا تھا

خلقت مبرة من کل عیب　　　کانک قد خلقت کما تشاء

اے محمد ﷺ آپ پیدا کئے گئے ہیں حالانکہ آپ بری ہیں ہرایک عیب سے گویا کہ آپ عیب کئے گئے ہیں جیسا آپ نے چاہا۔

لطیفہ حضرت حسان بن ثابت

دربارِ رسول کے خاص الخاص شاعراور مداحِ رسول ہیں ان کی کنیت ابوالولید ہے ان کے والد کا نام ثابت اوران کے دادا کا نام منذر اور پر دادا کا نام حرام ہے اوران چاروں کے بارے میں ایک تاریخی لطیفہ ہے کہ ان چاروں کی عمریں ایک سوبیس کی ہوئیں جو عجائبات میں سے ہے۔ (حاشیہ بخاری کرمانی جلد۲ صفحہ۵۹۴)

حضرت حسان کی ایک سوبیس برس کی عمر میں سے ساٹھ برس جاہلیت اور ساٹھ برس اسلام میں گزرے یہ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں یہ شعراء عرب میں بہت مشہور ہیں بلکہ ابوعبیدہ نے یہاں تک فرمایا کہ عرب کے شعری شاعروں میں یہ سب سے اونچے درجہ کے شاعر ہوئے ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دورِ خلافت میں ۵۴ھ سے قبل آپ کی وفات ہوئی۔ (اکمال)

نعت خوانی کا اہتمام

دورِ حاضرہ میں نعت خوانی کا خوب چرچہ ہے اورآئے دن اس کی محافل میں ترقی ہوتی جارہی ہے۔ اسے منکرین کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ حسب عادت بدعت کہتے ہیں حالانکہ اس کا ثبوت حدیث شریف میں ہے جسے امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں درج فرمایا ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے فرمایا ہے کہ

عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ يضع لحسان منبرا فى المسجد يقوم عليه قائما يفاخر عن رسول الله ﷺ و يقول رسول الله ﷺ إن الله يؤيد حسان بروح القدس ما نافح أو فاخر عن رسول الله ﷺ. (مشکوٰۃ باب البیان والشعر صفحہ ۴۱۰)

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان کے لئے مسجد نبوی میں منبر رکھتے تھے اورحضرت حسان اُس پر چڑھ کر کھڑے کھڑے رسول اللہ ﷺ کی شان کے بارے میں فخریہ اشعار پڑھتے یا حضور کی طرف سے مشرکین کی ہجو کا جواب دیتے تھے اورحضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک حسان میری طرف سے مدافعانہ جواب دیتے یا میرے بارے میں فخریہ اشعار پڑھتے رہتے ہیں حضرت جبریل علیہ

السلام ان کی مدد فرماتے رہتے ہیں۔

تازیانہ عبرت

یہ حدیث اُن وہابیوں دیوبندیوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے جو ہم سنیوں کی محفل میلاد شریف یا نعت خوانی کی مجالس کا مذاق اُڑاتے اور ہم پر پھبتیاں کستے رہتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ لوگ جتنی دیر تک میلاد شریف پڑھتے یا نعت خوانی کرتے رہتے ہیں اتنی دیر تک قرآن شریف تلاوت کریں۔ہم کہتے ہیں کہ تلاوتِ قرآن کے اجر وثواب پر ہمارا ایمان ہے مگر خدا کے لئے کوئی بڑے سے بڑا محدث مجھ کو بتادے کہ کیا تلاوتِ قرآن کے لئے بھی کبھی حضور اکرم ﷺ نے یہ اہتمام فرمایا کہ کسی قاری یا حافظ کے لئے خاص طور پر مسجد نبوی میں منبر بچھایا ہو اور وہ قاری یا حافظ جب قرآن پڑھ رہا ہو تو حضور نے اس کو یہ فرما کر داد دی ہو کہ جبریل اس کی مدد کر رہے ہیں بلکہ بہت سے بڑوں شاعروں، نعت خوانوں بلکہ خود انہی سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نعت خوانی کے سلسلہ میں بہت بڑے انعامات سے نوازا۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ ''نعت خوانی کا ثبوت اور اس پر انعام''

نوٹ

ضمنی طور پر یہ بحث عرض کر دی ہے تا کہ عاشقانِ نعت کے لئے سند ہو

دل دے دل کو جانِ جاں کو نور دے
اے جہانِ جاں و اے جانِ جہاں

شرح

دل دے دل کو اور جان جان کو نور دے اے جان کا جہان اور اے جانِ جہان ۔ یہ دعائیہ شعر ہے اس نے دل وجان کی تمنا کی ہے جو صحیح اور سچی جان ودل ہو ورنہ گوشت کا لوتھڑا اور صرف روح تو ہر جاندار کو حاصل ہے۔

حقیقی دل کے متعلق اسی شرح میں تحقیق ہو چکی ہے مزید یہاں کچھ عرض کر دوں۔حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے قلب میں حجرہ ہے جس کے دروازے ذکر الٰہی سے کھلتے ہیں۔حدیث قدسی میں ہے کہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

لا یسعنی عرش و لا کرسی ولا لوح ولاقلم الخ

یعنی میں خدا نہ آسمانوں میں سما سکتا ہوں اور نہ پہاڑوں اور زمینوں میں اگر سما سکتا ہوں تو مسلمان کے دل میں سما سکتا

ہوں۔

گویا مسلمان کا دل خانۂ خدا ہوا جب انسان اس رتبہ کو پہنچ جاتا ہے تو پھر عارف رومی قدس سرہ کا یہ کہنا بجا ہے کہ

گفتہ گفتہ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

چونکہ اُس وقت انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے اسی لئے رب العزت اپنے بندہ کو ناراض بھی نہیں کرنا چاہتا اسی کو علامہ اقبال مرحوم نے بیان فرمایا ہے کہ

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے   خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

ایسے خوش نصیب کا ولی اللہ لقب مشہور ہے۔

ولی کا معنی کیا ہے؟

لغت میں ولی بمعنی قریب کے آتا ہے انسان جب اللہ کے قریب ہو جاتا ہے تو اس وقت ولی ہو جاتا ہے اور اسی وقت جلوۂ رب العزت انسان کی آنکھ، کان اور دل وغیرہ میں سما جاتا ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ

اذا صار جلال اللہ تعالیٰ سمعاً لہ سمیع القریب و المجید الخ

جب جلالِ الٰہی بندے کی سمع بن جاتا ہے تو وہ بندہ قریب و بعید کو یکساں سنتا ہے اور یہ سب کچھ قلب حقیقی کے لئے ہے۔

آنکھ دے اور آنکھ کو دیدار نور
روح دے اور روح کو راہ جناں

شرح

اے الٰہ العالمین آنکھ عطا فرما اور آنکھ کو دیدار کے نور سے نواز اور روح عطا فرما اور روح کو جنت کا راستہ دکھا۔

اللہ اللہ یاس اور ایسی آس سے
اور یہ حضرت یہ در یہ آستاں

حل لغات

اللہ اللہ، تعجب و تحسین کے لئے آتا ہے، واہ واہ۔ یاس، ناامیدی، مایوسی۔ آس، امید، آرزو، اولاد، توقع، بھروسہ، حمل، پناہ۔ آستاں، چوکھٹ، دروازہ، مکان، درگاہ۔ حضرت، نزدیکی، جناب، قبلہ، حضور، درگاہ۔

شرح

واہ عجب امر ہے کہ بارگاہِ رسول ﷺ سے مایوسی ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا آرزو اور مایوسی بالکل ناممکن ہے کیونکہ یہ بارگاہ ایسی نہیں کہ یہاں سے مایوسی یہ وہ دروازہ نہیں کہ یہاں سے کوئی سوالی خالی جائے اور یہ وہ آستان ہے کہ جو بھی خالی آیا یا جھولی بھر کر گیا بلکہ کہتا گیا۔

جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے ہاں کمی نہیں

عطا نبوی اور اس کی برکت

ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا تو میری والدہ نے مجھ سے کہا نبی کریم ﷺ نے جب نکاح کیا تو میں نے ان کے گھر کھانے کے لئے کچھ نہیں دیکھا اُنہوں نے روغن اور کھجور کا حلوہ بنا کر دیا اور مجھے بارگاہِ رسالت میں پیش کرنے کا حکم دیا میں اس حلوے کو لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اس کو کونے میں رکھ دو اور جا کر ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور اصحابِ صفہ اور مسجد میں جس کسی کو دیکھو سب کو بلا لاؤ۔ میں تعجب کر رہا تھا اتنے سے کھانے کے لئے اتنے زیادہ آدمی کیا کریں گے۔ میں نے سب کو دعوت دے دی آپ کا صحن و حجرہ آدمیوں سے بھر گیا آپ نے فرمایا انس اس حلوہ کو لاؤ میں نے پیش کر دیا۔ آپ نے تین انگلیاں اس میں ڈالیں تو وہ حلوہ بڑھنے لگا آپ نے اصحاب کو کھانے کا حکم فرمایا سب نے سیر ہو کر کھایا مگر اس برتن میں حلوہ جوں کا توں تھا جتنا میں لایا تھا اتنا ہی تھا کچھ کم نہیں ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اس کو زینب کے پاس لے جاؤ میں نے اُن کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ثابت کہتے ہیں میں نے انس سے معلوم کیا کہ کتنے آدمیوں نے اس کو کھایا انس نے فرمایا وہ بہتر آدمی تھے۔ (دلائل النبوۃ، بیہقی)

تو ثنا کو ہے ثنا تیرے لئے
ہے ثنا تیری ہی دیگر داستان

حل لغات

ثنا، تعریف۔ داستان، قصہ، کہانی، حکایت۔

شرح

اے حبیب خدا ﷺ آپ ہی ثنائے الٰہی کے لئے موزوں ہیں اور ثنا صرف آپ ہی کو جچتی ہے اور ثنا ہے تو صرف

تیری باقی صرف داستانیں ہیں۔

یہ اس حدیث قدسی کا ترجمہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ان حمدني احد فانت احمد وان حمدت احدا فانت محمد. (عینی)

اگر کوئی میری حمد کرتا ہے تو وہ صرف حضرت احمد ﷺ اور میں کسی کو مدح کرتا ہوں تو حضرت محمد ﷺ ہی ہیں۔

تو نہ تھا تو کچھ نہ تھا گر تو نہ ہو

کچھ نہ ہوتو ہی تو ہے جہانِ جہاں

شرح

اے حبیب خدا ﷺ آپ نہ تھے تو کچھ نہ ہوا گر آپ نہ ہوں تو کچھ نہ ہوں اس لئے کہ آپ جملہ جہانوں کی جان ہیں حدیث لولاک کا ترجمہ مع دلیل ہے متعدد بار اس کی شرح اسی شرح حدائق میں بیان ہو چکی ہے۔

توہو داتا اور اوروں سے رجا

تو ہو آقا اور یادِ دیگراں

حل لغات

داتا، دینے والا، سخی، خدا، بھگوان۔ رجا، امید۔

شرح

اے حبیب خدا ﷺ آپ میرے آقا ہیں تو پھر میں دوسروں کی یاد کیسی۔ امام احمد رضا مجدد بریلوی قدس سرہ نے یہ لفظ حضور اکرم ﷺ کے لئے استعمال فرمایا ہے توحید کا دم بھرنے والے اس کا اطلاق غیر اللہ کے لئے شرک کا فتویٰ جاری کرتے ہیں وہ اس لئے کہ داتا بمعنی دینے والا اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اور پھر ہٹ دھرمی سے اڑ جانا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو دینے والا ماننا شرک ہے یہ ان کی جہالت ہے اسی لئے مشہور کر رکھا ہے داتا عرش والا ہے نہ کہ فرش والا۔ حالانکہ ہزاروں بار دن اور رات میں ہزاروں بندگانِ خدا کو خود بھی دینے والا مانتے سمجھتے ہیں وہ انہیں نظر نہیں آتا۔ سچ فرمایا امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں　　　مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

قطع نظر حقیقت ومجاز کے استعمال کے اوپر ہم نے حل لغات میں بمعنی سخی ہے اس لغت کے علاوہ دوسری لغات میں ہے کہ داتا سنسکرت کا لفظ ہے جو ہندی میں مستعمل ہوا جس کا معنی ہے دینے والا، سخی۔ چنانچہ مثل مشہور ہے کہ

داتا داتا مر گئے　　　　رہ گئے مکھی چوس

یعنی سخی مر گئے اور کنجوس رہ گئے۔ (سر تاج اللغات صفحہ ۲۷۳ فیروز اللغات صفحہ ۳۲۴)

اب تو شرک کی جڑ کٹ گئی کیونکہ جب لغت ووضع کے لحاظ سے داتا کا معنی ہی سخی ہے اور اس پر زبان ولغت کے لحاظ سے ''مر گئے'' کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے تو اب کوئی جاہل واحمق ہی لفظ داتا کو خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص قرار دے سکتا ہے سچ ہے

جب خدا عقل لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

داتا گنج بخش

پاکستان میں داتا خصوصیت سے سیدنا علی ہجویری ثم لاہوری قدس سرہ سے مخصوص ہوگیا ہے اور ساتھ گنج بخش بھی۔ توحید کے مدعیوں پر دو شرک سوار ہو گئے حالانکہ حقیقت ومجاز کی بحث قرآن وحدیث کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ حضرت ہجویری قدس سرہ کے بارے میں یہ مشہور شعر ہے جو ہر خاص وعام کی زبان پر ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا ہے حضرت سے فیض پانے کے بعد انہوں نے اس شعر کے ذریعہ اپنی سپاس گزاری کا اظہار کیا تھا

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا　　　　ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

داتا کے لفظی معنی دینے والا یا سخی کے ہیں (سلطان) قطب الدین بیک کو اس کی سخاوت کے باعث لکھ داتا کہتے تھے۔ گنج بخش سے سے مراد خزانے لٹانے والا ہے سینکڑوں برس سے مختلف روحانی سلسلوں کے خواص اور عوام یہاں سے فیض پا رہے ہیں تشنہ کام آتے ہیں اور شاد کام ہو کے جاتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ داتا گنج بخش کہنے میں شرک وکفر کی کوئی بات نہیں ایسا ہوتا تو حضرت خواجہ اجمیری ایسا کیوں فرماتے ان سے بڑھ کر نکتۂ توحید کا راز دان کون ہوسکتا ہے؟ ڈاکٹر اقبال نے بھی خواجہ اجمیری کے آستانے کی ہجویری پر حاضری کے تاریخی واقعہ کو بدیں الفاظ بیان فرما کر اس کی تصدیق کی ہے کہ

سید ہجویر مخدوم امم　　　　مرقد او پیر سنجر را حرم

التجا اس شرک و شر سے دور رکھ

ہو رضؔا تیرا ہی غیر از این و آں

حل لغات

التجا،عرض،تمنا،آرزو۔شرک،کسی کوخدا کاشریک کرنا یہی دوسرا معنی مراد ہے۔ایں،یہاں۔آن،وہ۔

شرح

اس شتراک وشر سے دور رکھ یہی التجا ہے اس لئے کہ رضا (امام اہل سنت) تیرا ہوکر دوسروں کے ہاں کیوں جاتے غیرتِ عشق اسی کا نام ہے

تجھے جانا تجھے مانا نہ رکھا غیر سے کام للہ الحمد کہ میں دنیا سے مسلمان گیا

اس کی مفصل شرح جلداول شرح حدائق میں ملاحظہ ہو

سوال

اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات سے بھی (معاذاللہ) التجاءوشرک وشر ثابت ہوتا ہے؟

جواب

قائل کے کلام کے قرائن کودیکھنا ضروری ہوتا ہے جیسے مطول مختصر معنی وغیرہ میں مفصل بحث ہے جب مخالفین بھی مانتے ہیں کہ امام احمد رضا مجدد بریلوی قدس سرہ اللہ کوحقیقی مانتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کواس کا نائب اعظم اور خلیفہ اکبر اس معنی پراللہ تعالیٰ کی ذات کواُس شعر میں ثابت کرنا جہالت بلکہ سفاہت ہے۔

سوال

یہی امام احمد رضا بریلوی اولیاءکرام بالخصوص غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی التجائیں کرتے نظر آتے ہیں پھر صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت نہ رہی۔

جواب

اولیاءکرام بالخصوص غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے نائبین وارثین ہیں اسی لئے ان سے مانگنا بھی رسول اللہ ﷺ سے ہی مانگنا ہوا یہاں غیر سے مانگنے کی نفی دنیا دار وامراءمراد ہیں جیسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے واضح الفاظ میں فرمایا

کرو مدح اہل دول رضؔا پڑے اس بلا میں میری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

بلکہ تا حال آپ امراء و حکام کی خدمات قبول کرنے کو تیار نہیں جیسا کہ ۱۹۹۶ء کے اخبارات شاہد ہیں کہ ہندوستان کا صدر کچھ رقم مزار شریف کی خدمت کے لئے لایا تو سجادہ نشین و معتقدین نے ٹھکرا دیا۔ تفصیل ہم نے اسی شرح میں کسی جلد میں لکھ دی ہے۔

جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں
دل سے یوں ہی دور ہو ہر ظن و ظاں

حل لغات

ہونٹ، لب۔ ظن، شبہ، بھرم، بہتان، رائے۔ ظاں، اسی کا فاعل لیکن مشدد کے بجائے مخفف اور باعنہ بوجہ وزن اشعار۔

شرح

جس طرح اس غزل میں ہونٹ ایک دوسرے سے ملنے سے دور رہے ہیں خدا کرے ہر بہتان تراش کے بہتانات سے دل دور ہو۔

صنعات

جیسا کہ فقیر نے پہلے بھی بار بار عرض کیا ہے کہ میرا موضوع صرف اور صرف کلامِ رضا کو قرآن واحادیث اور اقوالِ اسلاف سے ثابت کرنا اور مسلک حق اہل سنت کے مطابق اشعار کی شرح کرنا ہے اور بس۔ باقی ابحاث دوسرے شارحین کے لئے دعوتِ سخن ہے اس لئے کہ یہ حدائق بخشش میں امام احمد رضا مجدد بریلوی قدس سرہ نے دریا در کوزہ کا کام کر دکھلایا ہے چونکہ اس شعر میں آپ نے خود واضح فرمایا ہے کہ میری اس غزل میں وہ صنعت ہے کہ اس کے کسی شعر میں بھی دونوں ہونٹ آپس میں نہیں ملتے۔

چند نمونے

امام احمد رضا اور اُردو نعتیہ شادی کے عنوان سے پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (سابقہ صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی) لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے فضل و کمالات، ذہانت و فطانت، طباعی اور دراکی کے سامنے بڑے بڑے علماء فضلاء، یونیورسٹیوں کے اساتذہ،

محققین اور مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے۔مختصر یہ ہے کہ وہ کون سا علم ہے جو انہیں نہیں آتا تھا؟وہ کون سا فن ہے جس سے وہ واقف نہیں تھے؟شعروادب میں بھی ان کا لوہا ماننا پڑتا ہے اور میرا تو ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ اگر صرف محاورات، مصطلحات، ضرب الامثال میں بھی اور بیان و بدیع کے متعلق تمام الفاظ ان کی جملہ تصانیف کے یکجا کر لئے جائیں تو ایک ضخیم لغت تیار ہوسکتی ہیں۔

یہی ڈاکٹر لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ کوئی ایسی نعت لکھتے جو بے مثل ہوتی چنانچہ ایک نعت انہوں نے صنعت ملمع میں لکھی دراصل ملمع اس صنعت کو کہتے ہیں کہ ایک مصرع یا ایک شعر عربی کا ہو اور دوسرا مصرع یا دوسرا شعر فارسی کا ہو۔اس میں زیادہ سے زیادہ بیں اشعار ہوا کرتے ہیں۔اس کی دو قسمیں ہیں

(۱) ملمع مکشوف یعنی جب ایک مصرع عربی میں اور ایک فارسی میں۔

(۲) ملمع محجوب یعنی جب ایک شعر عربی میں ہو اور دوسرا فارسی میں۔

لیکن اعلیٰ حضرت نے ایسے ملمع میں اشعار لکھے ہیں جن میں عربی، فارسی، ہندی (بھاشا) اور اُردو چار زبانوں کے الفاظ ہیں۔

لم یات نظیر فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا

پھر ایک قصیدہ مرصع بھی ہے جس کے ہر پہلے مصرع کے آخر میں بالترتیب حروف تہجی آتے ہیں مطلع یہ ہے

کعبے کے بدر الدجےٰ تم پر کروڑوں درود　　　طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پر کروڑوں درود

یعنی یہاں پہلے مصرع میں ردیف سے پہلے الف ہے چند اشعار کے بعد پہلے مصرع کا آخری حرف ''ب'' آتا ہے۔ایسے دو شعر ہیں پھر ''ت'' آخری حرف پہلے مصرع میں آتا ہے۔

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات　　　اصل سے ہے ظل بندھا تم پر کروڑوں درود

اسی ترتیب سے اشعار آخر تک آتے ہیں ان کے علاوہ صنعت اتصال تربیعی صنعت سوال و جواب وغیرہ کا استعمال بھی ہے اور فارسی کی رباعیوں کے قوافی میں بھی حروفِ تہجی کی ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔

اعلیٰ حضرت کے شعری محاسن میں زبان و بیان کی بکثرت خصوصیات ہیں یہاں چند خصوصیات اجمالاً عرض کی جاتی ہیں دوسرے مجموعۂ کلام میں تجنیس مماثل تجنیس مستوفی، تجنیس زائد وغیرہ کی بکثرت مثالیں پائی جاتی ہیں ہم آسانی کے لئے ان مصطلحات کو ترک کر کے صرف اس قدر عرض کریں گے کہ اعلیٰ حضرت الفاظ کی تکرار سے بات سے بات پیدا

کردیتے ہیں مثلاً

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

پھر اشتقاق شبہ اشتقاق تجنیس مسطرف ، تجنیس محرف وغیرہ کی بکثرت مثالیں ہیں ہم رعایت لفظی کے ذیل میں ان کا ذکر محض سہولت کے لئے کردیتے ہیں

یہ کتاب کن میں آیا طرفہ آیۂ نور کا

پھر ایک جگہ تو لفظ کی رعایت سے کتنے مضامین تیار کئے ہیں فرماتے ہیں

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا — خاکی تو وہ آدم جدِاعلیٰ ہے ہمارا

لف ونشر کی عمدہ مثالیں بھی پائی جاتی ہیں مثلاً

دل بستہ ، بے قرار ، جگر چاک اشکبار — غنچہ ہوں گل ہوں برق تپاں ہوں سحاب ہوں

دندان ولب وزلف ورُخ شہ کے فدائی — ہیں درعدن لعل یمن مشک ختن پھول

آپ نے اس کثرت سے محاورات اور استعارات استعمال کئے ہیں کہ ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک لغت تیار ہوسکتی ہے دیکھئے صرف قصیدے کے اشعار میں کتنے محاورات ہیں

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا — تارے جھکتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرا تیرا

اس کے بعد حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب ہے اور اس منقبت میں بکثرت محاورات ہیں ایک اور مشہور قصیدہ ہے جس میں بکثرت محاورات مستعمل ہیں کچھ اشعار یہ ہیں

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا — صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اعلیٰ حضرت کی شاعری کی یہ چند خصوصیات عرض کی گئیں اگر مزید غور کیا جائے تو اور بھی محاسن نظر آئیں گے لیکن ان تمام محاسن پر غالب ایک چیز ہے اور وہ عشقِ رسول ﷺ۔ ان کی تعلیم اور ان کا پیام بھی صرف یہی ہے

ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پر پڑرہو — قافلہ تو اے رضؔا اول گیا آخر گیا

ڈاکٹر صاحب کا یہ مضمون معارفِ رضا کراچی ۱۹۹۲ء صفحہ ۲۵۹ تا ۳۴۴ پھیلا ہوا ہے۔ اہلِ ذوق اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

نعت

سچی بات سکھاتے یہ ہیں
سیدھی راہ دکھاتے یہ ہیں

شرح

یہ نعت حصہ سوم حدائق صفحہ ۴۲ میں مندرج ہے دراصل یہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے رسالہ ''الاستمداد'' کی تمہید ہے رسالہ کا آغاز یوں فرمایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وافضل الصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ والہٖ وصحبہٖ ومن ولاہ واشد المقت علیٰ من ناواہ

نعت انور سید اکرم ﷺ

شرح مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تمام خوبیاں اللہ کو اور سب سے افضل درود وسلام رسول اللہ اور ان کے آل واصحاب اور ہر چاہنے والے پر اور اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب ان کے مخالف پر۔

شرح فقیر اُویسی غفرلہ

یہ نعت فقیر نے جامع حدائق جلد ۳ کے تتبع میں اپنی شرح حدائق میں درج کی ہے

شرح

حضور اکرم ﷺ سچی بات سکھاتے ہیں اور سیدھی راہ بھی دکھاتے ہیں۔

اس شعر میں امام احمد رضا مجدد بریلوی قدس سرہ نے حضور اکرم ﷺ کی دو صفتیں بیان فرمائی ہیں۔

سچی بات سکھانا

آپ ﷺ الصادق الامین کی صفت سے بہت مشہور تھے یہاں تک کہ آپ کے سخت ترین کفار بھی قائل تھے جیسے

خود الصادق الامین تھے ایسے ہی اپنی امت کو بھی صدق مقالی کی تعلیم دیتے تھے حضور اکرم ﷺ بچپن سے رحمدل تھے اور ہر کسی کی بھلائی کی فکر کرتے تھے ہمیشہ سچ بولتے۔ کسی شخص نے جھوٹی بات آپ کو زبان سے نکالتے نہیں سنا، آپ بڑے امانت دار اور سچے تھے اسی واسطے لوگ آپ کو صادق اور امین پکارتے تھے۔ عربی میں ان دونوں لفظوں کا یہ مطلب تھا کہ آپ کی سچائی اور ایمانداری پر سب کو پورا بھروسہ تھا لوگ حضور اکرم ﷺ کو معتبر سمجھ کر اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھا کرتے تھے۔

صدقِ مقال

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

الصدق ینجی و الکذب یھلک

سچائی انسان کو ہر آفت سے محفوظ رکھتی ہے اور جھوٹ اسے ہلاک کر ڈالتا ہے۔

ہم یہاں صرف اسی حدیث شریف پر اکتفا کرتے ہیں اس حدیث شریف پر عمل کرنے والوں کو جو انعامات نصیب وہ بھی بیشمار ہیں۔ فقیر یہاں ایک حکایت عرض کردے جس سے اہل استعداد کو یقین ہو کہ واقعی صدقِ مقالی سے بہت بڑا انعام نصیب ہوتا ہے جیسے اس کہانی والے غوثِ صمدانی، شہباز لامکانی، سیدنا محبوب سبحانی، قطب ربانی، محی الدین الشیخ عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ کو نصیب ہوا اور وہ بھی بچپن میں۔ تاریخ الشیخ میں ہے کہ آپ نے جب ذرا ہوش سنبھالا تو ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیلنے کا بہت اشتیاق تھا لیکن آپ میں جھجک تھی وہ بچوں کی دیکھتے ان کی طرف جانے کا ارادہ کرتے مگر پھر ٹھٹھک کر رک جاتے لڑکے اشاروں سے اپنے پاس بلاتے ایک لڑکے نے آپ کو آواز دی تم ہمارے ساتھ کھیلنے کیوں نہیں آتے۔ آپ نے جواب نہیں دیا پس اس لڑکے کی طرف دیکھتے رہ گئے۔ دوسرے نے کہا ادھر کیا دیکھتے ہو میرے پاس آؤ پھر دیکھنا کیسا مزے کا کھیل کھیلتے ہیں۔

آپ نے ان بچوں کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو داہنی طرف سے آواز سنائی دی "الی یا مبارک" (میری طرف آؤ یا مبارک) یہ خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے مگر کوئی نظر نہیں آیا۔ یہ پریشان اور خوفزدہ اپنے گھر کی طرف چل دیئے اور راستے میں پھر ایک دفعہ ہی آواز سنائی دی "الی یا مبارک" آپ کی رفتار تیز سے تیز ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ آپ اپنی ماں کی گود میں جا بیٹھے اور ان سے کہ کہا ماں! میری مقدس و محترم ماں مجھے پناہ دیجئے میں بہت پریشان اور خوفزدہ ہوں کس بات کی پریشانی کیسا خوف؟ انہوں نے جواب دیا ماں جب میں اپنے ہم عمر بچوں کے بلانے پر کھیلنے کے لئے ان کی

طرف جانے والا تھا تو مجھے میرے دائیں جانب سے کسی نے آواز دی ''الی یا مبارک'' جب میں نے دائیں جانب پلٹ کر دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہ تھا ماں نے انہیں سینے سے لگا لیا میرے بچے مت ہراساں ہو خدا تیرے ساتھ ہے جو کچھ ہوگا بہتر ہی ہوگا۔ آپ جب بھی بچوں جانا چاہتے یہی آواز آپ کو سنائی دیتی آخر آپ نے کھیل کود کا ارادہ ہی ترک کر دیا۔ آپ کو مدرسہ میں داخل کر دیا گیا پہلے ہی دن مدرسے میں داخل ہوتے ہی آپ نے کسی کی آواز سنی لوگو! اللہ کے ولی کو جگہ دو آپ نے بار بار یہ آواز سنی لیکن آواز دینے والے کی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ آپ نے پھر ایک ابر اپنی ماں سے اس عجیب وغریب آواز کا ذکر کیا فرمایا ماں! میں حیران ہوں کہ مجھے آواز تو ضرور سنائی دیتی ہے مگر کوئی دکھائی نہیں دیتا اب میں کیا سمجھوں کہ یہ کس کی آواز ہے۔ ماں نے پھر تسلی دی بیٹے پریشان نہ ہو اللہ تیرے ساتھ ہے جو کچھ بھی ہو رہا ہے بہتر ہو رہا ہے آپ خاموش ہو گئے۔

کئی دن بعد جب آپ مدرسے جا رہے تھے تو انہوں نے اپنے گردو پیش نورانی پیکروں کو اپنے ساتھ چلتے دیکھا یہ سب کے سب خاموش تھے لیکن یہ جیسے ہی مدرسے میں داخل ہوئے نورانی پیکروں کی زبانیں کھل گئیں اور انہوں نے جوش وخروش سے کہنا شروع کر دیا اے لوگو! اللہ کے ولی کو راستہ دو۔

آپ نے ان پیکروں کو دیکھا اور انہیں اپنے ذہن میں بٹھا لیا اور ایک بار پھر ماں کو سب کچھ بتا کر پوچھا ماں! میں کیا کروں میرے ساتھ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟

ماں نے جواب دیا بیٹے میں تجھے کیا مشورہ دوں میری دعائیں تیرے ساتھ ہیں آپ کو ماں کے جواب نے پُرسکون کر دیا یہ تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آپ مدرسہ میں پڑھ رہے تھے کہ محلے کا ایک شخص بدحواس بھاگتا ہوا مدرسے میں داخل ہوا اور پوچھا صاحبزادے عبدالقادر کہاں ہیں۔ استاد نے پوچھا کیوں کیا بات ہے تو کچھ پریشان دکھائی دے رہا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا استاد محترم صاحبزادے عبدالقادر کے نانا سید عبدالقادر صومعی کا اچانک انتقال ہو گیا ہے میں یہی خبر دینے آیا ہوں۔ یہ خبر عبدالقادر نے بھی سن لی انہوں نے استاد سے چھٹی کی درخواست بھی نہیں کی تھی کہ استاد نے کہہ دیا عبدالقادر تم گھر جانا چاہو تو چلے جاؤ تم پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہے۔

انہیں اپنے نانا سے بہت محبت تھی آنکھوں میں آنسو آ گئے آپ نے انہیں اپنی انگلیوں پر لے کر ایک طرف چھڑک دیا اس شخص سے پوچھا اے شخص! میرے نانا کو کیا ہو گیا تھا؟ اس نے جواب دیا ہوا تو کچھ بھی نہیں تھا بس بڑھاپے کی بیماری نے ان کا کام تمام کر دیا انہوں نے اُسی وقت چھٹی لی اور ماں کے پاس روانہ ہو گئے ماں نے انہیں گلے لگایا اور

پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں آپ ماں کو تسلیاں دیتے ۔ ماں ! آپ جانتی ہیں کہ میرے نانا جان کافی عمر کے انسان تھے آخری عمر میں یہی پیش آتا ہے جو آیا ہے اسے واپس بھی جانا ہے ہر شے اپنی اصل کی طرف بھاگتی ہے اور ہر ذی روح کو اللہ کے پاس جانا ہے۔

ماں نے بیٹے کی باتیں سنیں تو ان کا اضطراب جاتا رہا دکھ کم ہو گیا طبیعت ٹھہر گئی ۔

ماں نے اس کی ذمہ داریاں قبول کیں اور جیلاں میں جس حد تک پڑھایا جا سکتا تھا پڑھایا لیکن بیٹے کی طلب علم کی پیاس کسی طرح بجھتی ہی نہیں تھی وہ جیلان کے اساتذہ اور ذی علم حضرات کی گفتگو سے اندازہ لگا چکے تھے کہ اگر انہیں مزید پڑھنا ہے تو ان کو بغداد کا رُخ کرنا چاہیے کیونکہ وہاں یگانہ روزگار و نادرۂ کار علمی شخصیات رہتی ہیں وہ اس فکر میں گھومتے پھرتے کسی دیہات میں پہنچ گئے ۔ یہاں انہوں نے کسانوں کو کھیتوں کی طرف جاتے دیکھا یہ ان کے پیچھے پیچھے چل دیئے انہیں کاشتکار اچھے لگ رہے تھے ایک لمحہ کے لئے ان کے دل میں خیال آیا کہ انہیں کھیتی باڑی کا پیشہ اختیار کرنا چاہیے لیکن اسی وقت کسی نے چونکا دیا کوئی کہہ رہا تھا عبدالقادر تم اس لئے پیدا نہیں ہوئے ۔آپ نے واپسی اختیار کی اور گھر چلے گئے جب گھر میں بھی دل نہیں لگا تو چھت پر چڑھ کر آس پاس کا نظارہ کرنے لگے وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کے پیش نظر جو منظر تھا وہ کچھ اور ہی تھا انہوں نے بیشمار آدمیوں کو ایک میدان میں کھڑے ہوئے دیکھا انہیں حیرت اس بات کی بھی تھی کہ ان کے آس پاس ایک میدان بھی ایسا نہیں تھا جہاں اتنے سارے بلکہ بے شمار لوگ ایک جگہ جمع ہوتے پھر ان کے کانوں میں ایک آواز گونجنے لگی عبدالقادر یہ کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ تو میدانِ عرفات ہے۔

وہ آہستہ آہستہ چھت سے اترے اور اپنی ماں کے روبرو جا کھڑے ہوئے ماں نے پریشان ہو کر پوچھا کیا بات ہے بیٹے تم چپ کیوں ہو؟ آپ نے فرمایا میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں مگر طلب علم مجھے مجبور کر رہی ہے کہ آپ سے جدا ہو جاؤں ۔ ماں نے جواب دیا عبدالقادر تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہہ دو تکلف اور خوف سے کام مت لو۔آپ نے فرمایا ماں آپ مجھے خدا کی راہ میں وقف کر دیں اور بغداد جانے کی اجازت دے دیں ماں نے حیرت سے پوچھا مگر بغداد جا کر کیا کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا وہاں علم حاصل کروں گا؟ ماں نے ایک اور سوال کر دیا مگر یہ تو بتاؤ کہ یہ اچانک بغداد جانے کا خیال کس طرح ؟ انہوں نے جواب دیا میں نے اپنی چھت پر سے میدانِ عرفات کا نظارہ کیا ہے خدا نے میری ذات میں کوئی غیر معمولی بات رکھی ہے جس سے میں عجیب و غریب آوازیں سن لیتا ہوں اور اب ان آوازوں کے علاوہ کچھ دیکھنے بھی لگا ہوں اس کا یہ مطلب ہوا کہ میں بغداد جا سکتا ہوں خدا مجھے بغداد جانے کا حکم دے رہا

ہے میں اپنے علم اور .... ماں کی آنکھیں بھر آئیں تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم بغداد چلے جاؤ گے انہوں نے جواب دیا ماں میں واقعی بغداد جانا چاہتا ہوں ظاہری اور باطنی علوم کی تحصیل کے لئے ماں نے بھرائی آواز میں کہا اگر یہ بات ہے تو میں کیا کرسکتی ہوں وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر کسی اندرونی کمرے میں چلی گئیں کچھ دیر بعد جب واپس آئیں تو ان کی آنکھیں اور زیادہ بھیگ چکی تھیں ان کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھی بیٹے نے تھیلی کی طرف اشارہ کیا ماں اس تھیلی میں کیا ہے؟

ماں نے جواب دیا دینار انہوں نے تھیلی کا منہ کھول کر الٹ دیا۔ بہت سارے دینار زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ ماں نے بیٹے کو حکم دیا انہیں گنو اور مجھے بتاؤ کہ یہ کُل کتنے دینار ہیں بیٹے نے دیناروں کی گنتی کی اور اعلان کر دیا یہ کُل اسی ہیں ماں۔

ماں نے جواب دیا بیٹے تیرا ایک بھائی اور ہے پتہ نہیں وہ کس حال میں ہے بیٹے نے بھی حیرت اور شکایت کا اظہار کیا ماں! میں آپ کی بات نہیں سمجھ سکا ماں نے جواب دیا بیٹے عبدالقادر بات صرف اتنی سی ہے کہ تمہارے باپ نے تم دونوں کے لئے بس اسی دینار چھوڑے تھے میں نے تم دونوں کی اس امانت کی بڑی حفاظت کی ہے۔ بیٹے نے کہا یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔

ماں نے کہا بیٹے میں نے جو کچھ بھی کہا سچ کہا تم دونوں کے لئے میرا یہ حکم ہے کہ جہاں بھی رہو علم اور سچائی کا دامن پکڑے رہنا۔ پھر اسی دیناروں میں سے آدھے نکال کر بیٹے کے حوالے کر دیئے۔ بیٹے نے ان دیناروں کو لے لیا اور کافی دیر تک انہیں دیکھتے ہوئے ایک بار پھر ماں کا شکریہ ادا کیا ماں کو اپنی آغوش میں لے کر سینے سے لگا لیا ماں سے کہا خدا کے لئے آپ یوں دل برداشتہ ہو کر یہاں سے جانے کا حکم نہ دیجئے میں جاتے وقت آپ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو دیکھنا چاہتا ہوں۔ ماں کے ہونٹوں پر ہنسی آ گئی فرمایا عبدالقادر میں تمہارے اس سفر سے خوش ہوں ملول نہیں۔ اس کے بعد ماں نے یہ دینار لے کر گدڑی میں سی دیئے بیٹے نے پوچھا یہ دیناروں کو آپ کیوں سی رہے ہیں؟ ماں نے جواب دیا بیٹے راستے میں ڈاکے پڑ جاتے ہیں اس طرح تیرے دینار محفوظ رہیں گے ڈاکو انہیں دیکھ کر شاید انہیں نظر انداز کر دیں بیٹے کو ہنسی آ گئی۔ ماں! کیا ڈاکو اتنے ہی سادہ لوح اور بھولے بھالے ہوا کرتے ہیں کہ وہ میری گدڑی کو دیکھے بغیر ہی چھوڑ دیں گے۔ ماں نے جواب یہ بات نہیں ہے ڈاکو بلا کے چالاک اور عیار ہوتے ہیں لیکن معلوم نہیں کیوں میرا دل بار بار یہی کہہ رہا ہے کہ تیری گدڑی کی تلاشی نہیں لی جائے گی۔ بیٹے نے ہنستے ہوئے کہا اگر یہ بات ہے تو پھر میری ماں ولی ہیں میں حیران ہوں کہ میں نے ابھی تک اپنی ماں کے اس مقام کو اس طرح نہیں دیکھا تھا ماں نے جواب دیا بیٹے میں جو کچھ کہہ

رہی ہوں انہیں اپنے حافظے میں محفوظ کرلو اور ان کی تصدیق یا تردید کا وقت آجائے تو تم ان کی تصدیق یا تردید بھی کر لینا۔ بیٹا لاجواب ہو گیا تو سکوت اختیار کر لیا ماں بیٹے میں کچھ دیر تو یوں باتیں ہوتی رہیں۔آخر میں بیٹے نے سامانِ سفر سنبھالا اور پڑاؤ کی طرف جانے سے پہلے ماں سے پوچھا ماں کوئی نصیحت کوئی حکم۔ماں نے کچھ دیر ٹکٹکی لگائے بیٹے کو دیکھا اور پھر دل کی گہرائیوں سے کہا عبدالقادر خواہ کسی حال میں ہو راست گوئی کو مت چھوڑنا سچ ، سچ ، سچ ہمیشہ سچ بولنا ہر حال میں سچ بولنا۔ بیٹے نے جواب دیا ماں میں ہمیشہ سچ بولوں گا ہر حال میں۔

بیٹے نے باہر کا رُخ کیا تو ماں اس کو باہر تک چھوڑنے گئیں بیٹا دروازے سے نکل گیا دروازے کے اندر ہی رہ گئیں انہوں نے آخری الفاظ ادا کئے۔عبدالقادر میں تمہیں اللہ کے لئے اللہ کی خاطر خود سے جدا کر رہی ہوں اب قیامت کے دن ہی تمہیں دیکھ سکوں گی۔

عبدالقادر نے بھی ماں کو آخری بار جی بھر کر دیکھا اور پڑاؤ کی طرف چل دیئے جہاں قافلہ مسافروں کا منتظر تھا۔

قافلہ بغداد کی طرف چل پڑا تھا اٹھارہ سالہ عبدالقادر کو اپنی ۷۸ سالہ ماں شدت سے یاد آتی رہی ان کے وطن سے بغداد کا فاصلہ چار سو میل سے زائد تھا۔کوہستانی سلسلوں ، بیابانوں اور صحراؤں میں بڑے بڑے خطرات تھے مگر قافلے کو ان میں سے گزر کر ہی اپنی منزلِ مقصود کو پہنچنا تھا یہ قافلہ ہمدان سے نکل کر ترتنک کے سنسان کوہستانی علاقے میں داخل ہو گیا یہاں کیچڑ بہت زیادہ تھی۔قافلے کی تیز رفتار میں فرق آ گیا تجربہ کار مسافروں نے اپنے آس پاس نظریں رکھیں کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اس دلدلی علاقے میں راہزنوں کا بڑا ازور تھا اور قافلے کی سست رفتاری ڈاکوؤں کو حملہ آوری کا موقع فراہم کرتی ہے۔قافلے کے شمشیر زنوں کو اپنی شمشیروں اور بازوؤں پر بڑا بھروسہ تھا مگر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر حملہ اچانک کیا جائے تو بات خطرناک ہو جاتی ہے۔قافلے نے اس دلدلی علاقے میں قیام کا فیصلہ کر لیا کیونکہ یہاں قیام کر کے ڈاکوؤں پر نظریں رکھی جاسکتی تھیں رات کو عشاء کی نماز کے بعد قافلے کی طلابہ گرد جمعیت نے قافلے کے گرد وہ پہرہ دینا ضروری سمجھا اور ان لوگوں نے ادھر اُدھر گھوم پھر کر محل وقوع کا جائزہ لیا بڑی اچھی اس لئے تھی کہ یہاں درندوں کا خوف نہیں تھا اور دور دور تک آنے جانے والوں پر نظریں رکھی جاسکتی تھیں۔قافلے کی پشت پر دلدلی علاقہ تھا ان کے دائیں بائیں پہاڑی سلسلے تھے لیکن ذرا فاصلے پر قافلے میں چند ایسے لوگ بھی تھے جو کئی بار یہاں سے گزر چکے تھے انہوں نے قافلے والوں کو بتایا کہ بڑی خطرناک جگہ ہے کیونکہ دونوں طرف کی پہاڑیاں ڈاکوں کا مسکن ہے اور ڈاکو اس جگہ پر شب خون مارا کرتے ہیں۔قافلہ والوں نے الاؤ جلائے اور اس کی روشنی میں طلایہ گردوں نے چوکیداری کا فرض انجام

دینا شروع کر دیا۔ رات کے پچھلے پہر طلایہ گرد بھی اونگھنے لگے لیکن ان میں ایک شخص اس وقت بھی مستعد اور بیدار تھا اس نے بائیں طرف کی پہاڑی میں سے پچیس تیس گھڑ سواروں کو باہر نکلتے اور اپنی طرف آتے دیکھا پھر اس کی نظر اچانک دائیں طرف اُٹھ گئی ادھر سے بھی پچیس تیس گھڑ سوار نمودار ہوئے اور انہوں نے بھی آہستہ آہستہ قافلے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ پھر ان سواروں نے نصف دائرہ بنالیا اور یہ دائرہ قافلے کی طرف بڑھتے ہوئے مختصر ہونے لگا۔ بیدار طلایہ گرہ چیخنے چلانے لگا لوگو ہوشیار خبردار ڈاکو ہمارے طرف بڑھتے چلے آرہے ہیں خدا کے لئے جلدی بیدار ہو جاؤ اُٹھو اور ان کا مقابلہ کرو۔ اونگھتے ہوئے طلایہ گرد بھی بیدار ہو گئے اور قافلے والے بھی اپنے ہتھیار سنبھالنے لگے ڈاکوؤں نے قافلے والوں میں جو بیداری کے آثار جو دیکھے تو شاہینوں کی طرح قافلے پر جھپٹ پڑے اور انہیں مارنا کاٹنا شروع کر دیا ۔شوروغل، چیخ و پکار، بھاگ دوڑ اور ہتھیاروں کی شپاشپ اور چھناچھن سے پورا ماحول گونج اُٹھا۔ ڈاکو آزمودہ تھے انہوں نے بڑی جلدی سے قافلے کو مغلوب کر لیا چند آدمی خیموں کے پیچھے بھاگے مگر وہ دلدل میں پھنس گئے دیکھتے ہی دیکھتے میدان لاشوں سے پٹ گیا، بزدلوں اور مصلحت اندیشوں نے ڈاکوؤں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ ڈاکوؤں نے قافلے والوں کے مال و زر پر قبضہ کرنا شروع کر دیا وہ بقیۃ السیف لوگوں سے مال و زر کا پتہ پوچھنے لگے اور پھر انہیں کی نشاندہی پر چھاپے مار کر چھپا ہوا مال نکالنا شروع کر دیا۔

سیدنا عبدالقادر ایک طرف کھڑے یہ سب دیکھ رہے تھے ایک ڈاکو ان کے پاس بھی آیا اور پوچھا لڑکے تیرے پاس بھی ہے کچھ؟ انہوں نے جواب دیا ہاں میرے پاس بھی چالیس دینار موجود ہیں۔ یہ دینار میری ماں نے مجھے دیئے تھے ڈاکو زور زور سے ہنسنے لگا اور بولا آدمی دلچسپ ہو۔ ہم سے بھی مذاق! تمہارے پاس چالیس دینار ہیں خوب اب تم مزے کرو کیونکہ ہمیں تمہارے دینار نہیں درکار ہیں۔

یہ ڈاکو اپنے ایک ساتھی کے پاس جا پہنچا اور اسے بتایا کہ اس قافلے میں سترہ اٹھارہ سالہ نوجوان ہے جو یہ بتاتا ہے کہ اس کے پاس چالیس دینار موجود ہیں۔ ڈاکو کا ساتھی ہنسنے لگا بولا اس میں ہنسنے یا تعجب کرنے کی کیا بات ہے تو وہ سامنے نہیں ہوں گے اس لئے انہیں برآمد کرنا اتنا آسان کام نہیں ہے جتنا بظاہر محسوس ہو رہا ہے۔ ساتھی نے پوچھا وہ نوجوان کہاں ہے؟ ڈاکو نے جواب دیا آؤ میرے ساتھ آؤ میں اس سے ملائے دیتا ہوں ڈاکو اپنے ساتھی کو لے کر آپ کے پاس آیا۔ ساتھی ڈاکو نے آپ سے پوچھا صاحبزادے! کیا تم نے میرے ساتھی سے یہ کہا تھا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں آپ نے جواب دیا ہاں میں نے تیرے ساتھی سے یہی کہا تھا ڈاکو کے ساتھی نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ آپ نے

جواب دیا میری گڈری میں ساتھی نے انہیں حیرت سے بغور دیکھا اور اپنے ڈاکو ساتھی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ڈاکو نے کہا سن لیا تم نے اس کو جواب دیا میرا خیال ہے اس نوجوان کو ہمارے خوف نے حواس باختہ کر دیا ہے ورنہ یہ ایسی بات نہ کرتا۔ دونوں ڈاکوؤں نے آپ سے کہا صاحبزادے کیا تم ہمارے ساتھ چلو گے آپ نے پوچھا کہاں؟

جواب ملا ہم تمہیں اپنے سردار کے پاس لے چلیں گے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے سردار کو ہماری طرح تم جیسا نوجوان آج تک نہیں ملا ہوگا۔ آپ نے جواب دیا میں تم دونوں کے ساتھ چلتا ہوں۔ دونوں ڈاکو انہیں اپنے ساتھ اپنے سردار کے پاس لے گئے اس وقت سردار لوٹ کے مال کے حصے کر رہا تھا اس نے آپ کو سرسری نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنے دونوں ساتھیوں سے پوچھا کیا بات ہے اس نوجوان کو میرے پاس کیوں لائے ہو اس نے کوئی زیادتی کی ہے تم دونوں کے ساتھ؟ ایک ڈاکو نے جواب دیا نہیں سردار ایسی بات نہیں ہے ہمارے خیال میں عجیب وغریب نوجوان ہے آپ اس کی باتیں سن کر دنگ رہ جائیں گے۔ سردار نے مال وزر کی تقسیم موقوف کی اور آپ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیا خاص بات ہے؟ اس نوجوان میں ذرا میں بھی دیکھوں وہ خاص بات۔ ڈاکو نے کہا سردار ہم دونوں نے اس اس نوجوان سے پوچھا تیرے پاس بھی کچھ ہے بھلا اس نے جواب دیا چالیس دینار۔ ہم نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ جواب دیا میری گڈری میں سلے ہوئے ہیں سردار اب آپ ہی بتائیں یہ نوجوان عجیب ہے یا نہیں ہم دونوں کا خیال ہے کہ یا تو یہ نوجوان ہم سے مذاق کر رہا ہے یا طنزاً کہہ رہا ہے یا پھر یہ کہ یہ شخص ہم سے ڈر گیا ہے اور اس وقت اس کے ہوش وحواس درست نہیں ہیں۔ سردار نے پوچھا صاحبزادے تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا عبدالقادر۔ سردار نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ آپ نے جواب دیا جیلان سے کہاں جاؤ گے بغداد سردار نے پوچھا وہاں کیوں جارہے ہو؟ آپ نے جواب دیا ظاہری اور باطنی علوم کی تحصیل کے لئے۔

سردار نے اپنے ساتھیوں سے کہا اس نوجوان کے ہوش وحواس بالکل صحیح ہیں اور لہجے کا اعتماد یہ بتاتا ہے کہ یہ شخص جھوٹ نہیں بول رہا اس کے بعد آپ سے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ آپ نے جواب دیا میری گڈری میں بغل کے نیچے ؟سردار نے ایک ڈاکو کو حکم دیا ذرا گڈری کو ادھیڑ کر دیکھو تو سہی۔ ڈاکو نے گڈری کو ادھیڑ ڈالا اور اس میں سے چالیس دینار نکال کر سردار کے سامنے رکھ دیئے سردار پریشان ہو گیا اور ڈاکو حیران واستعجاب سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ سردار کے دل ودماغ میں ہنگامہ برپا تھا اس نے پوچھا صاحبزادے جن دیناروں کو تم نے اس طرح چھپا رکھا تھا اتنی آسانی سے کیوں بتا دیا؟ آپ نے جواب دیا جب میں جیلان سے چلا تھا میری والدہ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ میں کبھی جھوٹ نہ

بولوں ہمیشہ سچ پر قائم رہوں چنانچہ میں جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔سردار کے دل پر ایک اور چوٹ لگی اس نے کہا تمہاری یہ رقم تو چھن جائے گی تم سے اب تم کیا کرو گے؟ آپ نے جواب دیا مال و دولت تو آنی جانی شے ہے اس کا افسوس بیکار ہے میرا توکل اللہ پر ہے۔سردار کا دل بھر آیا دینار آپ کی طرف بڑھا دیئے بولا صاحبزادے انہیں رکھ لو میں انہیں لے سکتا تم نے تو میری کایا ہی پلٹ دی ہے تمہیں اپنے اس وعدے کا اتنا پاس ہے جو تم نے اپنی ماں سے کیا ہے اور ایک ہوں کہ میں نے روزِ اول سے اپنے رب سے جو عہد کیا تھا اس کو یکسر بھلا چکا ہوں۔نوجوان تم عظیم انسان ہو اور میں سرتاپا گنہگار! میں تو کہیں کا بھی نہیں رہ گیا اب میں کیا کروں؟ آپ نے جواب دیا اپنے رب سے کیئے ہوئے وعدے پر قائم ہو جا اب بھی وقت ہے۔سردار اتنا بے قابو ہو چکا تھا کہ آپ کے قدموں میں گر گیا بولا نوجوان تم مجھے معاف کر دو آپ نے اس کو اُٹھا کر اپنے روبرو کھڑا کر لیا فرمایا مجھ سے نہیں اپنے رب سے مانگ جس سے عہد شکنی کا مرتکب ہو چکا ہے۔

سردار سجدے میں گر گیا اور گڑ گڑا کر کہنے لگا اے میرے رب میں عاجز اور گنہگار انسان کس زبان سے معافی مانگوں میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ میں ایسا کوئی بھی کام نہیں کروں گا جس سے روزِ قیامت مجھے شرمندگی اُٹھانا پڑے۔میری پچھلی کوتاہیوں اور زیادتیوں کو معاف فرما کچھ دیر بعد سردار نے اپنے ساتھیوں کو مطلع کیا اب وہ راہزنی سے توبہ کرتا ہوں اور دوسروں کو بھی یہی کرنا چاہیے اس نوجوان نے پورے گروہ کو متاثر کر لیا تھا۔ہر شخص نے توبہ کی اور سردار کی تقلید میں سجدے میں گر کر معافیاں مانگتے رہے۔سردار نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا تم لوگ قافلے میں واپس جاؤ اور وہاں میری طرف سے اعلان کر دو کہ ہر شخص مجھ سے اپنا سامان واپس لے جائے اس اعلان نے قافلے کو حیرت زدہ کر دیا ۔کسی کو بھی اعلان کی صداقت پر یقین نہیں تھا کسی شخص نے کہا یقیناً اس اعلان میں بھی کوئی نہ کوئی چال ہو گی لیکن آپ نے جب یہ اعلان کر دیا کہ سردار سچ بول رہا ہے اپنا اپنا سامان اس سے واپس لے لو۔قافلہ ٹوٹ پڑا جو لوگ مارے جا چکے تھے اس کا سامان ایسے لوگوں کو دے دیا گیا جس سے مرنے والوں کی کسی قسم کی رشتہ داری تھی اور وہ ڈاکوؤں جو چند روز پہلے قزاق تھے اب درجۂ ولایت پر فائز ہوئے۔

فائدہ

سچ بولتے وقت بسا اوقات سامنے کئی مصائب و مشکلات یقینی ہوتے ہیں لیکن ہمت کر کے صدق گوئی سے کام لیا جائے تو وہی مصائب و مشکلات عین مرادات و مقاصد بن جاتے ہیں۔

سیدھی راہ

دوسرے مصرعہ میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سیدھی راہ بتانے والے ہیں آپ کی یہ صفت اظہر من الشمس ہے کہ آپ نے کتنے بے راہروں کو سیدھی راہ پر لگا رہے ہیں بالواسطہ بھی اور بلاواسطہ بھی۔

ڈوبی ناویں تراتے یہ ہیں
ہلتی نیویں جماتے یہ ہیں

حل لغات

ناویں، ناؤ کی جمع ہے بمعنی اور بیچ سے خالی شے، ڈونگی، کشتی۔ نیویں، نیو کی جمع بنیاد، اصل، شروع، قیام، آغاز۔

شرح

حضور اکرم ﷺ غرق شدہ کشتیاں تیراتے اور ہلتی بنیادوں کو مضبوط اور مستحکم فرماتے ہیں۔ سیدنا مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو وحی بھیجی کہ ابن ابی حاتم و ابونعیم نے وہب بن منبہ کی حدیث سے روایت کی اس سے ثابت کہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری نے گمراہی کو ہدایت جہل کو علم گمنامی کو رفعت ناشناسائی کو ناموری قلت کو کثرت محتاج کا دولت۔

شرح

اس شعر میں حضور اکرم ﷺ کے دو کمالات کا بیان ہے۔

(۱) ڈوبی نائیں ترانا (۲) ہلتی بنیادوں کو مضبوط کرنا۔

سیدی مرشدی علامہ مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں کو اجمالاً بیان فرمایا فقیر اُویسی غفرلہ ان کی قدرے تفصیل عرض کرتا ہے۔

ڈوبی ناویں ترانا

یہ وہی کمال ہے دورِ جاہلیت میں جملہ عالم گمراہی کے گڑھوں میں ڈوبے تھے حضور اکرم ﷺ نے کیسے ترایا

وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ (پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۰۳)

اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا۔

فائدہ

نور العرفان میں ہے اس طرح کہ تم میں اپنا رسول بھیجا اور تم کو ان کی اطاعت کی توفیق بخشی۔ معلوم ہوا کہ حضور

ﷺ ہمارے لئے دوزخ سے بچنے کا وسیلہ عظمیٰ ہیں اور رب کی اعلیٰ نعمت ہیں۔

عالم دنیا کا حالِ زار

حضرت علامہ نور بخش توکلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے پہلے عرب پہلے دین حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تھے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت نابت کعبہ کے متولی ہوئے ان کے بعد قبیلہ جرہم متولی ہوا اس قبیلہ کو عمرو بن لحی نے جو قبیلہ خزاعہ کا مورث اعلیٰ تھا۔ بیت اللہ شریف سے نکال دیا اور خود متولی بن گیا ان کا اصلی نام عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمر بن عامر ازدی تھا عرب میں بت پرستی کا بانی یہی شخص تھا اسی نے سائبہ، وصیلہ، بحیرہ، حامیہ کی رسم ایجاد کی تھی۔ ایک دفعہ سخت بیمار ہو گیا کسی نے کہا بلقاء واقع میں شام ایک گرم پانی کا چشمہ ہے اگر تم اس میں غسل کرو تو تندرست ہو جاؤ گے اس لئے بلقاء میں پہنچا اس چشمہ میں غسل کرنے سے اچھا ہو گیا۔

وہاں اس نے لوگوں کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھا پوچا کہ یہ کیا ہیں انہوں نے کہا ہم ان کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے ہیں اور ان ہی کے وسیلہ سے دشمن پر فتح پاتے ہیں یہ سن کر اس نے درخواست کی کہ ان میں سے کچھ عنایت کیجئے عرض اس نے وہ بت لا کر کعبہ کے گرد نصب کر دیئے اور عرب کو ان کی پوجا کی دعوت دی اس طرح عرب میں بت پرستی عام ہو گئی پھر ہر قبیلہ اور علاقہ کے علیحدہ علیحدہ بت مشہور تھے۔ اس کا اجمالی خاکہ اسی شرح حدائق کی جلد ۶ میں ملاحظہ ہو۔

درختوں کی پوجا پاٹ

عرب میں اشجار پرستی بھی تھی مکہ معظمہ کے قریب ایک بڑا سبز درخت تھا۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی خطرہ سے شجرۂ رضوان جعلی درخت کٹوا دیا تھا افسوس اس برادری کا ہے جو بلا خوف وخطر کہہ دیتے ہیں کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شجرہ بیت رضوان کو کٹوایا تھا اسی لئے تبرکات کی کوئی حیثیت نہیں (معاذاللہ) حالانکہ بخاری شریف میں صاف موجود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ وہ اصلی شجرۂ بیعت رضوان نہ تھا بلکہ لوگوں نے ایک جعلی درخت کو شرک سمجھ لیا اور ظاہر ہے کہ ہم بھی شغل کے قائل نہیں اصل کے قائل ہیں اس لئے یہ تو معلوم ہوا کہ تبرکات کا عشق زمانہ خیر القرن سے چلا آرہا ہے۔

جاہلیت میں لوگ سال میں ایک دفعہ وہاں آتے اور اس درخت پر اپنے ہتھیار لٹکاتے اور اس کے پاس حیوانات ذبح کرتے کہتے ہیں عرب جب حج کو آتے تو اپنی چادریں اس درخت پر لٹکا دیتے اور حرم میں بغرض تعظیم بغیر چادروں کے داخل ہوتے اس لئے اس درخت کو انواط کہتے ہیں۔ ابن اسحاق نے حدیث وہب بن منبہ میں ذکر کیا ہے کہ جب

فیمون نصرانی اپنی سیاحت میں بجران میں بطورِ غلام فروخت ہوا تو اس وقت اہل بجران ایک بڑے درخت کی پوجا کیا کرتے تھے اس درخت کے پاس سال میں ایک دفعہ عید ہوا کرتی تھی وہ عید کے موقع پر اپنے اچھے سے اچھے کپڑے اور عورتوں کے زیورات اس درخت پر ڈال دیا کرتے تھے پھر وہ فیمیون کی یہ بات دیکھ کر عیسائی ہو گئے۔

بتوں کا عشق

بتوں پر عموماً حیوانات کا خون بہایا جاتا تھا مگر بعض دفعہ انسان کو بھی ذبح کر دیتے تھے چنانچہ نیلوس ایک قسم کی قربانی کا ذکر جو ۴۰۱ء میں دی گئی تھی بدیں الفاظ کرتا ہے۔

دیوتا

حجاز کے وحشی عربوں کے ہاں دیوتا کی کوئی صورت نہ تھی صرف ان گھڑ پتھروں کی ایک قربان گاہ ہوا کرتی تھی اس پردۂ ستارہ صبح (زہرہ) کے لئے کوئی انسان یا سفید اونٹ بڑی جلدی سے ذبح کیا کرتے تھے یہ قربان طلوعِ آفتاب سے پہلے بظاہر بدین وجہ ہوا کرتی تھی کہ وہ ستارہ اس عمل میں پیش نظر رہے وہ مقام متبرک کے گرد بھجن گاتے ہوئے تین بار طواف کرتے تب سردار قوم یا بوڑھا پجاری اس بھینٹ پر پہلا وار کرتا اور اس کا کچھ خون پیتا۔ بعد ازاں حاضر کود پڑتے اور اس جانور کو کچا اور صرف نیم پوست کنندہ طلوع آفتاب سے پہلے کھا جاتے۔ خود نیلوس کا بیٹا زہرہ کی بھینٹ چڑھنے کو تھا کہ ایک اتفاقی امر سے بچ گیا۔ نیلوس سے پیشتر پورفری بیان کرتا ہے کہ عرب میں دومہ کے باشندے سال میں ایک بارے ایک لڑکے کی بھینٹ دیتے اور اسے قربان گاہ کے نیچے دفن کر دیتے۔

یہودیت ونصرانیت

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ عرب کے طول وعرض میں بت پرستی کا جال بچھا ہوا تھا اس کے علاوہ یہودیت و نصرانیت و مجوسیت بھی کہیں کہیں رائج تھی چنانچہ حمیر، کنانہ، بنو حارث بن کعب اور کندہ میں یہودیت تھی مدینہ میں یہودیوں کا زور تھا، خیبر میں بھی یہودی بستے تھے، ربیعہ، غسان اور بعض قضاعہ میں نصرانیت تھی، مجوسیت بہت کم تھی وہ بت پرستی و یہودیت و عیسائیت میں جذب ہوتے ہوتے صرف بنو تمیم میں رہ گئی تھی جن کے منازلِ نجد سے یمامہ تک پائے جاتے تھے حضرت حاجب بن زرارہ تمیمی اسی قبیلہ سے تھے جنہوں نے کسریٰ کے ہاں اپنی کمان رہن رکھی تھی اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بطورِ ہدیہ خدمت اقدس میں بھیجی تھی۔

کثرتِ ازدواج

عرب میں ازدواج کی کثرت تھی چنانچہ جب حضرت غیلان ثقفی ایمان لائے توان کے تحت میں دس عورتیں تھیں جمع بین الاختین جائز سمجھتے تھے چنانچہ ضحاک بن فیروز کا بیان ہے کہ جب میرا باپ سلام لایا تو اس کے تحت میں دوسگی بہنیں تھیں جب کوئی شخص مرجاتا تو اس کا سب سے بڑا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کو میراث میں پاتا چاہتا تو اس سے شادی کرلیتا ورنہ اپنے کسی اور بھائی یا رشتہ دار کو شادی کے لئے دے دیتا۔ زنا کاری کا عام رواج تھا اور اسے جائز خیال کرتے تھے ۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ جاہلیت میں نکاح چار طرح کا تھا ایک نکاح متعارف جیسا کہ آج کل ہے کہ دوسرا نکاح استبضاع بدیں طور کہ شوہر اپنی عورت کو حیض سے پاک ہونے کے بعد کہتا کہ تو ں فلاں سے استبضاع (طلب ولد) کرلے اور خود اس سے مقاربت نہ کرتا یہاں تک کہ اس شخص سے حمل ظاہر ہوجاتا اس وقت چاہتا تو وہ اپنی زوجہ سے مجامعت کرتا یہ استبضاع بغرض نجابت ولد کیا جاتا تھا۔ تیسرا نکاح جمع بدیں طور کہ دس سے کم مرد ایک عورت پر یکے بعد دیگرے داخل ہوتے یہاں تک کہ وہ حاملہ ہوجاتی وضع حمل کے چندروز بعد وہ عورت ان سب کو بلاتی اور ان سے کہتی کہ تم نے جو کیا وہ تمہیں معلوم ہے میرے ہاں بچہ پیدا ہے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کرکے کہتی کہ یہ تیرا بچہ ہے پس وہ اسی کا سمجھا جاتا تھا اور وہ شخص انکار نہ کرسکتا تھا۔ چوتھا نکاح بغایا بدیں طور کہ بہت سے مرد جمع ہوکر بغایا (زنا کار عورتیں) میں سے کسی پر بے روک ٹوک داخل ہوتے یہ بغایا بطورِ علامت کے اپنے دروازوں پر جھنڈے نصب کرتی تھیں جو چاہتا ان کے پاس جاتا جب ان میں سے کوئی حاملہ ہوجاتی تو وہ وضع حمل کے بعد وہ سب مرد اس کے ہاں جمع ہوتے اور قافہ کو بلاتے وہ قافہ اس بچہ کو اس کے ہاں جمع ہوتے ۔ (اس کے اعضاء دیکھ کر فراست سے) جس سے منسوب کرتا اسی کا بیٹا سمجھا جاتا تھا اور اس سے انکار نہ ہوسکتا تھا۔ (کشف الغمہ للشعرانی جلد۲ صفحہ ۵۲۳)

شراب خوری وجوا

شراب خوری اور قمار بازی بھی عرب میں کثرت سے رائج تھیں مہمان نوازی کی طرح ان دونوں میں مال و دولت لٹانے پر فخر کیا کرتے تھے۔

ملک عرب میں انگوروں یا کھجوروں وغیرہ سے جو شراب بناتے تھے وہ ان کے لئے کافی نہ تھی اس لئے شراب کا بہت بڑا حصہ دیگر ممالک سے منگایا جاتا تھا وہ بہت تیز ہوتی تھی پانی میں ملا کر استعمال کیا کرتے تھے شراب کی دکانوں پر جھنڈے لہرایا کرتے تھے۔ جب کسی دوکان میں شراب کا ذخیرہ ختم ہوجاتا تو جھنڈا اتار لیا جاتا اشعار عرب میں جن مقامات کی شراب کا ذکر آیا ہے ان کی تفصیل اسی شرح حدائق کی جلد ٦ میں دیکھئے۔

فائدہ

خلاصۂ کلام یہ کہ دین ابراہیمی جو عرب کا اصلی دین تھا سوائے چند رسموں کے جن سے عقل سلیم کو قطع نظر ارشاد انبیاء علیہم السلام کے انکار نہیں ہوسکتا عرب میں معدوم ہو گیا تھا بجائے توحید کے عموماً شرک و بت پرستی تھی وہ معبودانِ باطل کو قادرِ مطلق کی طرح اپنے حاجت روا جانتے تھے بعض اجرام فلکیہ، آفتاب ماہتاب وستارگان کی پوجا کرتے تھے بعض تشبیہ کے قائل تھے اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر پوجا کرتے اور خدا کے ہاں ان کی شفاعت کے امیدوار تھے شرک وتشبیہ کا کیا ذکر بعض کو خدا کی ہستی ہی سے انکار تھا وہ شب وروز شراب خوری، قمار بازی، زنا کاری اور قتل وغارت میں مشغول رہتے تھے، قساوتِ قلب کا یہ حال تھا کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے تھے۔ بتوں پر آدمیوں کی قربانی چڑھانے سے دریغ نہ کرتے، لڑائیوں میں آدمیوں کو زندہ جلا دینا، مستورات کا پیٹ چاک کرنا اور بچوں کو تہ تیغ کرنا عموماً جائز سمجھتے تھے۔ ان کے درمیان جو یہود و نصاریٰ تھے ان کی حالت بھی دگرگوں تھی ان کی کتابیں محرف ہو چکی تھیں۔ یہود خدا کو مغلولۃ الید اور حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور نصاریٰ تین خدا مانتے تھے اور مسئلہ کفارہ کی آڑ میں اعمال حسنہ کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے۔

ہمہ گیر خرابی

یہ حالت بھی صرف عرب کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ تمام ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے دنیا میں اسی طرح کی تاریکی چھائی ہوئی تھی چنانچہ اہل فارس آگ کے پوجنے اور ماؤں کے ساتھ وطی کرنے میں مشغول تھے ترک شب وروز بستیوں کے تباہ کرنے اور بندگانِ خدا کو اذیت دینے میں مصروف تھے۔ ان کا دین بتوں کی پوجا اور ان کی عادت مخلوقات پر ظلم کرنا تھا ہندوستان کے لوگ بتوں کی پوجا اور خود کو آگ جلانے کے سوا کچھ نہ جانتے تھے اور نیوگ کو جائز سمجھتے تھے۔ (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری)

عرب کا معاند ﷺ

انہی خرابیوں کو آکر مٹایا کملی والے نے (ﷺ)

حقیقی معاند

مذکورہ بالا بیان مشتمل پر مجاز ہے اگر حقیقی معنی پر ''ڈوبی ناؤ ترانا'' مراد ہو تو بھی لاکھوں بے شمار واقعات عالم دنیا میں واقع ہوئے ہیں چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

غرقابہ سے بچالیا

ابوالحسن علی بن مصطفیٰ عسقلانی ذکر کرتے ہیں کہ ہم بحر عیذاب میں کشتی میں جدہ کو روانہ ہوئے سمندر میں طغیانی آ گئی ہم نے اپنا اسباب سمندر میں پھینک دیا جب ہم ڈوبنے لگے تو نبی اکرم ﷺ سے استغاثہ کرنے لگے اور یوں پکارنے لگے یا محمداہ یا محمداہ ہمارے ساتھ مغرب کا ایک نیک دل شخص تھا۔ وہ بولا حاجیو گھبراؤ مت تم بچ جاؤ گے کیونکہ ابھی میں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی امت آپ سے استغاثہ کر رہی ہے حضور نے حضرت ابوبکر صدیق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مدد کرو مغربی کا قول ہے کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا کہ صدیق اکبر سمندر میں چلے گئے انہوں نے کشتی کے پتوار پر اپنا ہاتھ ڈالا اور کھینچتے رہے یہاں تک کہ خشکی سے جا لگے چنانچہ ہم صحیح و سالم رہے اور اس کے بعد بجز خیر ہم نے کچھ نہ دیکھا اور صحیح و سالم خشکی پر پہنچ گئے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۷۸۷)

درود تنجینا

اس درود مبارک کا شان وارد بھی ڈوبی ناؤ تراتے یہ ہیں کا ہے۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ ایک بزرگ جہاز پر سوار تھے وہ جہاز طوفان سے غرق ہونے لگا اور سب مضطر ہوئے دفعتہً ان کو غنودگی آئی اور پیغمبر ﷺ کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا کہ جہاز کے سواروں سے کہو کہ ہزار بار مجھ پر صلوٰۃ تنجینا پڑھیں۔ وہ بزرگ بیدار ہوئے اور سب کو اس درود کے پڑھنے کا حکم کیا ہنوز تین سو بار نہ پڑھا تھا کہ ہوائے تند موقوف ہوئی اور سب نے خلاصی پائی اور جو کوئی اس درود کو بوقت خواب ہزار مرتبے پڑھے گا رویت حق تعالیٰ یا زیارت سرورِ انبیاء سے مشرف ہوگا ایک ہفتہ یا چالیس روز میں اس دولت سے بہرہ ور ہوگا۔ فرمایا حضرت شیخ رحمہ اللہ نے جو شخص اس درود کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی تمام بلیات و آفات کو دفع فرمائیگا کہ ببرکۃ النبی ﷺ۔

حزب البحر شریف

وردِ حزب البحر کا سبب یہی ہے ڈوبی ناؤ تراتے یہ ہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ شرح حزب البحر میں بھی فرماتے ہیں حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی شہر قاہرہ میں تھے کہ حج کے ایام قریب آ گئے شیخ نے ان ایام میں اپنے دوستوں سے فرمایا کہ ہم کو اس سال غیب سے حج کرن کا حکم ہوا جہاز کو تلاش کرو۔ دوستوں (مریدوں) کو بہت تلاش کے بعد ایک بوڑھے عیسائی کا جہاز ملا سب اسی جہاز میں سوار ہو گئے بادبان اُٹھایا تو قاہرہ کی آبادی سے نکلتے ہی مخالف ہوا

چلنے لگی اور ایک ہفتہ تک قاہرہ کے قریب اسی طرح ٹھہرے رہے کہ قاصرہ کے پہاڑ دکھائی دیتے تھے مخالف لوگ طعنے دینے لگے کہ شیخ فرماتے ہیں کہ مجھ کو (غیب سے) حج کا حکم ملا ہے اور حالت یہ ہے کہ حج کا وقت قریب آگیا ہے اور ہم مخالف ہوا میں پھنسے ہوئے ہیں یہ شیخ کے لئے دلی بے چینی کا باعث ہوئی مگر وہ ضبط کی قوت سے پی جاتے تھے ایک دن شیخ دوپہر کو سو رہے تھے (قیلولہ فرما رہے تھے) کہ سید عالم ﷺ نے اس دعا (حزب البحر) کی تلقین کی شیخ نے قیلولہ سے اُٹھتے ہی یہ دعا پڑھنی شروع کی اور جہاز کے افسر کو بلا کر فرمایا کہ خدا سے بھروسہ پر بادبان اُٹھادے اس نے جواب دیا کہ اگر ہم بادبان اُٹھادیں گے تو ہوا سی وقت ہمارا منہ پھیر دے گی اور ہم کو قاہرہ میں پہنچا دے گی۔ شیخ نے فرمایا کہ تو دل میں دھکڑ پکڑ مت کر ہم جو کہتے ہیں اس پر عمل کر اور خدا کی عجیب مہربانی دیکھ جونہی بادبان اُٹھایا اسی وقت موافق ہوا زور و شور سے چلنے لگی یہاں تک کہ اس رسی کو جس کے ساتھ جہاز کو میخ سے باندھ رکھا تھا کھول نہ سکے ناچار اس کو کاٹ دیا اور بڑی جلدی امن و امان اور سلامتی کے ساتھ مبارک مقصد (حج) پر پہنچ گئے۔ بوڑھے عیسائی کے دونوں بیٹے شیخ کی اس کرامت سے بہت متاثر ہوئے اور شیخ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور وہ دل میں بہت غمگین ہوا۔ رات کو اس نے خواب میں دیکھا کہ شیخ ایک بڑی جماعت کے ساتھ بہشت میں تشریف لے جا رہے ہیں اور اس کے لڑکے بھی شیخ کے ساتھ جا رہے ہیں اس نے اپنے بیٹوں کے پیچھے جانا چاہا مگر فرشتوں نے جھڑکا تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے ان سے تیرا کیا مطلب! صبح کے وقت خدا کی ہدایت اس کی مددگار ہوئی اور اس نے کلمہ توحید پڑھ لیا اور دھیرے دھیرے اس کا مرتبہ یہاں تک پہنچ گیا کہ وہ بڑے باطنی مقامات والا ہو گیا اور لوگ اس کی طرف رجوع کرنے لگے۔

حزب البحر کے متعلق فقیر کی شرح حزب البحر کا مطالعہ فرمائیے۔

بڑھیا کا بیڑا

ڈوبی ناؤ ترانا تو آپ کے غلاموں کے مشہور کارنامے ہیں۔ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور کرامت ہے فقیر کی اس کے اثبات میں ایک مشہور تصنیف ہے جو سالہا سال سے کئی بار شائع ہو رہی ہے۔

خواجہ نور محمد مھاروی

پنجاب کے سلسلہ چشتیہ کے سرتاج قبلہ عالم سیدنا نور محمد مہاروی قدس سرہ کے متعلق میرے استاد محترم الحاج علامہ خورشید احمد ظاہر پیر بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے ایک پیر بھائی نے جہاز میں جو غرق ہونے والا تھا م پکارا یا خواجہ نور محمد مہاروی تو فوراً جہاز غرقابی سے بچ گیا۔ مصرعہ دوم ہستی نیویں مضبوط کرنے کا موضوع بھی واضح ہے طوالت ہو گی۔

ٹوٹی آسیں بندھاتے یہ ہیں
چھوٹی نبضیں چلاتے یہ ہیں

حل لغات

آسیں، آس کی جمع، امید، آرزو، اولاد، توقع، بھروسہ، حمل، پناہ۔ چھوٹی نبضیں، نبض چھوٹنا، نبضوں میں حرکت نہ رہنا، مرنے کے قریب ہونا، گھبرا جانا، غش کھا جانا۔

شرح

حضور اکرم ﷺ ٹوٹی ہوئی آس امید لاکرانہیں زیادہ مضبوط اور پختہ فرماتے ہیں اور ٹوٹی ہوئی نبضوں کو آپ ہی حرکت میں لاتے ہیں۔ سیدنا مفتی اعظم ہند نے فرمایا علامہ شامی تلمیذ امام بدل الملتہ والدین سیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ نے سبل الھدی والرشاد کے اسمائے طیبہ میں لکھا ''شافی'' علامہ زرقانی نے شرح مواہب شریف میں اس کے معنی بتائے ''أي المبرء من السقم والألم والكاشف عن الأمة كل خطب يهم ألم'' یعنی حضور مرض و تکلیف سے شفاء دینے والے ہیں اور راست پر ہے ہر مصیبت کے دور فرمانے والے ﷺ۔ قرآن مجید میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے

وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ (پارہ ۳، سورۂ آل عمران، آیت ۴۹)

اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

یہ چھوٹی نبضیں چلانے سے بدرجہ زائد ہے اور متعدد حدیثوں میں ہمارے حضور ﷺ سے وارد ہے بلکہ حضور کے غلاموں نے بارہا مردے جلائے دیکھو بہجۃ الاسرار شریف وغیرہ کتب ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ شرح اُویسی غفرلہ۔

امام اہل سنت مجدد بریلوی قدس سرہ نے اس شعر میں حضور اکرم ﷺ کی دو صفتیں بتائی ہیں۔

ٹوٹی آسیں بندھانا یعنی شافی الارض۔ چھوٹی نبضیں چلانا یعنی احیاء الموتی۔ فقیر وصف کی تفصیل عرض کرتا ہے۔

شافی الامراض

جنگ احد میں ابوذر کی آنکھ میں دشمن کا تیر لگا اور ڈھیلا باہر نکل آیا رسول اللہ ﷺ نے آنکھ کے ڈھیلہ چشم خانہ میں لعاب دہن لگا کر رکھ دیا وہ آنکھ اُسی وقت صحیح ہوگئی اور پہلے سے بہتر کام کرنے لگی۔ (حجۃ اللہ العلمین)

اس قسم کا واقعہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بہت مشہور ہے۔

غزوۂ خیبر میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پنڈلی پر زخم آ گیا تھا حضور اکرم ﷺ نے تین مرتبہ دم کیا

اور وہ بالکل اچھا ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن عتیک ابو رافع یہودی کو کیفر دار کو پہنچا کر واپس آرہے تھے کہ پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک پھیرا اور پنڈلی آناً فاناً ٹھیک ہوگئی۔

محمد بن حاطب جب بچے تھے تو ان کا ہاتھ جل گیا ان کی والدہ آنحضرت ﷺ کے پاس لے کر آئیں حضور اکرم ﷺ نے جلے ہوئے ہاتھ پر اپنا دست مبارک پھیرا اور پھر لعاب دہن لگا کر دعا کی وہ اسی وقت اچھا ہوگیا۔

غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت علی کا آشوبِ چشم بھی حضور اکرم ﷺ کے دم کرنے اور لعاب دہن لگانے سے اچھا ہوا تھا۔

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ ایک عورت اپنا گونگا بچہ لے کر حجۃ الوداع میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی حضور اکرم ﷺ نے پانی منگوا کر ہاتھ دھوئے، کلی کی اور وہ پانی اسے دے کر فرمایا کہ کچھ اس بچے کو پلا دو اور کچھ اس پر چھڑک دو۔ اس روایت کی راوی صحابیہ حضرت ام جندب فرماتی ہیں کہ اگلے سال اس عورت سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ بچہ اب بالکل تندرست ہے شفائے امراض کے بہت سے معجزات احادیث کی کتابوں میں درج ہیں اور ان کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔ اس کی تفصیل فقیر نے نبوی شفاء خانہ میں تفصیل سے لکھی ہے۔

احیاء الموتی کا مضمون اسی شرح حدائق میں متعدد مقامات میں تفصیل سے عرض کیا گیا ہے۔

جلتی جانیں بجھاتے یہ ہیں
روتی آنکھیں ہنساتے یہ ہیں

شرح

حضور اکرم ﷺ آگ میں جلتی جانوں کی آگ بجھا دیتے ہیں اور رونے والی آنکھوں کو ہنساتے ہیں۔ اس شعر میں دو اوصاف کا بیان ہے (۱) آگ بجھانا (۲) روتی آنکھیں ہنسانا۔

آگ بجھانا جہنم کی آگ بجھانا یہ کوئی معمولی کام نہیں اور آپ ﷺ کی شفاعت بلاواسطہ اور بالواسطہ سے کتنی جانیں جہنم کی آگ سے بچ کر جنت کی ٹھنڈی ہوائیں کھائیں گی اور ظاہری دنیوی آگ بجھنے کے بھی ہزاروں واقعات کتب تواریخ میں ثبت ہیں منجملہ ان کے نارحجاز جس کی تفصیل اسی شرح حدائق میں گذری اور مزید تفصیل فقیر کی تصنیف "محبوب مدینہ" میں پڑھیں۔

تنور کی آگ

ایک دفعہ سید عالم ﷺ سیدہ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اُس وقت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روٹی پکا رہی تھیں چند روٹیاں حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے تنور پر لگا ئیں جو سب کی سب کچی برآمد ہوئیں۔ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیران ہوئیں کہ میری لگائی ہوئیں تمام روٹیاں پک گئیں لیکن حضور ﷺ کی تمام روٹیاں کچی رہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ حیران کیوں ہوتی ہے میرے جسم سے جو چیز لگ جائے اس پر آگ اثر نہیں کرتی۔ (مدارجِ النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۳۸۰)

موئے مبارک کا معجزہ

تاریخ کشمیر کی ایک کتاب میں بتایا گیا ہے کہ درگاہ حضرت بل سے نبی کریم ﷺ کا جو موئے مبارک گم ہوا ہے اسے آگ جلانے سے قاصر ہے یہ کتاب ایک نامور کشمیری مورخ غلام محی الدین صوفی مرحوم نے لکھی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کشمیر کے ایک حکمران نے ایک بار موئے مقدس کو آزمائش کے طور پر جلتی آگ میں ڈال دیا تھا جس سے اسے ذرا نقصان نہیں پہنچا تھا مورخ نے مزید بتایا کہ موئے مبارک ۱۶۹۹ء بمطابق ۱۱۱۱ھ کو مدینہ منورہ سے بیجاپور لایا گیا تھا جبکہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر ہندوستان پر حکمرانی کرتے تھے۔ (نوائے وقت لاہور یکم جنوری ۱۹۶۴ء)

فائدہ

موئے مبارک تو سرکارِ دو عالم ﷺ کا جزو شریف ہے اس کو نقصان پہنچانے سے آگ کیوں نہ قاصر ہو یہ بیچاری تو ایسی چیز کو بھی نقصان پہنچانے سے قاصر ہے جسے نبی مکرم ﷺ کے دست کرامت نے صرف مس فرمادیا ہوا اور اسے جزو بننے کا شرف حاصل نہ ہوا ہو جیسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دسترخوان کا قصہ مشہور ہے اس کی تفصیل وتشریح فقیر کی تصنیف ''صدائے نوی شرح مثنوی معنوی'' میں پڑھیں۔

دوسرا معجزہ

نسیم الریاض میں ہے کہ عدیم بن ابی طاہر علوی کے پاس حضور اکرم ﷺ کے چودہ موئے مبارک تھے ایک امیر صلب علویوں سے محبت کرتا تھا اور سخی مرد تھا۔ عدیم بطور ہدیہ موئے مبارک اس کے پاس لے گئے تو امیر نے توجہ تک نہ کی علوی نے سبب پوچھا اس نے کہا وہ بال جو تم لائے تھے میں نے سنا وہ جعلی ہیں۔ علوی نے کہا آگ منگوائے آگ لائی گئی علوی نے چند بال آگ میں ڈالے تو ان پر کچھ اثر نہ ہوا تو اس پر علوی کے امیر نے قدم قدمے اور تعظیم کی اور خوب

نذرانے دیئے۔(الکلام المبین صفحہ ۲۰۱ مولانا کاکوروی)

قصر دنیٰ تک کس کی رسائی
جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں

شرح

قصر دنی،فتدلیٰ تک سوائے حبیب خداﷺ کے کس کی رسائی ہے یہ آپ کا کمال ہے کہ آپ تشریف لے جاتے ہیں اور واپس بھی آتے ہیں۔

واقعہ معراج

اس مسئلہ پر اسی شرح میں متعدد مقامات میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اسی شرح قصیدہ معراجیہ اور فقیر کی تصنیف معراج المصطفیٰ میں تفصیل آگئی تبرکاً یہاں بھی عرض کر دوں۔معراج شریف نبی کریمﷺ کا ایک جلیل معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اس سے حضورﷺ کا وہ کمالِ قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوقِ الٰہی میں آپ کے سوا کسی کو میسر نہیں نبوت کے بارہویں سال سید عالمﷺ معراج سے نوازے گئے مہینہ سے اختلاف ہے مگر اشہر یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو معراج ہوئی مکہ مکرمہ سے حضور کا بیت المقدس تک شب کے چھوٹے حصہ میں تشریف لے جانا نصِ قرآنی سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازلِ قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حد تواتر کے قریب پہنچ گئی ہے اس کا منکر گمراہ ہے۔معراج شریف بحالت بیداری جسم وروح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی یہی جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحابِ رسولﷺ کی کثیر جماعتیں اور حضور کے اجلہ اصحاب اسی کے معتقد ہیں۔نصوص آیات واحادیث سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے تیرہ دماغان فلسفہ کے اوہام فاسدہ محض باطل ہیں قدرتِ الٰہی کے معتقد کے سامنے وہ تمام شبہات محض بے حقیقت ہیں۔حضرت جرائیل علیہ السلام کا براق لے کر حاضر ہونا،سید عالمﷺ کو غایت اکرام واحترام کے ساتھ سوار کر کے لے جانا،بیت المقدس میں سید عالمﷺ کا انبیاء کی امامت فرمانا،پھر وہاں سے سیر سموت کی طرف متوجہ ہونا،جبرئیل امین کا ہر ہر آسمان کے دروازہ کھلوانا،ہر ہر آسمان پر وہاں کے صاحب مقام انبیاء کرام علیہم السلام کا شرفِ زیارت سے مشرف ہونا اور حضور کی تکریم کرنا اور احترام بجالانا،تشریف آوری کی مبارک باد دینا، حضور کا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرمانا،وہاں کے عجائب دیکھنا اور تمام مقربین کی نہایت منازل سدرۃ المنتہیٰ کو پہنچنا جہاں سے آگے بڑھنے کی کسی ملک مقرب کو مجال نہیں ہے جبریل امین کا وہاں معذرت کر کے رہ جانا،پھر

مقامِ قربِ خاص میں حضور کا ترقیاں فرمانا اور اس سے قربِ اعلیٰ میں پہنچنا کہ جس کے تصور تک خلق کے اوہام و افکار بھی پرواز سے عاجز ہیں وہاں موردِ رحمت و کرم ہونا اور انعاماتِ الٰہیہ اور خصائص نعم سے سرفراز فرمایا جانا اور ملکوت سموت و ارض اور ان سے افضل و برتر علوم پانا اور امت کے لئے نمازیں فرض ہونا، حضور کا شفاعت فرمانا، جنت و دوزخ کی سیریں اور پھر اپنی جگہ واپس تشریف لانا اور اس واقعہ کی خبریں دینا، کفار کا اس پر شور مچانا اور بیت المقدس کی عمارت کا حال اور ملک شام جانے والے قافلوں کی کیفیتیں حضورﷺ سے دریافت کرنا، حضور کا سب کچھ بتانا اور قافلوں کے جو احوال حضور نے بتائے قافلوں کے آنے پر ان کی تصدیق ہونا۔ یہ تمام صحاح کی معتبر احادیث ان تمام امور کے بیان میں پُر ہیں۔

قصر دنیٰ

اسے مقامِ رویۃ المعبود بھی کہتے ہیں جو آپ کے لئے ہی مخصوص ہے گویا حضور اکرمﷺ شجرہ الکون کا ثمر، صدف وجود کے موتی اور سر اور کلمہ کن کے معنی ہیں۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے صرف درخت کا وجود ہی مطلوب نہ تھا بلکہ فی الحقیقت ثمر درخت مقصود تھا لہٰذا ''شجرۃ الکون'' کی حفاظت و پرورش ثمر کی فراہمی اور اس کے پھولوں کی شگفتگی کے لئے مختص تھی پس اس کی مراد یہی تھی کہ سب ثمر کو ثمر رکھنے والے کے سامنے پیش کیا جائے اور اسے عروس حضرت القربتہ کے پاس پہنچایا جائے تو ندیم بارگاہ کبریا بھی اس کے جلوے سے بہرہ یاب ہوں۔

شب معراج جبریل علیہ السلام تفصیلی گفتگو

ایک رات آپ سے کہا گیا کہ اے حبیبﷺ اُٹھیں کیونکہ ایک ایسی ہستی تیری دید کی طالب ہے جس نے تیرے لئے جواہر کا ذخیرہ اکٹھا کر رہا ہے پھر آپ کی طرف مالک حقیقی کا خاص خادم بھیجا گیا۔ جب وہ حاضر خدمت ہوا تو اس وقت بستر پر آرام فرما رہے تھے اور قاصد نے آپ کو بیدار فرمایا آپ نے قاصد جبرئیل امین سے فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی اے محمدﷺ اُٹھیں اس وقت مجھے ''ایــن'' (کہاں) کی خبر نہیں اور نہ ہی مجھے اس کی ضرورت ہے بلکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور آپ کی خدمت میں جملہ خدام کے ہمراہ بھیجا گیا ہوں اور ہم اللہ کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہوتے۔

آپﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جبرئیل بتائیے کہ میرے بلانے کا کیا مقصد ہے جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ ارادۂ الٰہی کی مراد اور معصومیت ایزدی ہیں تمام عالم آپ کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کی مراد

ہیں۔آپ کائنات میں برگزیدہ شخصیت اور آپ جام محبت کی شرابِ طہور ہیں، آپ درِصدف ثمر، شجر شمس المعارف بدر اللطائف ہیں صرف آپ کے رفعت مقام کی خاطر اس دارالدنیا کو بنایا گیا ہے اور یہ جمالِ کائنات صرف آپ کے وصل کے لئے تیار کیا گیا ہے اور جام محبت کو صرف آپ کے پینے کے لئے مزین کیا گیا ہے پس آپ اُٹھیں کیونکہ یہ تمام دسترخوان آپ کی مکرمت کی خاطر بچھائے گئے ہیں اور ملاءِ اعلیٰ آپ کی تشریف آوری کی خوشخبری ایک دوسرے کو دے رہے ہیں اور کروبیاں آپ کی آمد کی خبر سن کر مسرت و شادمانی سے جھوم رہے ہیں کیونکہ اُنہوں نے آپ کی روحانیت کا شرف حاصل کرلیا ہے اور اب وہ آپ کی جسمانیت سے دیدار سے بھی فیض اُٹھانا چاہتے ہیں پس آپ نے عالم ملک کی طرح عالم ملکوت کو بھی اپنے فیوضات سے مشرف فرمایا۔

پھر آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ ذاتِ کریم اس کے ساتھ کیا معاملہ پیش فرمائے گی انہوں نے عرض کیا

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ (پارہ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۲)

تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

آپ نے فرمایا یہ تو میرا انعام ہے میرے عیال و اطفال کے لئے کیا انعام ہے؟

فان شر الناس من اکل وحدہ کیونکہ سب سے بُرا شخص وہ ہے جو اکیلا کھاتا ہے۔

جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا

وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ، آیت ۵)

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

پھر آپ نے روح الامین سے فرمایا اب میرا دل خوش ہوگیا ہے چلئے اب میں اپنے رب کی طرف فرحاں و شاداں چلتا ہوں پس براق پیش کی گئی آپ نے فرمایا کہ یہ میرے لئے نہیں ہے جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ عشاق کی سواری ہے۔آپ نے فرمایا نے میرا شوق، میری سواری، میری آرزو، میرا زادراہ اور میری رات میری دلیل ہے میں صرف انہی کے ذریعے ذاتِ کریم تک پہنچوں گا یہی چیزیں مجھے اس کا راستہ بتائیں گی جس کی محبت کے بوجھوں اور اس کی معرفت کے پہاڑوں اور اس کی امانت کے رازوں کو جس کے اُٹھانے سے زمین و آسمان اور پہاڑ قاصر رہے ہوں اُٹھایا ہوا ہو بھلا یہ کمزور اور ناتواں حیوان براق اس کا بوجھ کیسے برداشت کرسکتا ہے۔اے جبرئیل تو ہی بتاہ مجھے اس کار

استہ کیسے بتائے گا کہ تو تو سدرۃ المنتہیٰ کا راہی ہے میں ذاتِ لامنتہی کا محصور ہوں اے جبرئیل تیری مجھ سے کیا نسبت ہے جبکہ میرا اپنے رب کے ساتھ ایسا وقت بھی ہے جس میں کسی دوسرے کی گنجائش نہیں ہے جب میرے محبوب (اللہ تعالیٰ) کی شان "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" ہے تو میں بھی تمہاری طرح نہیں ہوں سواری تو مسافت کو طے کرنے کے لئے اور رہبری جہالت کا راستہ بتانے کے لئے ہوتی ہے اور یہ باتیں حوادث کا محل ہے میرا محبوب حوادث و جہات سے منزہ و مبرا ہے اس کی طرف کوئی بھی چل کر نہیں جا سکتا اس کے راستے کی منازل کی راہنمائی اشارات سے ناممکن ہے جس نے دنیائے معانی کو پہچان لیا گویا اس نے میرے معاون کا کھوج لگا لیا اے جبرئیل چلیئے میرا اقرب اس کے ساتھ "قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى" ہے اس سے روح الامین پر جلال و ہیبت طاری ہوگئی اور وہ آپ کے حضور عرض کرنے لگے کہ مجھے تو صرف آپ کی خدمت گزاری اور حاشیہ برداری کے لئے بھیجا گیا ہے اور براق کو آپ کی مکرمت کے اظہار کے لئے حاضر کیا گیا ہے کیونکہ بادشاہوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے حبیب کی ملاقات یا مقرب کی دعوت فرماتے ہیں تو ان کی عزت ہوتی ہے عزت و تکریم کے ظہار کے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے ان کی طرف خاص خدام اور عمدہ سواریاں بھیجتے ہیں تا کہ وہ ان پر سواری کریں لہٰذا ہم بھی آپ کی خدمت اقدس میں بادشاہوں کی عادات اور راستوں کے آداب کو پیش نظر رکھ کر حاضر ہوتے ہیں اور جو یہ گمان کرے کہ اللہ کی طرف قدموں سے چل کر پہنچ سکتا ہے وہ خطا پر ہے جو انسان یہ سمجھے کہ وہ ذات پردوں میں پوشیدہ ہے تو وہ عطائے الٰہی سے محروم ہے۔

یا محمد ﷺ ملاءِ الٰہی آپ کے انتظار میں ہیں اور وہ جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اس کی فرودگاہوں کو مزین کیا گیا ہے، اس کی حوروں کو سجایا گیا ہے، اس کے مشروبات کو مصفیٰ کیا گیا ہے، تمام فرحتیں آپ کے قدوم میمنت لزوم کے لئے اور تمام مسرتیں آپ کے ورودِ مسعود کی بدولت منائی جا رہی ہیں یہ رات آپ ہی کی رات ہے اور یہ سلطنت صرف آپ ہی کے لئے اس رات کی تخلیق سے ہی میں آپ کا منتظر ہوں میں نے بے حیلہ آپ کو اپنا وسیلہ بنا لیا ہے اور اپنے وسیلے کو منقطع کر لیا ہے میں اس باب میں عقل سے بیگانہ فکر سے غافل اور سر سے سرگشتہ ہوں، جانسوزی میں مشغول ہوں، غمی و دل خراشی بہت بڑھ چکی ہے۔ اے محمد ﷺ میری حیرت نے مجھے اس کے ازل و ابد کے میدانوں میں ڈال دیا ہے پس جب میں نے میدانِ اول یعنی ازل کا چکر لگایا تو میں اس کی ابتداء کو معلوم کرنے سے قاصر رہا اور جب میں نے دوسرے میدان کی طرف رجوع کیا اور دیکھا کہ اس کا آخر اور اس کا اول ہی نکلا پھر میں رفیق اعلیٰ کی جستجو کے لئے رفیق سفر کا متلاشی ہوا۔ دورانِ سفر میکائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا تو کہاں کا قصد کئے ہوئے ہے یہ راستہ

مسدود ہے اس کے دروازے وغیرہ معلق ہیں وہ معدود زمانوں میں نہیں سما سکتا اور نہ ہی محدود مکانوں میں موجود ہے۔
میں نے پوچھا اے میکائیل تیرا اس مقام پر ٹھہرنے کا کیا مقصد ہے اس نے جواب دیا کہ میں سمندروں کے پانیوں کی مقادیر کی پیمائش، بارشوں کے نزول اور اسے اقطارِ عالم میں ترسیل کرنے میں مشغول ہوں مجھے اس بات کا تو علم ہے کہ کڑوے اور کھارے پانی کے دریاؤں کی کتنی وسعت ہے اور وہ کتنی جھاگ پیدا کرتے ہیں مگر میں غایت احدیث اور تعداد فردیت کے علم سے بے بہرہ ہوں۔

پھر میں نے اس سے سوال کیا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ان کو مکتب تعلیم میں داخل کیا گیا ہے وہ لوحِ محفوظ کی پیشانی درج کے صفحے کا مشاہدہ کرر ہے ہیں وہ اس سے مبروم ومنقوص امور کو تحریر کرر ہے ہیں وہ چھوٹے بچوں کی طرح متعلم ہیں جو لوحِ محفوظ کو پڑھ رہے ہیں

ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ یہ جاننے والے اور غالب کا اندازہ ہے۔

اور اسرافیل علیہ السلام زمانہ تعلیم میں اپنے معلم سے حیا کی وجہ سے اپنے سر کو اوپر نہیں اُٹھاتے پس ان کی آنکھیں اوپر دیکھنے سے مقصود اور ان کا قلب فکر سے محصورہ ہے وہ نفخۂ صور تک اسی حالت میں رہیں گے۔

بعد میں میں نے میکائیل علیہ السلام سے کہا چلیں عرشِ مجید سے صراطِ حق کے بارے میں پوچھیں جو معلومات اس سے میسر آئیں اسے تحریر کرلیں جب عرشِ معلیٰ نے ہماری گفتگو کو سنا وہ خوشی سے جھومنے لگا وہ کہنے لگا

لا تحرک به لسانک ولا تحدث به جنانک

اس باب میں تو اپنی زبان کو مت ہلا اور نہ اپنے دل میں اس بارے میں خیال کر۔

کیونکہ یہ ایسا راز ہے جو کبھی معلوم نہیں ہو سکتا اور یہ ایک ایسا پردہ ہے جس کے وراء کوئی دروازہ نہیں کھلتا یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا کوئی جواب نہیں میں کون ہوں جو اس بارے میں لب کشائی کروں اور اس کا پتہ لگا سکوں کہ وہ کہاں ہیں میری حقیقت صرف یہ ہے کہ میں دو حرفوں کی پیداوار ہوں اور کل میں بے نشان تھا پھر اس نے مجھے دو حروف سے ظہور بخشا بھلا جو چیز کل معدم محض مفقو د صرف ہو وہ ذات پاک کا کھوج کیسے لگا سکتی ہے یا وہ اس کی معرفت رویت کیسے حاصل کر سکتا ہے جو ہمیشہ سے موجود تھا اور نہ اس کا باپ اور نہ ہی اس کا بیٹا ہے وہ استوا میں مجھ سے سابق ہے اس کے غلبہ نے مجھے مقہور کیا ہوا ہے اگر اس کا استوا نہ ہوتا تو میں مستوی نہ ہوتا اور استیلائے ذات نہ ہوتا تو میں کبھی ہدایت نہ پاتا آسمان کی طرف اس کا استواء صرف اس وقت تھا جب آسمان ابھی دخان تھا پھر عرش پر اس کا استواء قیام برہان کی بدولت ہے

ورنہ مجھے اس کی عزت کی قسم کہ وہ مستوی تو ہے لیکن میں یہ بات بالکل نہیں جانتا کہ کس چیز کے ساتھ اس کا استواء ہے بلحاظ قرب میں اور ثریٰ دونوں برابر ہیں جس پر وہ حاوی ہے میں اس کا ادراک نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے وسیع علم پر میرا احاطہ ہے میں تو صرف اس کا ایک بندہ ہوں اور ہر غلام کو اس کی نیت کے مطابق حصہ ملتا ہے آپ کے سامنے میں اپنی کہانی سناتا ہوں اور میں اس اندوہ کا شکوہ کرتا ہوں اور میں اس کی رفعت تکریم اور قوتِ قدرت کی قسم کھاتا ہوں کہ اس نے مجھے پیدا کر کے بحر احدیث میں غرق کر دیا اور ابدیت کے میدان میں سرگشتہ کر دیا کبھی وہ مجھے ابدیت کے مشرق سے طلوع کر کے مدہوش کر دیتا ہے اور کبھی اپنے قرب کے موقعوں میں لا کر محبت کرتا ہے اور بعض اوقات اپنی عزت کے حجابات میں پوشیدہ کر کے مجھے وحشت میں ڈال دیتا ہے اور کبھی وہ اپنے لطف کی سرگوشیوں سے میری مناجات سن کر خوش ہو جاتا ہے کبھی وہ جامِ محبت سے میرے ساتھ مواصلت کر کے مجھے مست بنا دیتا ہے جب اس کا شوقِ دیدار مجھے ستاتا ہے تو جواب میں "لن ترانی" کی آواز سنتا ہوں میں اس کی ہیبت سے پگھلنے لگتا ہوں۔

اور تجلی عظمت کی بدولت مانند کلیم اللہ بے ہوش ہو کر گر جاتے ہوں تو مجھے کہا جاتا ہے کہ اے عاشق! یہ جمال محفوظ اور یہ حسن مستور ہے کیونکہ اس جمال کو سوائے اس حبیب پاک کے جو برگزیدہ شخصیت ہیں سوائے اس دریتیم کے جس کے ہم مربی ہیں اور کوئی نہیں دیکھ سکتا جب تیرے گوش میں

سُبْحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ ۔ (پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱)

پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا۔

کی آواز پہنچے تو ہماری طرف ان کے عروج کے راستے کھڑے ہو جا ممکن ہے کہ تو اس ہستی کی زیارت کر لے جو ہمارا دیدار کر لے گا اور تو اس شخصیت کا مشاہدہ کرے جو ہمارے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔

یا محمد ﷺ جب عرشِ معلیٰ آپ کے دیدار کا مشتاق ہے تو میں کس طرح آپ کا خادم نہ بنوں پھر آپ ﷺ مرکب (براق) پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچے پھر مرکب ثانی (معراج) کے ذریعے پہلے آسمان پر پہنچے پھر آپ مرکب رابع (روح الامین) کے ذریعے سدرۃ المنتہٰی تک گئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہیں رک گئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل ہم آج رات آپ کے مہمان ہیں میزبان کا مہمان سے علیحدہ ہونا مناسب نہیں کیا ایک دوست دوسرے دوست کو یہاں لا کر چھوڑ سکتا ہے۔

جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا جناب آپ میرے مہمان نہیں بلکہ اللہ عزوجل کے مہمان ہیں میں اگر انگشت

پھر بھی آگے بڑھوں گا تو خاکستر ہو جاؤں گا۔

وَ مَا مِنَّآ اِلَّا لَه مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ o (پارہ ۲۳، سورۃ الصفت، آیت ۱۶۴)

اور فرشتے کہتے ہیں ہم میں ہر ایک کا ایک مقام معلوم ہے۔

جس سے وہ آگے نہیں جا سکتا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ سے تجھے کوئی احتیاج ہے فرمایا جی ہاں ایک حاجت کا طالب ہوں پس جب آپ محبوبِ حقیقی جو منتہی ہے کے ساتھ ملاقی دو اصل ہوں اور محبوب اس طرح گویا ہو کہ تو یہ ہے اور یہ میں ہوں اب کوئی واسطہ درمیان میں نہیں ہے تو آپ اس وقت میرا ذکر ضرور فرمائیں۔

پھر جبرئیل امین ستر ہزار حجاباتِ نور کو چیر کر آگے بڑھے وہاں پانچواں مرکب یعنی رفرف جو سبز نورانیت رکھتا تھا اور مشرق و مغرب میں پھیلا ہوا تھا حاضر خدمت ہوا آپ اس پر سوار ہو کر عرشِ معلیٰ تک پہنچے۔ عرش معلیٰ دامن گیر ہو کر زبانِ حال سے عرض کرنے لگا کہ یا محمد ﷺ آپ کب تک مشروبِ خالص نوش فرماتے رہیں گے جب کہ آپ کے لئے وقت نہایت ہی مناسب و موزوں ہے آپ فوراً (بارگاہِ ایزدی اور آستانہ سرمدی پر) تشریف لے جائیں، کبھی آپ کے محبوب آپ کے شوق میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے، کبھی اپنی بارگاہ کے ندیموں کے پاس آپ کی خاطر نزول فرماتا ہے اور کبھی وہ آپ کی اپنی مہربانی کے رفف پر مرکوب فرماتا ہے یعنی

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ . (پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۱)

پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا۔

کبھی وہ آپ کو جمالِ احدیث کا مشاہدہ کراتا ہے یعنی

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى o (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۱۱)

دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

اور کبھی وہ آپ کو جمالِ صمدانیت کا جلوہ دکھاتا ہے یعنی

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى o (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۱۷)

آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

اور کبھی وہ آپ کے لئے اپنی ملکوتیت کے سربستہ رازوں سے پردہ ہے یعنی

فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰیO (پارہ ۲۷،سورۃ النجم،آیت ۱۰)

اے وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

اور کبھی وہ آپ کو حضرت القدس میں اپنے قرب سے مشرف فرماتا ہے یعنی

فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰیO (پارہ ۲۷،سورۃ النجم،آیت ۹)

پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

یہ وقت تشنگی دیدارِ ذات اور فریادرسی کا ہے میں تو حیران اور سرگراں ہوں کہ کس طرف سے اس کی راہ لوں حالانکہ اس نے مجھے ساری کائنات سے بڑا بنایا لیکن میں سب سے زیادہ خوف زدہ ہوں اپنی تخلیق کے وقت اس کے رعب و جلال سے کانپنے لگا تھا پھر اس نے میرے ایک پائے پر "لاالٰہ الا اللہ" رقم فرمایا تو میری ہیبت اور بڑھ گئی اور ارتعاش و ارتعاد پیدا ہو گیا میں اسی حالت غیر میں ہی تھا کہ "محمد رسول اللہ" رقم ہوا بس اسی وقت حالت سکون طاری ہوگئی اور طمانیت میسر آئی گویا کہ آپ کا اسم مبارک میرے قلب حزیں کے لئے امان، میرے سر کے لئے طمانیت اور میرے قلق کے لئے حرزِ جاں ہے تو جب آپ کے اسم مبارک میں اتنی برکت ہے تو پھر آپ کی نظر التفات کے کیا کہنے میری طرف نظر التفات فرمائیے آپ یا محمد ﷺ رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجے گئے ہیں مہربانی فرمائیے اور اس رات بالضرور مجھے حظ وافر سے نوازیئے اور یہ کہ نارِ جہنم سے میرے لئے برأت کی گواہی دیں کیونکہ بعض کاذبوں نے یہ بات اس ذات کی طرف منسوب کی ہے اور بعض فریبی لوگ اس بارے میں یہ کہہ رہے ہیں جیسا کہ اُنہوں نے خطاء کی وجہ سے یہ گمان وزیادتی کی ہے کہ میں نے اس ذاتِ اقدس کو اپنے اوپر اُٹھایا ہے جس کی وجہ سے یہ گمان وزیادتی کی ہے میں نے اس ذاتِ اقدس کو اپنے اوپر اُٹھایا ہوا ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے اور میں نے احاطہ کیا ہوا ہے جس کی کوئی کیفیت نہیں۔

اے محمد ﷺ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ وہ اپنی ذات میں لامحدود اور اپنی صفات میں لامعدود ہے اور میری حاجت کیسے ہوسکتی ہے یا میں اسے کیسے اُٹھا سکتا ہوں کیونکہ رحمٰن اس کا نام ہے اور استواء اس کی نعت وصفت ہے اور اس کی صفت ونعت کا تعلق واتصال اسی کی ذات کے ساتھ ہے پھر وہ کس طرح مجھ سے اتصال وانفصال کرسکتا ہے اور نہ میں اس سے ہوں اور نہ وہ مجھ سے ہے۔

اے محمد ﷺ مجھے اس کی عزت کی قسم کہ میں نہ تو وصلاً اس سے قریب ہوں نہ فصلاً اس سے بعید اور نہ میں اسے اُٹھانے کی سکت رکھتا ہوں اور میں تو اس کی جامعیت کو پراگندگی سے پاک دیکھتا ہوں اور میں کسی کو اس کے مثل نہیں پاتا

بلکہ اس نے مجھے اپنی رحمت احسان وفضل سے ایجاد فرمایا اور اگر وہ مجھے نیست و نابود کرے تو یہ بھی اس کا فضل و عدل ہی ہوگا۔

اے محمد ﷺ میں اس کی قدرت سے قائم اور اس کی حکمت سے دائم ہوں یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ حامل محمول بن جائے پس آپ وقوف نہ مائیں کیا آپ نہیں جانتے بے شک آنکھ، کان اور دل سب اس کے آگے جواب دہ ہیں۔

پس حضور اکرم ﷺ نے زبانِ حال سے فرمایا اے عرش تو میرے سامنے سے ہٹ جا تو مجھے مت مشغول کر میری عبارت کو مکدر اور میری خلوت کو مشوش مت کر کیونکہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں تیرے عتاب کے لئے سمع خراشی کروں اور نہ ہی ایسی جگہ ہے جہاں میں تیری تقریر سے اپنے دل کو راضی کروں۔

پس حضور اکرم ﷺ نے اس سے پہلوتہی فرمائی اور آپ نے مسطورہ اور بے حرف وحی کی طرف بھی توجہ نہ فرمائی اور نہ آپ کی چشم مبارک یکسوئی سے روگردان ہوئی پھر آپ نے چھٹے مرکب پر قدم رنجہ فرمایا وہ تائیدایزدی کا مرکب تھا پھر اوپر سے آواز آئی آپ نے نہیں دیکھا تیرا محافظ تیرے سامنے ہے دیکھئے یہاں اس وقت آپ اور آپ کا رب ہی موجود ہے آپ نے فرمایا میں اس حیرت میں منہمک ہوں کہ میں جو کہتا ہوں پہچانتا نہیں اور جو کچھ کر رہا ہوں جانتا نہیں عین اس وقت ایک قطرہ جو شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا، جھاگ سے زیادہ نرم اور کستوری سے زیادہ خوشبودار میرے لب پر آ کر گرا اور اس کی بدولت میں تمام انبیاء و مرسلین سے بڑھ کر علم والا ہوگیا اور میر زبان پر "التحیات المبارکة لله و الصلوات و الطیبات لله" جاری ہوگیا پھر مجھے یہ جواب دیا گیا "السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ" میں نے سوچا کہ جس باب میں مجھے خصوصیت و شرف حاصل ہوا ہے کیوں نہ میں اپنے بھائیوں یعنی انبیاء کرام کو شامل کروں پس میں نے "السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین" کہا صالحین بندوں سے یہاں انبیاء کرام کا گروہ مراد ہے لہٰذا جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شب اسریٰ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا حضور اکرم ﷺ نے واقعتاً اللہ تعالیٰ کا دیدار فرمایا تھا تو آپ نے فرمایا جی ہاں اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ میں اس وقت جب آپ نے "السلام علینا" فرمایا اور فرشتوں نے "اشھدان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ" کہا آپ کے دامن عالی کے ساتھ چمٹا ہوا تھا۔

آپ فرماتے ہیں کہ مجھے آواز آئی کہ قریب ہو جا پھر میں قریب ہوا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے یہی معنی ہیں

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ○ (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۸) پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا۔

یہاں تک کہ آپ ''قَابَ قَوْسَیْنِ کے مقام تک پہنچے۔ یا در ہے کہ اس قرب میں فاصلے اور مسافت کا کوئی دخل نہیں تھا۔

گویا ''دنیٰ'' شفاعت اور تقرب برضا الی اللہ کے لئے کہا گیا تھا اور ''دنیٰ'' خدمت اور تقرب بالرحمۃ الربوبیۃ کے لئے کہا گیا تھا پھر ''دَنَا فَتَدَلّٰی'' میں ''دنیٰ'' کا مطلب ہے کہ آپ پر وحی کا نزول اسی ذات کی طرف سے ہے گویا آپ ایک لحاظ سے براہِ راست ذات سے اور بلحاظ دیگر بذریعہ وحی یعنی بالواسطہ صفات سے متعلق ہیں۔ ''دنیٰ'' لطافت اور ''فَتَدَلّٰی'' اس پر مزید شفقت و رحمت ہے۔

یہ وہ مقام ہے یہاں این بین و جستجوئے کیف سے فارغ ہو گیا ہے اور این کی حالت ختم ہو گئی۔

پس اگر آپ ''قَابَ قَوْسَیْنِ'' اکتفا فرماتے تو یہ احتمال پیدا ہو جاتا کہ اللہ بھی کسی جگہ رہتا ہے اس لئے فرمایا گیا کہ ''اَوْ اَدْنٰی'' یعنی مکان کی نفی کی گئی ہے یعنی حضور اکرم ﷺ کی معیت بایں طور تھی کہ یہاں نہ مکان نہ زمان نہ اذان اور نہ اکوان تھا پس ندا آئی اے محمد ﷺ آگے بڑھو آپ نے فرمایا اے میرے رب جب جہات ختم ہو چکی ہیں تو میں اپنا قدم کہاں رکھو جواب ملا کہ قدم کو قدم پر رکھتا کہ ہر ایک کو علم ہو جائے کہ میں زبان، مکان، دن، رات، حدود، مقدار سے منزا ہوں۔

اے محمد ﷺ دیکھئے پھر آپ نے نورِ درخشاں کا مشاہدہ فرمایا پس آپ نے پوچھا یہ نور کیسا ہے؟ جواب ملا کہ یہ نور نہیں ہے بلکہ جنت الفردوس ہے پھر اسے آپ کے قدم مبارک کے سامنے لا کھڑا کیا گیا اور وہی نور آپ کے قدموں پر نچھاور ہونے کے لئے قدموں کے نیچے آ گیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد ﷺ اس وقت یہاں آپ کے قدموں کی ابتدا ہے وہیں تک کائنات کے اوہام کا انقطاع ہے پھر فرمایا کہ اے محمد ﷺ جب تک آپ سرآین یعنی مکان و زمان کی سیر میں رہے اس وقت تک جبرئیل آپ کے رہبر اور براق آپ کا مرکب رہا اور اب جبکہ آپ مکان سے نکل کر آئے اکوان سے غائب ہوئے اور جہت سے فارغ ہوئے اور درمیان سے حجاب اُٹھا دیئے گئے ''قَابَ قَوْسَیْنِ'' کے سوا باقی نہ رہا تو اب میں ہی آپ کا رہبر ہوں۔ اے محمد ﷺ اب میں تیرے لئے دروازہ کھولتا ہوں تیری خاطر حجاب اُٹھا رہا ہوں اور میں آپ کو شیریں خطاب سے نواز رہا ہوں اور عالم غیب میں آپ نے مجھے تحقیقاً و ایماناً یکتا پایا اور اب عالم شہود میں آپ میری توحید کو شہادۃً و عیاناً بیان فرمائیں پس آپ نے فرمایا

اعوذ بعفوک عن عقوبتک میں تیرے عفو کے ساتھ تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ دعا آپ کی امت کے لئے سہارا ہے یہ حقیقت میری وحدت کے مدعی یعنی آپ کی نہیں ہے پس آپ نے فرمایا

لاُاحصر ثناء علیک کما اثنیت انت علیٰ نفسک

جس طرح کہ تو نے اپنے نفس کی تعریف کی ہے مجھ میں یہ استعداد نہیں ہے کہ میں بھی اسی طرح بیان کروں۔

پس ذات کریم نے فرمایا اے محمد ﷺ جو آپ کی زبان مبارک نے عجز وسکوت کو اختیار فرمایا تو میں اسے اب ضرور صدق کا لباس پہناؤ نگا

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی o (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۳)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔

اور جب آپ کی نظریں خلعت ہدایت سے نواز دوں گا

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی o (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۱۷)

آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

اور پھر ضرور آپ کو نازک حالات میں ایک نور عنایت کروں گا جس کے ذریعے آپ میرے جمال کا نظارہ کرسکیں گے اور ایسے کان دوں گا جس کے ذریعے آپ کلام کی سماعت کرسکیں گے پھر زبانِ حال سے اپنی طرف آپ کے عروج کے معنی سے آپ کو روشناس کراؤں گا اور میری طرف آپ کی نظر کے راجع ہونے کی حکمت بیان کروں گا گویا اللہ تعالیٰ اس امر کی طرف اشارہ فرما رہا تھا کہ اے محمد ﷺ

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاo (پارہ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۸)

بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔

اور شاہد کا حقیقی مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز کو دیکھ کر گواہی دیتا ہے غیب پر گواہی دینا کسی صورت میں بھی روا نہیں پس میں آپ کو اپنی جنت دکھاتا ہوں تا کہ آپ اس چیز کا مشاہدہ کرلیں جو میں نے اپنے دوستوں کے لئے تیار کی ہے پھر میں آپ کو اپنے جلال کا مشاہدہ کراؤں گا اور اپنے جمال کو منکشف کروں گا تا کہ آپ جان لیں کہ اپنے کمال میں مثیل شبیہ، بدیل نظیر، مشیر، حد، قد، حصر، عدد، زوج، فرد، مواصلہ، مفاصلہ، مماثلہ، مشاکلہ، مجالسہ، ملاسہ، مبانیہ اور باہمی امتزاج سے منزہ ہوں۔

اے محمد ﷺ میں نے مخلوق کو پیدا کر کے اپنی طرف بلایا انہوں نے میرے بارے میں اختلاف کیا پس ایک قوم نے عزیر کو میرا بیٹا قرار دیا اور اسی طرح انہوں نے میرے ہاتھوں کو مغلول ٹھہرایا اور یہ یہود تھے اور قومِ نصاریٰ نے گمان کیا کہ مسیح میرا بیٹا ہے اور میرے لئے بیوی اور بیٹا ثابت کیا اور بت پرستوں نے میرے شریک ٹھہرائے اور فرقہ مجسمہ نے میری صورت بنائی اور فرقہ مشبہ نے مجھے محدود ٹھہرایا اور فرقہ معطلہ نے مجھے معدوم گردانا اور فرقہ معتزلہ نے یہ گمان کیا کہ قیامت کو میرا دیدار نہیں ہوگا۔

دیکھئے میں نے آپ کے لئے دروازہ کھول دیا ہے اور اپنا حجاب اُٹھا دیا ہے پس اے میرے محبوب! دیکھئے اے محمد ﷺ وہ لوگ جن چیزوں کو میری طرف نسبت کرتے ہیں کیا وہ مجھ میں موجود ہیں پھر حضور اکرم ﷺ نے اس نور کی مدد سے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوی اور مؤید بنا دیا تھا بغیر ادراک اور احاطہ کے اس کا دیدار فرمایا آپ نے دیکھا کہ وہ ذات فرد اور الصمد ہے جو نہ کسی چیز میں ہے نہ کسی چیز پر ہے نہ کسی کے ساتھ قائم ہے اور نہ ہی کسی کی محتاج ہے اور نہ وہ ہیکل نہ مثل، نہ صورت، نہ جسم، نہ مخیز نہ مکیف، نہ مرکب ہے۔

لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ ۚ وَ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ (پارہ ۲۵، سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۱)

اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے۔

پس جب ذاتِ کریم نے آپ کے ساتھ بالمشافہ کلام فرمایا اور آپ وجہاً لوجہ (آمنے سامنے) اپنے مشاہدے سے مشرف فرمایا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے حبیب! اے محمد ﷺ جو اسرار آپ کو بتائے گئے ہیں کائنات میں انہیں ظاہر نہ کیا جائے اور زمانے میں ان کو پھیلایا جائے

فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰی ؕ (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۱۰)

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

اس کے نائب ان کے صاحب
حق سے خلق ملاتے یہ ہیں

شرح

حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب اور محبوب ہیں آپ مخلوق کو خالق تعالیٰ سے ملاتے ہیں۔

اس شعر میں حضور اکرم ﷺ کے تین اوصاف کا ذکر ہے۔ (۱) نائب خدا (۲) صاحب خدا (۳) موصل الی اللہ۔

نائب خدا

آیت

وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (پارہ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۳۰)

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

میں نائب حق حقیقی حضور اکرم ﷺ کو تسلیم کیا گیا ہے۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

وَ کُلُّھُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ مُلْتَمِسٌ غَرْفًا مِنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

تمام انبیاء حضور اکرم سے عرض پرداز ہیں۔ کہ بحر علم سے ایک چلو اور کرم کی بارش سے ایک گھونٹ مل جائے۔

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا یظھرن انوارھا للناس فی الظلم

تحقیق وہ شمس فضل و کمال ہیں اور جملہ انبیاء ان کے ستارے ہیں، وہ ظاہر کرتے رہے لوگوں کے لئے اپنی روشنیوں کو تاریکیوں میں۔

اسی لئے امام المکاشفین سیدنا ابن العربی قدس سرہ نے فرمایا کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام حضور اکرم ﷺ کے نائب تھے اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بلاواسطہ نائب ہیں۔

جتنا جسے چاہیں عطا فرمائیں

حیوۃ الحیوان میں علامہ دمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں

أن أعرابیاً بشر کسری ببشری فسر بھا فقال سلنی ما شئت فقال أسألک ضأناً ثمانین

کسی نے کسریٰ کو کوئی خوشخبری سنائی جس سے کسریٰ بہت خوش ہوا خوشخبری سنانے والے سے کہا مانگ جو تیرا جی چاہے اس نے کہا مجھے اسی بکریاں دے دیجئے۔

فائدہ

اس واقعہ سے کسریٰ پرست کی سخاوت پر ناز کرتے ہیں لیکن ہمارے حضور اکرم ﷺ کا اس سے بڑھ کر کمال جود و سخا کا واقعہ ملاحظہ ہو یہ بھی حیوۃ الحیوان میں ہے۔

قال ابن خالویہ إنہ رجل قضی للنبی ﷺ حاجۃ، فقال ﷺ ائتنی بالمدینۃ فأتاہ، فقال علیہ الصلاۃ والسلام لہ أیما أحب ألیک، ثمانون من الضأن أو أدعو اللہ أن یجعلک معی فی الجنۃ

فقال بل ثمانون من الضأن فقال عليه الصلاة والسلام أعطوه إياها ثم قال ﷺ إن صاحبة موسى كانت أعقل منک، وذلک أن عجوزاً دلته على عظام يوسف عليه السلام، فقال لها موسى أيما أحب إليک أسأل الله أن تکوني معي في الجنة أو مائة من الغنم؟ قالت الجنة. والحديث رواه ابن حبان والحاكم في المستدرک مع اختلاف فيه وقال الحاكم صحيح الإسناد.

خالویہ نے فرمایا کہ کسی نے حضور اکرم ﷺ کا کوئی کام کر دیا تو آپ نے اسے فرمایا تم میرے مدینہ پاک میں آنا (تجھے منہ مانگا انعام دوں گا) حسب الارشاد وہ شخص مدینہ پاک میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے فرمایا کہ اسی بکریاں چاہیں یا تیرے لئے دعا مانگوں کہ تو میرے ساتھ جنت میں میرا رفیق ہو اس نے عرض کی مجھے اسی بکریاں عطا فرمائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا اسے دے دو پھر فرمایا تجھ سے تو موسیٰ علیہ السلام کی بڑھیا سیانی نکلی کہ جب اس نے موسیٰ علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے مزار کی رہبری کی تو اسے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے بڑھیا تمہیں ان دو میں سے کیا چاہیے۔

(۱) اللہ تعالیٰ سے سوال کروں کہ تو جنت میں میرے ہو (۲) سو بکریاں۔

بڑھیا نے عرض کی مجھے جنت چاہیے اور بس۔ اس طرح کا ایک اور واقعہ ہے وہ بھی حیوۃ الحیوان میں ہے

عن أبي موسى الأشعري قال إن النبي ﷺ كان يقسم غنائم هوازن بحنين فوقف عليه رجل من الناس فقال إن لي عندک موعداً يا رسول الله فقال ﷺ صدقت فاحتكم ما شئت قال إني أحتكم ثمانين ضائنة وراعيها فقال ﷺ هي لک، ولقد احتكمت يسيراً، ولصاحبة موسى التي دلته

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حنین کے دن ہوازن کا مالِ غنیمت تقسیم فرمارہے تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی آپ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا تھا وہ اب پورا فرمائیے آپ نے فرمایا واقعی وعدہ حق ہے لیکن فیصلہ تیرے ہاتھ میں ہے کہ یا تو اسی بکریاں لے لو اور اس کے چرواہے بھی یا بہشت۔ عرض کی مجھے اسی بکریاں عطا فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے سستا سودا کیا تیرے سے تو موسیٰ علیہ السلام کی بڑھیا بھی سمجھدار نکلی۔ اس کے بعد مذکورہ بالا واقعہ بیان فرمایا۔

تبصرهٔ أویسی غفرله

حضور اکرم ﷺ نائب خدا ہیں کہ سائل کو دنیا و آخرت میں دونوں کا فرمایا اگر آپ نائب خدا نہ ہوتے تو دارین کی دونوں چیزوں کے وعدہ کا کیا معنی۔ اسی مسئلہ کی تحقیق اسی شرح میں مفصل بحث میں گذری ہے۔ اظہارِ افسوس کفار تو اپنے

اکابرین کا معمولی کمال دیکھ سن کر اپنے بڑوں کی تعریف میں آسمان وزمین کے قلابے ملا دیں لیکن افسوس ہے کلمہ پڑھنے والے بعض امتی مثلاً وہابی دیوبندی وغیرہ۔

اے محمد اپنا سر اُٹھاؤ اور کہو تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو جو کچھ مانگو ملے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت مقبول ہے۔

"وقــل تــطــع" ماؤ تمہاری اطاعت کی جائے پھر تو شفاعت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کم بھی ایمان ہوگا اس کے لئے شفاعت فرما کر اسے جہنم سے نکالیں گے یہاں تک کہ جو سچے دل سے مسلمان ہوا اگر چہ اس کے پاس کوئی نیک عمل نہیں ہے اسے بھی دوزخ سے نکالیں گے۔ اب تمام انبیاء اپنی امامت کی شفاعت فرمائیں گے اولیائے کرام، شہداء، علماء، حفاظ، حجاج بلکہ ہر وہ شخص جس کو کوئی منصب دینی عنایت ہو اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا، بالغ بچے جو مر گئے ہیں اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے یہاں تک کہ علماء حق کے پاس لوگ آ کر عرض کریں گے ہم نے آپ کے وضو کے لئے فلاں وقت میں پانی بھر دیا ہے کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کو استنجے کے لئے ڈھیلا دیا تھا علماءِ حق ان تک کی شفاعت کریں گے مزید دیکھئے فقیر کی کتاب "شفاعت کا منظر"

نافع

خلق خدا کو نفع پہونچانے والے یہ کمال وہابیہ دیوبندیہ کو اب بھی چھبتا ہے

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا (پارہ ۲۹، سورۃ الجن، آیت ۲۱)

تم فرماؤ میں تمہارے کسی بُرے بھلے کا مالک نہیں۔

دیگر اس قسم کی آیات پڑھتے نہیں تھکتے حالانکہ ان تمام آیات میں ذاتی نفع نقصان دینے کی نفی ہے اس لئے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے خود استثناء فرمایا

قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ (پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۸۸)

تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

بعض اپنے نبی پاک ﷺ بعض کمالات کے متعلق نہ صرف انکار بلکہ کفر و شرک کا فتویٰ جڑ دیں خوب فرمایا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب　　　اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے

صاحب خدا

یہ کمال صرف اور صرف ہمارے نبی پاک ﷺ کو حاصل ہوا چنانچہ فرماتے ہیں

لی مع الله وقت لا یسعی فیه ملک مقرب ونبی مرسل

میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت بھی ہے کہ اس وقت نہ کسی ملک مقرب کو گنجائش ہے نہ کسی نبی مرسل کو۔

اور اس کمال کا ظہور شب معراج بطریق اتم واکمال ہوا اور مضامین معراج میں ہم نے اس کی تفصیل بارہا لکھی ہے۔

موصل الی الله

یہ کمال اس شعر سے بھی واضح ہے ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل کیا ہے شانِ اکمل ہے حرف مشدد کا۔

شافع نافع رافع دافع

کیا کیا رحمت لاتے یہ ہیں

شرح

حضور اکرم ﷺ شفاعت کرنے والے خلق خدا کو نفع پہونچانے والے اور اہل ایمان کے درجات بلند کرنے والے اور خلق خدا سے دکھ دور فرمانے والے ہیں (ﷺ) اللہ تعالیٰ کی کیسی رحمتیں لانے والے ہیں اس شعر میں چار صفات کا بیان ہے۔

شافع

آپ (ﷺ) کی شفاعت کا سوائے معتزلہ وخوارج اور ان کے ہمنوا فرقوں وہابیوں وغیرہ کسی کو انکار نہیں۔

شفاعت کا مختصراً بیان

جب قیامت میں لوگ انبیاء علیہم السلام سے مایوس ہوکر تھکے ہارے۔ بارگاہ حبیب خدا ﷺ میں حاضر ہوکر عرض کرینگے اے محمد اللہ کے نبی حضور کے ہاتھ پر اللہ عزوجل نے فتح یاب لکھا ہے آج حضور مطمئن ہیں ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل ہیں بیان کر کے عرض کریں گے حضور ملاحظہ تو فرمائیں ہم کس مصیبت میں اور کس حال کو پہنچے حضور ﷺ بارگاہ خداوندی میں ہماری شفاعت فرمائیں اور ہم کو اس آفت سے نجات دلوائیں جواب میں حضور ارشاد فرمائیں گے "انا لھا" میں اسی کام کے لئے ہوں "انا صاحبکم" ہی وہ ہوں جسے تم تمام جگہ ڈھونڈ آئے ہو۔ یہ فرما کر بارگاہ

عزت میں حاضر ہوں گے اور سجدہ کریں گے۔ ارشاد ہوگا

یا محمد ، ارفع رأسک ، وقل یسمع لک ، وسل تعطه ، واشفع تشفع

جواللہ چاہے وہ مالک حقیقی ہے جو کچھ ہے اس کی عطا ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور تمام خدائی کے رب کی عطا سے مالک ہیں کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں بخش دی گئیں اور فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے

اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُه مِنْ فَضْلِهٖ ا (پارہ ۱۰، سورۃ التوبۃ، آیت ۷۴)

اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

حضرت ربیعہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی جو انہیں عطا ہوئی۔ اس قسم کی بے شمار آیات و احادیث امام احمد رضا مجدد بریلوی قدس سرہ نے اپنی تصنیف ''الامن والعلیٰ'' میں جمع فرمائے ہیں چند نمونے ملاحظہ ہوں

نابینا بینا ہوگیا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے

اَللّٰھُم اِنِّیْ اَسْاَلُکَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ، اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ

الٰہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے جو مہربانی کے نبی ہیں یارسول اللہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اپنے ربّ کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تا کہ میری حاجت روا ہو، الٰہی انہیں میرا شفیع کر ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

امام بیہقی نے فرمایا کہ اس کے بعد وہ نابینا بینا ہوگیا۔

فائدہ

اہل دل ہی مانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باذنہٖ تعالیٰ اس نابینا کو بینا بنا کر نفع عظیم پہونچایا بلکہ آپ کے وسیلہ جلیلہ سے یہ دعا آج بھی تہ دل سے پڑھی جائے تو بھی ہزاروں مشکلیں حل ہوتی ہیں چنانچہ ہزاروں واقعات اس پر شاہد ہیں صحابہ کرام سے لے کر تا حال اکے اولیاءعظام نے آزمایا جسے سو فیصد مجرب پایا۔

آسیب زدہ کی نجات

امام احمد طبرانی نے وازع سے روایت کیا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک آسیب زدہ شخص کولایا اور عرض کیا اس کو آسیب ہے آپ اس کے لئے دعا فرمادیں۔ آپ نے فرمایا اس کو ادھر لاؤ میں نے اس کو پیش کر دیا آپ نے چادر مبارک کا کونہ پکڑ کر دست مبارک بلند فرمایا یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آنے لگی اور آپ نے دست مقدس اس شخص کی کمر پر مارا اور فرمایا اے دشمن خدا باہر نکل جاوہ شخص فوراً درست ہوگیا اور آپ کے سامنے مؤدب ہو کر بیٹھ گیا آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور اس کے چہرے پر دست مبارک پھیرا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس جیسا تندرست وفد میں اور کوئی نہیں ہے۔

انتباہ

کون نہیں جانتا کہ آسیب کیسی اور کتنی خطرناک بیماری ہے اسے دور کرنا نفع رسانی نہیں تو اور کیا ہے اور اس قسم کی نہیں بلکہ ہزاروں بیماریوں کو رسول اللہ ﷺ نے دور فرما کر خلق خدا کو نفع پہنچایا۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''نبوی شفاء خانہ''

فائدہ

آسیب ہو یا کوئی اور مرض اولیاء اللہ والے بھی دم درود اور دعاؤں سے شفاء بخشتے رہے اور بخش رہے ہیں تعجب تو اس بات کا ہے کہ ان امراض کی شفاء ڈاکٹر اور حکیموں کے ہاتھوں شفاء یہ برادری تسلیم کرتی ہے کیا خوب فرمایا احمد رضا مجدد بریلوی قدس سرہ نے

حاکم حکیم دادو دوادیں یہ کچھ نہ دیں   مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

اس سے بڑھ کر

ہمارا تو عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے جو شے منسوب ہوگئی وہ بھی نافع ہے ایک نمونہ ملاحظہ ہو

مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہمارے پاس ایک جبہ طیالسی سبز دھالی والا ہے جس کو رسول اللہ ﷺ زیب تن فرماتے تھے جب کسی بیمار کو بغرض شفاء اس جبہ مبارک کو دھو کر اس کا پانی پلاتے تو مریض شفاءیاب ہو جاتا۔

درسِ عبرت

صحابیہ بلکہ جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عقیدہ پر غور ہو کہ جبہ مبارک میں نفع ہے اور دائمی نفع ہے اور نہ صرف ایک آدھا بیماری کے لئے شفاء ہے بلکہ وہ ہر مرض کی دوا ہے۔

رافع

مراتب بلند کرنے والے (ﷺ) اس صفت کی بہترین تحقیق و تفصیل آئندہ اشعار میں ہے۔

دافع

یہ صفت بھی منکرین کمالات کو شرک نظر آتی ہے اس کی تحقیق و تفصیل شرح حدائق کے مجلدات میں پڑھیں یا امام احمد رضا مجدد بریلوی قدس سرہ کی تصنیف ''الامن والعلی'' کا مطالعہ کیجئے۔

شافع امت نافع خلقت
رافع رتبے بڑھاتے یہ ہیں

شرح

حضور اکرم ﷺ امت کے شافع اور خلق خدا کے نافع اور مراتب بڑھانے والے ہیں۔
سابق شعر کی طرح ہے شافع امت کی بحثیں متعدد عرض کی گئیں اور نافع خلقت کی بھی اور ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ آپ ﷺ اب بھی نافع خلقت ہیں عقیدتِ صحیحہ نصیب ہو تو نقد نفع نصیب ہوتا ہے۔

بینائی بحال

ٹھاکر داس اثیم دہلی کے مشہور شاعر ہیں ان کی بینائی جاتی رہی انہوں نے اپنے مسلمان پڑوسی سید محمد عبداللہ کو جو عمرہ ادا کرنے جا رہے تھے ایک نعت رسول مقبول ﷺ لکھ کر دی اور درخواست کی کہ روضۂ رسول کریم ﷺ پر حاضر ہو کر پہلے خدمت اقدس میں میرا سلام عرض کریں اور پھر یہ نعت شریف پڑھ دیں۔ سید محمد عبداللہ نے حضور ﷺ کے روضۂ شریف کے سامنے حاضر ہو کر ٹھاکر داس کا سلام پیش کیا اور ان کی ارسال کردہ نعت شریف پڑھ دی۔ ٹھیک اُسی وقت دہلی میں ٹھاکر داس اثیم کی بینائی لوٹ آئی اور وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اپنا نام غلام مصطفیٰ رکھا۔ نبی کریم ﷺ کے اس معجزے کی تفصیل ماہنامہ برہان دہلی کے ایڈیٹر مولانا محمد سعید نے جنوری ۱۹۹۶ء کے شمارے میں اس نعت شریف کے ساتھ شائع کی

پھیکا ہے نور حور رُخ انور کے سامنے ہے ہیچ مشک زلف معنبر کے سامنے

ہے زنگ معصیت سے سیاہ دل کا آئینہ — کیا اس کو لے کے جاؤں سکندر کے سامنے
قسمت کا لکھا مٹ نہیں سکتا کسی طرح — تدبیر کیا کرے گی مقدر کے سامنے
چشم کرم ہو آنکھ میں آجائے روشنی — کہنا صبا یہ جاکے پیغمبر کے سامنے
شیشہ نہ ہو نہ سنگ ہو چشمہ ہو نور کا — اس کو لگا کے جاؤں میں سرور کے سامنے
جس در سے آج تک کوئی لوٹا نہ خالی ہاتھ — دست طلب دراز ہے اس در کے سامنے
رضواں تجھے جو ناز ہے جنت پہ اس قدر — کیا چیز ہے وہ روضۂ اطہر کے سامنے
سر پہ ہو ان کا دست شفاعت اثیم کے — جس دم کھڑا ہو اور محشر کے سامنے

(اردو کا ڈائجسٹ دسمبر ۱۹۹۵ء)

عطیہ دوا

علامہ قسطلانی شارح بخاری میں فرماتے ہیں کہ عرصہ سے مجھے بیماری لاحق تھی جس کے علاج سے اطباء عاجز آگئے میں نے ۲۸ جمادی الاولیٰ ۸۹۳ھ کی رات کو مکہ مشرفہ میں نبی ﷺ سے استغاثہ کیا۔ خواب میں میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے پاس ایک کاغذ ہے اس میں لکھا ہوا ہے کہ یہ احمد بن عسقلانی کی دوا ہے جب میری آنکھ کھلی تو واللہ میں نے اس بیماری کا کوئی نشان نہ پایا اور نبی ﷺ کی برکت سے شفاء حاصل ہوگئی۔ (مواہب لدنیہ)

آنکھ دکھنے پر فریاد

علامہ نبہانی شواہد الحق میں عبدالرحمٰن جزولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ ہر سال خراب ہوجایا کرتی تھی ایک سال مدینہ منورہ میں میری آنکھ دکھنے لگی میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر فریاد کی یارسول اللہ میں حضور اکرم ﷺ کی حمایت میں ہوں اور میری آنکھ دکھ رہی ہے پس مجھے آرام آگیا اور حضور ﷺ کی برکت سے اب تک مجھے آنکھ کی تکلیف نہیں ہوئی۔

یوسف نبہانی فریاد

علامہ نبہانی اپنی کتاب سعادت الدارین میں خود اپنے استغاثہ کا قصہ یوں تحریر فرماتے ہیں ایسے ناخدا ترس دشمن نے میرے اوپر ایسا افتراء باندھا کہ سلطان عبدالحمید خان نے حکم دیا کہ مجھے معزول کرکے دور علاقہ میں بھیج دیا جائے یہ سن کر مجھے بیقراری ہوئی جمعرات کا دن تھا جمعہ کی رات میں نے ایک ہزار دفعہ استغفار پڑھا اور تین سو پچاس بار یہ درود

شریف پڑھا

اللھم صلی علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ ال سیدنا محمد قد ضاقت حیلتی ادرکنی یارسول اللہ

مجھے نیند آ گئی آخر رات پھر جاگا اور ہزار درود شریف پڑھ کر حضور اکرم ﷺ سے استغاثہ کیا۔ جمعہ کی شام ہی کو سلطان کی طرف سے تار آ گیا کہ مجھے بحال رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سلطان کو نصرت دے اور مفتری کو رسوا کرے اس قسم کے بے شمار مزید واقعات فقیر کی کتاب "ندائے یارسول اللہ ﷺ" میں پڑھیں۔

بلکہ اسے معجزہ سمجھئے یا حضور اکرم ﷺ کی کرم نوازی کہ اپنے در پر آنے والے کفر کے بیماروں کو بھی شفاء بخشتے ہیں حال ہی کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو

ایک صاحب جو چند سال پہلے سعودی عرب رہ چکے ہیں اور انہیں ان کے ساتھیوں کو مسجد نبوی ﷺ میں بجلی کا تمام کام کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی تھی۔ ظفر صاحب نے بتایا کہ مسجد نبوی ﷺ میں ویڈیو کیمرے نصب کرنے کے انچارج ایک پاکستانی انجینئر تھے جنہیں ایک امریکی عیسائی انجینئر مسٹر ٹیم کی رہنمائی حاصل تھی چونکہ مسجد نبوی ﷺ میں غیر مسلموں کا داخل ہے اس لئے امریکی انجینئر نے امریکہ سے تمام ٹیکنالوجی بذریعہ خط و کتابت پاکستانی مسلمان انجینئر کو بتادی۔ پاکستانی انجینئر نے اس پر مکمل عبور حاصل کرلیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ جب ویڈیو کیمرے استعمال کرنے اور چلانے کا وقت آیا تو پاکستانی انجینئر کو اچانک مسجد نبوی ﷺ ہی میں دل کا دورہ پڑا اور وہ اللہ کے حبیب ﷺ کے گھر میں وفات پا گئے اور کوئی راستہ نہ پا کر مسٹر ٹیم کو بلانے کے بارے میں سوچ و بچار ہونے لگی لیکن اصل مسئلہ یہ تھا کہ ایک غیر مسلم مسجد نبوی میں داخل کیسے ہو۔ آخر کار گورنر نے خصوصی اختیارات استعمال کرے ہوئے بامر مجبوری مسٹر ٹیم کو مسجد نبوی میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ ہر شخص کو اس پر صدمہ پہنچا مگر اور کر بھی کیا سکتے تھے اجازت ملنے پر عیسائی انجینئر آ گیا۔ امریکی انجینئر کو بھی اصل صورتِ حال کا علم تھا جب وہ مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہونے کے لئے آیا تو اس کے ساتھ اعلیٰ سعودی حکام بھی تھے جونہی وہ مسجد نبوی ﷺ کے دروازے پر پہنچے تو غیر مسلم کے دل کی دنیا بدلنے لگی وہ دروازے پر رک گیا اور اعلیٰ حکام سے کہنے لگا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہون مجھے مسلمان بنائیں سب لوگ محو حیرت اسے دیکھ رہے تھے اور سبحان اللہ سبحان کہہ رہے تھے اسے کلمہ پڑھایا گیا اور وہ مسلمان ہو کر مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوا۔ اللہ کی ذات کتنی عظیم ہے کہ مجبوری کی حالت میں ایک غیر مسلم انجینئر کو مسجد نبوی میں داخل ہونے کی اجازت دے دی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے غیر مسلم کی حیثیت سے اپنے حبیب ﷺ کے گھر میں داخل ہونے سے روک دیا چنانچہ اس نے مسلمان

ہوکرمحمد عربی ﷺ کی مسجد میں قدم رکھے یوں نبی آخرالزماں ﷺ کی ذات پر اتنی صدیوں بعد بھی یہ معجزہ اتار کرانسانیت کی فکر کودعوت دی ہے۔(اردو ڈائجسٹ دسمبر ۱۹۹۵ء)

دافع	یعنی	حافظ	و	حامی
دفع	بلا	فرماتے	یہ	ہیں

حل لغات

بلا،مونث،مصیبت،دکھ۔

شرح

حضوراکرم ﷺ حافظ و حامی ہیں آپ ﷺ ہر دکھ اور مصیبت دفع فرماتے ہیں۔

مرشدی سیدنا مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے فرمایا کہ الامن والعلی میں اس کی حدیثیں دیکھو کہ ایک صحابی نے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی میں اس لئے سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوا کہ حضور میری سختیاں دور فرمادیں۔ دافع معضلات مشکلوں کو نہایت دفع کرنے والے۔حضور اکرم ﷺ نے حضرت سیدالشہدا ءحمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش پر فرمایا "یا حمزة یاکاشف الکربات" اے حمزہ اے دافع البلاءتو وہابیہ کا اسے شرک اور اس کے سبب درود تاج کو حرام بتانا خود ان کا شرک وضلال ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

سمیت احید لانی احید عن امتی نار جھنم

میرا نام احید ہوا کہ میں اپنی امت سے آتش دوزخ کو دفع فرماتا ہوں۔

یہ نام مبارک دلائل الخیرات شریف میں بھی ہے مطالع المسرات میں فرمایا

هو الشافی من الامراض حضور ہی تمام امراض کے شفا دینے والے ہیں۔واللہ الحمد

شفاء یاب لوگ

اب بھی خوش قسمت امتی حضوراکرم ﷺ کے شفاء خانہ رحمت سے شفاءیاب ہورہے ہیں۔

بخار ٹل گیا

محمود بن محمود علیہ الرحمۃ کو بخار ہوجاتا تھا۔انہوں نے ایک دن کتاب الشفاء سینے پر رکھ کر عرض کی

تحسبت بک یارسول اللہ

اے اللہ کے رسول میں نے آپ پر بھروسہ کیا یکدم بخار اتر گیا۔ (حجۃ اللہ صفحہ ۴۲۰)

فیض جلیل خلیل سے پوچھو
آگ میں باغ کھلاتے یہ ہیں

شرح

فیض جلیل (اللہ تعالیٰ) حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے پوچھو کہ ان پر کس طرح نار گلزار ہوئی۔

یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر نار گلزار ہوئی حضور اکرم ﷺ کے نورِ اقدس کی برکت سے اور نہ صرف سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ انبیاء علیہم کو اپنے دور میں جتنی مشکلات سامنے آئیں وہ حضور اکرم ﷺ کی برکت سے مشکلات آسان ہوئیں۔

ان کے نام کے صدقے جس سے
جیتے ہم ہیں جِلاتے یہ ہیں

حل لغات

صدقے، وہ شے جو خدا کے نام پہ دی جائے، خیرات۔

شرح

مرشدنا سیدنا مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا کہ حضور اکرم ﷺ کا مُردے جلانا ابھی گزرا اور دارمی کی صحیح حدیث میں ہے

لقد جاء کم رسول إلیکم لیس بوهن ولا کسل لیختن قلوبا غلفا ویفتح أعینا عمیا ویسمع آذانا صما ویقیم السنة عوجا

تمہارے پاس یہ رسول تشریف لائے کہ غلاف چڑھے دلوں کو زندہ فرمادیں اور اندھی آنکھیں انکھیاری کردیں اور بہرے کان کھول دیں اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی کردیں۔

قرآن عظیم میں ہے

وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ (پارہ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۳۲)

اور جس نے ایک جان کو جِلا لیا اس نے گویا سب لوگوں کو جلا لیا۔

آئمہ دین فرماتے ہیں عالم جس طرح اپنی ابتدا میں نبی کریم ﷺ کا محتاج تھا کہ حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا یونہی اپنی بقاء میں حضور کا محتاج ہے کہ حضور نہ ہوں تو کچھ نہ ہو اس کے نصوص سلطنۃ المصطفیٰ میں ہیں۔انسان وحیوان کی زندگی کھیتی سے ہے کھیتی کی زندگی مینھ سے عام مخلوق کی زندگی پانی سے اوران سب کی اور تمام جہان کی زندگی نبی کریم ﷺ سے حضور کی زندگی ذکر الٰہی سے ذکر الٰہی کی زندگی حضور نے تشریف لا کر اُسے احیا فرمایا مطالع المسرات میں ہے

هو صلى الله عليه وسلم روح الاكوان و حياتها

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کی جان اورزندگی ہیں۔

اسی میں ہے

قداتفقت كلمة اولياء الله على انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الله المتدافى الاروح بنسيم وتنسمها له حياتها

تمام اولیاء کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے وہ راز ہیں جو سب روحوں میں پھیلا ہوا ہے انہیں کی خوشبو سونگھ کر سب روحیں جیتی ہیں۔

اُس کی بخشش ان کا صدقہ

دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

شرح

بخشش اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کے طفیل نصیب ہوتی اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور دلاتے آپ ہیں۔ (ﷺ)

ان کا حکم جہاں میں نافذ

قبضہ کُل پہ رکھاتے یہ ہیں

حل لغات

نافذ، جاری ہونے والا، صادر ہونے والا۔قبضہ، قابو رکھانا (مستعدی) دھروانا، رکھوانا۔

شرح

حضور اکرم ﷺ کا حکم جملہ عالم میں جاری ہے اور کُل کائنات پر آپ کا قبضہ ہے۔مرشدی سیدی مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے لکھا کہ مواہب شریف میں ہے

هو صلى الله عليه وسلم خزانة السر وموضع نفوذ الا مرقدا ينفذا مرا لامنه ولا ينقل خير الا منه صلى الله عليه وسلم

یعنی نبی کریم ﷺ خزانہ راز الٰہی و جائے نفاذ امر ہیں کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے (ﷺ)

مدارج شریف میں ہے

معلوم شد که تصرف وی ﷺ بتصریف الٰهی جل جلاله و عم نواله زمین و آسمان را شامل

اس میں ہے

روز روز اوست وحکم حکم او بحکم رب العالمین

نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں ہے

ان صلى الله عليه وسلم لا حاكم سواه فهو حاكم غير محكوم

رسول اللہ ﷺ کے سوا مخلوق میں کسی کا حکم نہیں حضور اکرم ﷺ حاکم کُل ہیں اور جہاں بھر میں کسی کے محکوم نہیں۔

قادرِ کل کے نائب اکبر
کُن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں

حل لغات

رنگ دکھانا، جوہر ظاہر کرنا، نیرنگی ظاہر کرنا۔

شرح

حضور اکرم ﷺ قادر مطلق کے نائب اکبر ہیں اسی لئے آپ کُن والے جوہر دکھاتے ہیں

سیدنا مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا کہ مواہب لدنیہ میں ہے کہ

اذارام امر يكون خلافه وليس لذاک الامر فى الكون صارف

حضور جب کوئی بات چاہتے ہیں وہی ہوتی ہے اس کا خلاف نہیں ہوتا اور حضور کے چاہے کا جہان میں کوئی پھیرنے والا

نہیں یہی خاص رنگ کُن ہے۔

صحیح بخاری میں ہے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم ﷺ سے عرض کرتی ہیں

اری ربک یسارع فی ھواک

میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں جلدی شتابی کرتا ہے۔

آئمہ کرام فرماتے ہیں اولیاء میں ایک مرتبہ اصحابِ تکوین کا ہے کہ جو چیز اس وقت چاہتے ہیں فوراً موجود ہو جاتی ہے جسے کن کہا وہی ہوگیا۔ مطالع المسرات میں ہے

قال الشیخ ابومحمد عبدالرحمن کل اسم من اسماء اللہ تعالیٰ فعال فی الکون موثر فیه بما یناسب معناہ عبادا اذا تحققوا باسمائه تکونت لھم الاشیاء کمااخبر تعالیٰ عن نوح و عیسیٰ و نبینا ﷺ مما ورد توانا وسنة وھو جاء فی اتباع الرسل ایضا ممالا یعد کثرة

امام ابومحمد عبدالرحمٰن نے فرمایا اللہ عزوجل کا ہر نام عالم میں اپنے معنی کی مناسب نہایت فعل کرنے والا ہے اور اللہ کے کچھ بندے ہیں کہ جب اسماءِ الٰہیہ کے ساتھ متحقق ہوتے ہیں اشیاء ان کے لئے تکون پاتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نوح وعیسیٰ اور ہمارے نبی کریم ﷺ سے جس کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے اور یہ رسولوں کے پیرووں میں بھی اس قدر کثرت سے جاری ہوا کہ گنا نہ جائے۔

اسی میں امام ابوالعباس احمد اقلیشی کی تفسیر سے ہے

قال وھیب بن لورد وکان من الابدال لو قال بسم اللہ صادقا علی جبل لزال ھذاارشا بعض اھل الاشارات فی قوله بسم اللہ منک بمنزلة کن منه

یعنی وہیب بن ورد قدس سرہ کہ ابدال سے تھے فرماتے کہ اگر صدق والا پہاڑ پر بسم اللہ کہے پہاڑ ٹل جائے گا اور اسی طرف بعض اولیائے کرام نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا کہ عارف کا بسم اللہ کہنا خالق کے کن کہنے کی جگہ ہے۔

اسی میں ہے

وعدالحاتمی من کرامات اسماء التکوین اما بمعرفه الاسماء واما بمجرد الصدق لان بسم اللہ منک حینئذ بمنزلة کن منه کذااشار الیه بعض العارفین من اھل التکوین وھو صحیح

یعنی امام محی الدین الدین والدین حاتمی نے کرامات سے اشیاء موجود کردینے کے ناموں کو شمار کیا خواہ یوں کہ وہ اسم معلوم

ہو جس سے شے موجود ہو جاتی ہے اسے لیا اور معدوم شے موجود ہو گئی یا مجرد اپنے صدق سے کہ صادق کا بسم اللہ کہنا خالق کے کن فرمانے کی جگہ ہے بعض اولیائے کہ خود اصحابِ تکوین سے تھے اس کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ صحیح ہے اس سے مزید لکھنے کی ضرورت نہیں۔ تفصیل فقیر کی تصنیف ''کُن کی کُنجی'' میں پڑھیں۔

اُن کے ہاتھ میں ہر کُنجی ہے
مالکِ کُل کہلاتے یہ ہیں

شرح

حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ اقدس میں ہر شے کی کنجی ہے۔ آپ (ﷺ) مالکِ کُل کہلاتے ہیں۔ سیدنا مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بیہقی و ابو نعیم و حاکم وغیرہم کی احادیث میں ہے کہ تورات و انجیل دونوں میں حضور اکرم ﷺ کی نسبت ہے "لعطی المفاتیح" سب کنجیاں انہیں عطا ہوئی۔ الامن والعلی میں بارہ حدیثوں سے ثابت کیا ہے کہ خزانوں کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، دنیا کی کنجیاں، نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، نار کی کنجیاں، ہر شے کی کنجیاں حضور کو عطا فرمائیں۔

علامہ فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات شریف میں نقل فرماتے ہیں

کل ما ظهر فی العالم فانما یعطیه سیدنا محمد ﷺ الذی بیده المفاتیح فلا یخرج من الخزائن الالهیة شی الا علیٰ یدیه ﷺ.

جو نعمت تمام عالم میں کہیں ظاہر ہوتی ہے وہ محمد ﷺ ہی عطا فرماتے ہیں کہ انہیں کے ہاتھ سب کنجیاں ہیں تو اللہ کے خزانوں سے کوئی چیز نہیں نکلتی مگر محمد ﷺ کے ہاتھوں پر۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

انا اعطینک الکوثر
ساری کثرت پاتے یہ ہیں

شرح

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (پارہ ۳۰، سورۃ الکوثر، آیت ۱)

اے محبوب ہم شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں

تمام کثرت صرف آپ (ﷺ) حاصل فرماتے ہیں۔

تفسیر سورۂ الکوثر

شانِ نزول

جب سیّد عالم ﷺ کے فرزند حضرت قاسم کا وصال ہوا تو کفّار نے آپ کو ابتر یعنی منقطع النسل کہا اور یہ کہا کہ اب ان کی نسل نہیں رہی ان کے بعد اب ان کا ذکر بھی نہ رہے گا یہ سب چرچا ختم ہو جائے گا۔ اس پر سورہ کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کفّار کی تکذیب کی اور ان کا بالغ رد فرمایا۔

تفسیر

الکوثر کثرت کا مبالغہ ہے اس سے نہ صرف حوضِ کوثر مراد ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کی کثرت مراد ہے منجملہ ان کے اولاد و متبعین اور آپ کا ذکر وغیرہ وغیرہ کہ آپ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا آپ کی اولاد میں بھی کثرت ہوگی اور آپ کے متبعین سے دنیا بھر جائے گی آپ کا ذکر منبروں پر بلند ہوگا۔ قیامت تک پیدا ہونے والے عالم اور واعظ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے رہیں گے بے نام ونشان اور ہر بھلائی سے محروم تو آپ کے دشمن ہیں۔

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ ظاہر تر یہ ہے کہ الکوثر میں اللہ تعالیٰ کی جملہ نعمتیں داخل ہیں ظاہری ہوں یا باطنی ظاہری تو خیرات دنیا و آخرت ہیں اور باقی علوم لدنیہ جو حضور اکرم ﷺ کو فیض الٰہی سے حساب کے بغیر بواسطہ ظاہرہ و باطنہ حاصل ہو سکے۔

ازالۂ وہم وہابی دیوبندی

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

الکوثر ھو الخیر الکثیر

آپ سے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ بعض لوگ تو کہتے ہیں وہ جنت کی ایک نہر ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ نہر بھی خیر کثیر میں سے ہے۔

آج کل وہابی، دیوبندی اور ہمنوا فرقے یہی تاثر دیتے ہیں جس کی تردید سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر حبر الامہ نے فرمائی۔ (اُویسی غفرلہ)

اس کی مزید تفسیر فقیر کے ترجمہ روح البیان معروف بہ فیوض الرحمٰن کا مطالعہ فرمائیے۔
اور مفصل مضامین کے لئے مولانا محمد اشرف سیالوی کی تصنیف ''کوثر الخیرات'' پڑھیں۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

شرح

اللہ تعالیٰ ہر شے کا عطا کرنے والا اور آپ ﷺ تقسیم فرمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا رزق ہے لیکن مخلوق کو آپ ﷺ کھلاتے ہیں۔ سیدنا مرشدنا مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے لکھا کہ صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے

انما انا قاسم و الله المعطی دینے والا اللہ یا اور بانٹنے والا میں۔

علماء فرماتے ہیں کسی چیز کی تخصیص نہ فرمائی یعنی کوئی نعمت ہو اللہ ہی دیتا ہے اور حضور ہی کے ہاتھ سے ملتی ہے۔ مواہب شریف وغیرہ سے گزرا ہر نعمت حضور ہی سے ملتی ہے۔

ماتم گھر میں ایک نظر میں
شادی شادی رچاتے یہ ہیں

شرح

کسی کے گھر میں مصائب کی وجہ سے ماتم بپا ہو تو حضور اکرم ﷺ کی اک نگاہ کرم سے وہ گھر خوشیوں سے بھر جاتا ہے۔

اپنی بنی ہم آپ بگاڑیں
کون بنائے بناتے یہ ہیں

شرح

ہم اپنی اچھی قسمت کو خود ہی بگاڑتے ہیں لیکن اسے پھر کون سنوارے ہاں اسے حبیب کبریا ﷺ ہی سنوارتے ہیں۔

لاکھوں بلائیں کروڑوں دشمن
کون بچائے بچاتے یہ ہیں

شرح

ہمارے لئے لاکھوں بلائیں اور مصائب منہ کھولے ہوئے ہیں اور بے شمار ہمارے دشمن ہماری جان کے پیاسے ان سے کون بچائے ہاں ہمارے آقا کریم ﷺ ہی ہمیں بچاتے ہیں۔ سیدنا و مرشدنا حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ قصیدہ بردہ شریف میں ہے

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ　　　سواک عندحلول الحادث العمم

اے ساری مخلوق سے زیادہ کرم فرمانے والے میرے لئے کوئی ایسا نہیں سوا آپ کے وقت نزول عام حوادث کے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے قصیدہ اطیب النغم میں ہے

اذا ما اتتنی ازمة مدلھم　　　تحیط بنفسی من جمیع جوانبی

تطلبت ھل من ناصرا ومساعد　　　الوذبہ من خوف سوء العواقب

نلست اری الا الحبیب محمداً　　　رسول الہ الخلق جم المناقب

ومعتصم المکروب فی کل غمرۃ　　　ومنتجع الغفران من کل نائب

جب مجھے سخت تاریک سختی پہنچتی ہے کہ ہر طرف سے میری جان کو گھیر لیتی ہے میں ڈھونڈتا ہوں کوئی یاری دینے والا یا مدد کرنے والا میں جس کی پناہ لوں کہ بدانجامی کا خوف دور ہو جائے اس وقت کوئی نظر نہیں آتا مگر محمد پیارے ﷺ اللہ کے رسول بہت فضیلتوں والے کہ ہر سختی میں مصیبت زدہ کے جائے پناہ ہیں جن کی بارگاہ سے ہر توبہ کرنے والا اپنی مغفرت طلب کرے پھر لکھتے ہیں اس بیت میں اس آیہ کریمہ کی اشارہ ہے کہ جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں۔

بندے کرتے ہیں کام غضب کے
مژدہ رضا کا سناتے یہ ہیں

شرح

بندگانِ خدا بہت بڑے غلط اور سخت بُرے عمل کرتے ہیں لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ انہیں خوشنودی کا مژدہ سناتے ہیں۔

اس میں شفاعت کبریٰ و دیگر جملہ اقسام شفاعت کی طرف اشارہ ہے۔

نزعِ روح میں آسانی دیں

کلمہ یاد دلاتے یہ ہیں

شرح

بوقت سکرات بھی آسانی بخشتے ہیں یعنی امتی کو کلمہ اسلام یاد دلاتے ہیں۔

سیدنا ومرشدنا مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے اس کی شرح میں لکھا کہ امام شعرانی میزانِ الشریعۃ میں فرماتے ہیں

ان ائمۃ الفقھاء والصوفیہ کلھم یشفعون فی مقلدیھم ویلاحظون احدھم عند طلوع روحہ وعند النشر والحشر والحساب والمیزان والصراط ولا یغفلون عنھم فی موقف من المواقف

بیشک سب پیشوا اولیاء وعلماء اپنے اپنے پیرووں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب ان کے پیرووں کی روح نکلتی ہے جب منکر نکیر اس سے سوال کرتے ہیں جب اس کا حشر ہوتا ہے جب اس کا نامہ اعمال کھلتا ہے جب اس سے حساب لیا جاتا ہے جب اس کے عمل تلتے ہیں جب وہ صراط پر چلتا ہے ہر وت ہر حال میں اس کی نگہبانی کرتے ہیں اصلا کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے نیز فرماتے ہیں

جمیع الائمۃ المجتھدین یشفعون فی اتباعھم و یلاحظونھم فی شدائد ھم فی الدنیا و البرزخ ویوم القیمۃ حتی یجاوز واالصراط

تمام آئمہ مجتہدین اپنے پیرووں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا وقبر وحشر ہر جگہ سختیوں کے وقت ان کی نگہداشت فرماتے ہیں جب تک صراط سے پار نہ ہو جائیں کہ اب سختیوں کا وقت جاتا رہا اور ”لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُونَ“ کا زمانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آ گیا نہ انہیں کوئی خوف ہو نہ کچھ غم۔

نیز فرماتے ہیں

واذا کا ن مشائخ الصوفیۃ یلاحظون اتباعھم ومریدیھم فی جمیع الاھوال والشدائد فی الدنیا والاخرۃ فکیف بائمۃ المذاھب

جب اولیاء ہر ہول وسختی کے وقت اپنے پیرووں اور مریدوں کا دنیا وآخرت میں خیال رکھتے ہیں تو آئمہ مذاہب کا کیا کہنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

نیز لواقح الانوار المقدسہ میں ہے

کل من کان متعلقا بنبی اورسول اوولی فلا بدان یحضرہ و یا خذ بیدہ فی الشدائد

جوکوئی کسی نبی یا رسول یا ولی کا ہوگا ضرور ہے کہ وہ نبی یا ولی اس کی مشکلوں کے بدولت تشریف لائیں گے اور اس کی دستگیری فرمائیں گے۔سند یہاں کثیر و موفور اور ان میں سے بہت حیاۃ الموات و انوار انتباہ و فتاویٰ افریقہ میں مذکور مگر اُس کے لئے جو اہل ہدایت ہو

وَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (پارہ ۱۸،سورۃ النور،آیت ۴۰)

اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔

مرقد میں بندوں کو تھپک کر
میٹھی نیند سلاتے یہ ہیں

حل لغات

مرقد،سونے کی جگہ مجازاً قبر یہاں یہی مراد ہے۔تھپک،تھپکنا کا اسم بچے کے بدن پر آہستہ آہستہ ہاتھ مارنا،تسکین دینا،شاباش دینا۔

شرح

ہر قبر میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی تحقیق اسی شرح حدائق میں متعدد مقامات پہ ہوچکی ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ مومن جب صحیح جواب دے گا تو اسے فرشتے کہے گا ''کنومۃ العروس'' سوجا دُلہن کی طرح۔مومن کو جو یہ راحت نصیب ہوئی حضور اکرم ﷺ کے صدقے اور یہ نوید صرف اور صرف سنی مسلمان کے لئے ہے اسی لئے امام احمد رضا قدس سرہ نے بندوں کی قید میں اشارہ فرمادیا کہ اس نوید کے مستحق غلامانِ مصطفیٰ ﷺ ہیں نہ کہ دشمنانِ رسول (ﷺ) اس لئے کہ کافر و مشرک اور منافق بحکم حدیث صحیح جواب نہ دے سکے گا اور مرتدین کا حال بھی ان سے زبوں تر ہے اس لئے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی قبر میں زیارت کا قائل ہی نہیں اور اسے دشمن ابلیس نے گھیرا ڈالنا ہے اور رسول پاک ﷺ نے اس سے بیزاری کا اظہار فرمایا اسی لئے آسانی سے شیطان کا شکار ہوجائے گا۔

قبر میں شیطان کا دھوکہ

قبر میں انسان کو شیطان بہکاتا ہے اور چاہتا ہے کہ مسلمان یہاں دھوکہ کھا کر جہنم کا ایندھن بنے اسی لئے وہ قبر میں پہنچ کر گمراہ کرتا ہے۔حضور اکرم ﷺ کے ارشادات سنئے

ابن ماجہ و بیہقی میں سعید بن مسیّب سے مروی ہے کہ

قال حضرت ابن عمر فی جنازة فلما وضعها فی اللحد قال بسم الله وفی سبیل الله وعلی ملة رسول الله فلما أخذ فی اللبن علی اللحد قال اللهم أجرها من الشیطان ومن عذاب القبر ثم قال سمعته من رسول الله ﷺ هذا مختصر.

یعنی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اسے لحد میں رکھا تو کہا بسم و فی سبیل اللہ جب لحد برابر کرنے لگے کہا الٰہی اسے شیطان سے بچا اور عذابِ قبر سے امان دے پھر فرمایا میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔

امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم بسند جید عمرو بن مرہ تابعی سے روایت کرتے ہیں

کانوا یستحبون اذا وضع المیت فی اللحران یقولوا اللهم اعذه من الشیطن الرجیم

یعنی صحابہ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میت لحد میں رکھا جائے تو دعا کریں الٰہی اسے شیطان رجیم سے پناہ دے۔

ابن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم اپنے مصنف میں خیثمہ سے راوی

کانوا یستحبون اذا دفنوا المیت ان یقولوا بسم الله وفی سبیل الله وعلیٰ ملة رسول الله اللهم اجره من عذاب القبر و عذاب النار و من شر الشیطان الرجیم

مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ ﷺ کی ملت پر الٰہی اسے عذابِ قبر و عذابِ دوزخ اور شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش۔

نوادر الاصول میں امام محمد بن علی ترمذی فرماتے ہیں

ان المیت اذا سئل من ربک یری له الشیطان فیشیر الی نفسه انی انا ربک الخ

جب میت سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو شیطان اپنی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔

فائدہ

حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ قول حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ثابت کرکے لکھتے ہیں کہ یہ قول احادیث سے بھی مؤید ہے۔

مسئلہ

ابن القیم نے کہا عذابِ قبر کا انقطام ضروری ہے کیونکہ عذاب دنیا سے متعلق تھا لیکن یہ معلوم نہیں کہ کب منقطع

ہو گا۔

حضرت ہناد بن سری فرماتے ہیں کہ کافروں کو اونگھ آئے گی جس سے وہ تا قیامت نیند محسوس کرے گا لیکن اہلِ قبور کو آواز پڑے گی تو کافر کہے گا ہائے افسوس

مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ا (پارہ ۲۳،سورۂ یٰس ،آیت ۵۲)

کس نے ہمیں سوتے سے جگا دیا۔

ماں جب اکلوتے کو چھوڑے
آ آ کہہ کے بلاتے یہ ہیں

حل لغات

اکلوتا، ماں باپ کا ایک ہی بیٹا۔ آ، آ، بلانے کی آواز۔

شرح

جب ماں نہایت سخت وقت میں بہت پیارے بیٹے کو چھوڑ دے اور اس کی کسی طرح کی امید نہ ہو تو حضور اکرم ﷺ شفاعت کی نوید سنا کر امتی وغیرہ کو اپنے پاس بلاتے ہیں جس کی تفصیل اگلے شعر میں ہے۔

باپ جہاں بیٹے سے بھاگے
لطف وہاں فرماتے یہ ہیں

شرح

قیامت کے دن باپ بیٹے سے بیزار ہو گا بلکہ جمیع اقرباء اعزہ اس وقت حضور اکرم ﷺ کا لطف عام ہو گا۔ قرآن مجید میں ہے

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِo وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ oوَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِoلِكُلِّ امْرِءٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِo (پارہ ۳۰،سورۂ عبس ،آیت ۳۴ تا ۳۷)

اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور جورو اور بیٹوں سے ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی اسے بس ہے۔

یاد رہے کہ یہ حکم شفاعت سے پہلے کا ہے جب حضور اکرم ﷺ شفاعت کبریٰ فرمائیں گے اس کے بعد مومن ماں

،باپ، بیٹا، اعزہ اقارب ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے۔

سنکھوں بیکس رونے والے
کون چپائے چپاتے یہ ہیں

حل لغات

سنکھوں، سنکھ کی جمع، سولاکھ کی تعداد یہاں بیشمار مراد ہے۔ چپائے از چپانا، چپ کرانا۔

شرح

بیشمار مجرموں گنہگار رونے والوں کو قیامت میں کون رونے سے چپ کرائے یہ صرف اور صرف حضور اکرم ﷺ کا کرم ہے کہ اتنے بے شمار ابنائے آدم کو نہ صرف چپ کرائیں گے بلکہ شفاعت کی نوید سنائیں گے کفار کو شفاعت کبریٰ سے خاموش کرائیں گے اہل ایمان کو جنت کے داخلہ کی خوشخبری سے ہمکنار کرائیں گے۔

خود سجدے میں گر کر اپنی
گرتی امت اُٹھا تے یہ ہیں

شرح

قیامت میں خود سجدہ میں گر کر اپنی گری ہوئی امت کو حضور (ﷺ) ہی سنبھالیں گے۔

ننگوں بے ننگوں کا پردہ
دامن ڈھک کے چھپاتے یہ ہیں

حل لغات

ننگوں، ننگا کی جمع، بے شرم، بے حا، بے عزت۔ دامن ڈھک، پناہ میں لے کر یا عیب چھپا کر وغیرہ۔

شرح

گنہگار ہوں یا نیک سب کا آپ ہی پردہ رکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ سے شفاعت کے ذریعہ انعام و اکرام کا مستحق بنائیں گے۔

اپنے بھرم سے ہم ہلکوں کا
پلہ بھاری بناتے یہ ہیں

حل لغات

بھرم، اعتبار، بھروسہ، راز، بھید۔ ہلکوں، ہلکا کی جمع ہے بمعنی سبک، کم وزن، سبکسار، اوچھا، کم ظرف، حقیر یہی آخر معنی مراد ہے۔ پلہ، ترازو کا پلڑا، مرتبہ، درجہ، سیڑھی۔ بھاری، وزنی، بوجھل۔

شرح

اپنے بھرم یعنی راز و نیاز سے ہم بے کاروں کا پلہ بھاری فرمادیں گے کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا پیغام لے کر ہم سب (اہل ایمان) کو جنت میں لے جائیں گے۔

ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا

پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں

شرح

شراباً طہوراً حوضِ کوثر کا ٹھنڈا اور میٹھا میٹھا ہم پئیں گے اور رسول اللہ ﷺ ہم سب کو پلائیں گے حضور اکرم ﷺ نے سورۃ کوثر مبارک پڑھ کر فرمایا

أتدرون ما الكوثر إنه نهر في الجنة وعد فيه ربي فيه خير كثير أحلى من العسل وأشد بياضاً من اللبن وأبرد من الثلج وألين من الزبد حافتاه الزبرجد وأوانيه من فضة عدد نجوم السماء لا يظمأ من شرب منه أبداف أول وارديه فقراء المهاجرين لدنسوا الثياب الشعث الرؤوس الذي يزوحون المنعمات ولا تفتح لهم أبواب السدد ويموت أحدهم وحاجته تتلجلج في صدره لو أقسم على الله لائبره. (روح البیان جلد ۱۰ صفحہ ۵۲۴)

جانتے ہو کوثر کیا ہے فرمایا وہ جنت میں ایک نہر ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں ان گنت خیر و بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے وہ شہد سے زیادہ میٹھی اور دودھ سے زیادہ سفید اور برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مکھن سے زیادہ نرم اس کے دونوں کنارے زبرجد کے اور اس کے برتن چاندی کے اور وہ آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں اس سے جو پئے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا سب سے پہلے اس میں وارد ہونے والے فقراء مہاجرین ہوں گے جن کے کپڑے میلے کچیلے اور اجڑے ہوئے اور بکھرے بالوں والے جن کے ساتھ دولت مند عورتیں نکاح کرنے کو گوارا نہیں کرتی تھیں ان پر بند دروازے نہ کھولے جاتے تھے اور ان کا ایک جب مر جاتا تو ضرورت کی فکر ابھی سینے میں کھٹکتی رہی حالانکہ ان کی شان یہ تھی کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو قسم دے

کرکسی کام کے لئے کہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کرے (یعنی کام کردے گا)

اعجوبہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

من أراد أن يسمع خرير الكوثر فليدخل أصبعيه في أذنيه . (روح البیان جلد ۱۰ صفحہ ۵۲۴)

جو کوثر (حوض) کی آواز سننا چاہے وہ کانوں میں انگلی دبائے تو وہ آواز اب بھی اپنے کانوں میں سنتا ہے۔

درسِ عبرت

جس کریم نبی ﷺ کے کنوئیں کا یہ کمال ہے اس کے مالک کریم ﷺ کا کتنا ارفع و اعلیٰ کمال ہوگا

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

حوضِ کوثر کی وجہ تسمیہ

حضرت عطاء نے فرمایا کہ حوضِ کوثر کو اس لئے کوثر کہتے ہیں کہ اس میں وارد ہونے والے ان گنت ہیں۔ حدیث شریف میں ہے

حوضي ما بين صنعاء الى ايلة.

میرا حوض صنعاء (یمن) سے لے کر ایلہ (بیت المقدس) تک (کی مسافت میں) پھیلا ہوا ہے۔

لیکن چار یار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اعداء حوضِ کوثر کے پانی سے محروم ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا حوضِ کوثر کے چاروں کونوں پر میرے چار یار ہوں گے ایک کنارے پر ابوبکر، دوسرے پر عمر، تیسرے پر عثمان، چوتھے پر علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہوں گے جو ان میں سے کسی ایک سے بغض کرتا ہوگا اسے کوئی بھی حوضِ کوثر سے کچھ نہ پلائے گا ظاہر یہ ہے کہ الکوثر میں اللہ تعالیٰ کی جملہ نعمتیں داخل ہیں۔ (روح البیان، پارہ ۳۰، تفسیر الکوثر)

سلم سلم کی ڈھارس سے
پل پر ہم کو چلاتے یہ ہیں

حل لغات

سلم سلم، اس حدیث پاک کی طرف اشارہ ہے جس میں ہے حضور اکرم ﷺ پلصراط پر گذرنے کے وقت امت

کے لئے دعا فرمائیں گے۔ ڈھارس، یاری، سہارا، تسلی، ہمت۔

شرح

سلم سلم کی تسلی سے ہمیں پل صراط پر آپ ﷺ آرام سے گذار دیں گے جیسا کہ سابقہ مجلدات میں اس کی تفصیل گزری۔

جس کو کوئی نہ کھلوا سکا
وہ زنجیر ہلاتے یہ ہیں

شرح

جسے کوئی زنجیر نہ کھلوا سکا وہ زنجیر صرف اور صرف حضور اکرم ﷺ ہی ہلائیں گے یہ قبول شفاعت کی طرف اشارہ ہے جسے تفصیل سے مجلداتِ سابقہ میں کیا گیا ہے۔

جن کے چھپر تک نہ ان کے
موتی محل سجواتے یہ ہیں

حل لغات

چھپر، پھونس کی چھت، بوجھ، بار۔ موتی، دُر، گوہر۔

شرح

یہ تو سب کو یقین ہے کہ مرنے کے بعد صرف ہی مقام ہیں جنت، دوزخ۔

جنت غلامانِ مصطفیٰ کے واسطے اور دوزخ دشمنانِ مصطفیٰ کے واسطے

شب معراج

سفر معراج میں ایک مقام پر حضور اکرم ﷺ کو پاکیزہ ٹھنڈی ہوا اور مشک کی خوشبو آئی اور ایک نہایت پیاری آواز سنائی دی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ جبریل نے عرض کیا یہ جنت کی آواز ہے وہ عرض کرتی ہے کہ اے رب مجھے جو وعدہ کیا ہے عطا فرما مجھ میں بالا خانے، استبرق و حریر، چاندی سونا اور موتی، گل تشتریاں اور کوزے، شہد، پانی، دودھ اور شراب طہور، پھل اور میوے بکثرت ہیں۔

اللہ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ ہر مسلمان مرد و مسلمان عورت، مومن مرد و مومنہ عورت پر اور میرے رسولوں

پر ایمان لائے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، مجھ سے ڈرے اور نیک کام کرے تیرے ہی لئے ہے میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں میں وعدہ خلافی نہیں کروں گا جنت بولی میں راضی ہوں۔

پھر ایک مقام پر گذر ہوا جہاں بدبودار ہوا آئی اور نہایت مکروہ آواز سنائی دی آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ جبریل نے عرض کی یہ جہنم کی آواز ہے جو کہتی ہے اے میرے رب میرے ساتھ جو وعدہ کیا ہے عطا فرما مجھ میں بھڑکتے ہوئے شعلے، طوقِ زنجیر، گرم پانی اور پیپ بیشمار ہے، سخت گرمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مشرک مرد، عورت، کافر مرد و کافرہ عورت سرکش معاند تیرے لئے ہیں۔ وہ بولی میں راضی ہوں۔

مولانا محمد بشیر کوٹلوی نے کیا خوب فرمایا

خلد تو ہے غلامانِ مصطفیٰ کے واسطے　　　اور جہنم دشمنانِ مصطفیٰ کے واسطے

حدیث شریف میں ہے

من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة

جس نے لا الٰہ الا اللہ صدقِ دل سے کہا اور اس پر اس کا خاتمہ ہوا وہ بہشت میں داخل ہوگا۔

حدیث شریف

حدیث میں ہے بہشت میں ایک نورانی شہر ہے اس کے اندر محلات اور دریچے ایسے ہیں جنہیں پہلے کسی ملک مقرب نے دیکھا ہے اور نہ نبی مرسل نے اور اس کے اندر رہنے والے خدام و ازواج نورانی ہیں یہ تمام اللہ تعالیٰ نے عاقل لوگوں کے لئے تیار فرمائے ہیں جب اللہ تعالیٰ اہل جنت کو اہل نار سے ممتاز فرمائے گا ایسے ہی اہل عقل غیر عقل والوں سے ممتاز فرمائے گا پھر ہر ایک کو عقل کے مطابق ان شہروں میں بسایا جائے گا ان ہر ایک کا ہر درجے کا فرق مشرق و مغرب کی درمیانی مسافت ہزار مرتبہ کے مطابق ہوگا۔

فائدہ

عقل سے علم و معرفت الٰہی مراد ہے۔ حدیث شریف میں ہے بہشت بعض مخصوص درجات ہیں جو صرف اہل ہموم کو نصیب ہوں گے۔

فائدہ

اصحابِ ہموم سے وہ لوگ مراد ہیں جو حلال رزق کے متلاشی رہتے ہیں۔ (روح البیان)

چونکہ جنت عالم غیب کی شے ہے اور وہ اب موجود بھی ہے اس سے ہم عوام بے خبر ہیں لیکن اس کی موجودگی اور اس کی نعمتوں کا ماننا فرض ہے ان مفصل کی تفصیل میں "الجنۃ والنار حق" تسلیم کرنا پڑتا ہے اگر چہ وہ غیب کے امور سے ہے لیکن حضور اکرم ﷺ جنت کے ذرہ ذرہ کو جانتے بھی ہیں اور جسے چاہیں عطا فرماتے بھی۔ فقیر جنت کے بارے چند روایات عرض کردے تاکہ قارئین کے عقائد میں تروتازگی ہو اور یقین کریں کہ جنت اتنی بڑی جاگیر کے مالک حقیقی نے اپنے حبیب ﷺ غلامانِ محمد ﷺ کے لئے بنائی ہے۔

جنت کی نعمتوں کی تفصیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ آنکھ نے دیکھیں نہ کان سے سنیں نہ کسی بشر کے قلب پر گزریں اور اگر چاہو یہ آیت پڑھ لو (کہ اس سے اس کی تصدیق ہو جائے گی)

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۝ (پارہ ۲۱، سورۃ السجدہ، آیت ۱۷)

تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اہل جنت کی بیبیوں میں سے ایک عورت بھی اہل زمین کی طرف جھانک لے تو تمام آسمان و زمین کی چیزوں کو روشن کردے اور اس کو خوشبو سے پُر کردے اور اس کے سر پر جو اوڑھنی ہے وہ تمام دنیا و مافیہا سے افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس تک چلا جاوے اور اس کو قطع نہ کرسکے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اول گروہ جو جنت میں داخل ہوں گے چودھویں رات کے چاند کی شکل پر ہوں گے پھر جوان سے بعد کے مرتبے میں ہیں وہ بہت تیز روشن ستارے کے مثل ہوں گے سب کے قلوب (دل) ایک آدمی کے قلب جیسے ہوں گے کہ ان میں نہ کدورت ہوگی اور نہ بغض ہوگا ان میں ہر شخص کے پاس حور عین (یعنی گوری گوری بڑی آنکھوں والی عورت) میں سے دو دو بیبیاں ہوں گی جن کی ساق (پنڈلی) کا گودا استخوان اور گوشت کے اندر سے بوجہ غایت حسن کے نظر آئے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ

تمہارے لئے یہ امر قرار پاچکا ہے تم ہمیشہ تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہ ہوں گے اور ہمیشہ جوان رہو گے اور کبھی بوڑھے نہ ہوں گے اور ہمیشہ آرام سے رہو گے اور کبھی سختی نہ دیکھو گے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو پکارا گا کہ اے اہل جنت وہ عرض کریں گے کہ ہم حاضر ہیں اور خدمت گزار ہیں اور خیر سب کی سب تیرے ہاتھوں میں ہے (یعنی کیا ارشاد ہے) فرمائے گا کہ تم راضی بھی ہو گئے۔ اے رب راضی کیوں نہ ہوتے حالانکہ تو نے ہم کو ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو آج کسی تک کسی کو عطا نہیں فرمائیں ارشاد ہو گا کہ میں تم کو اس سے بھی بڑھ کر ایک چیز دوں عرض کریں گے اے رب اس سے افضل کیا چیز ہو گی۔ ارشاد ہو گا کہ میں تم پر ہمیشہ اپنی رضامندی مبذول رکھوں گا اور اس کے بعد کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت کی عمارت کیسی ہے فرمایا ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی اور اس کا مشک خالص ہے اور کنکریاں اس کی موتی اور یاقوت ہے اور مٹی اس کی زعفران ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں ہے جس کا تنا سونے کا نہ ہو۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو جنت میں لے جائے تو جب تیرا جی چاہے گا کہ یاقوت سرخ کے گھوڑے پر تجھ کو سوار کیا جائے تو تجھ کو جہاں جہاں تیرا جی چاہے لے جائے پھرے تب ہی ایسا ہو جائے گا اور اسی حدیث میں ہے کہ اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے تجھ کو ہر قسم کی چیزیں ملیں گے جو چیز تیرا جی چاہے اور جس سے تیری آنکھوں کو لذت ہو۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ادنیٰ اہل جنت کا ایسا ہو گا جس کے اسی ہزار خادم اور بہتر بیبیاں ہوں گی اور اس کے لئے ایک قبہ موتی اور زبرجد اور یاقوت کا اتنا بڑا کھڑا کیا جائے گا جابیہ سے صنعا کا فاصلہ ہے اور اسی اسناد سے یہ حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اہل جنت پر تاج ہوں گے کہ ادنیٰ موتی ان کا مشرق و مغرب کے درمیان کی چیزوں کو روشن کرسکتا ہے۔

حضرت حکیم بن معاویہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک دریا پانی کا اور ایک شہد کا اور ایک دودھ کا اور ایک شراب کا ہوگا پھر ان دریاؤں سے آگے نہریں نکل نکل کر چلی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک جگہ ہوگا جہاں حوریں جمع ہوکر بلند آواز سے جس کی مثل خلائق نے نہ سنا ہوگا یہ گائینگی "یعنی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی سختی نہ جھیلیں گی اور ہم راضی رہیں گی کبھی ناراض نہ ہوں گی، اس شخص کے لئے بڑی خوشحالی ہے کہ وہ ہمارا ہوا اور ہم اس کی ہوں"

حضرت حریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے رب کو کھلم کھلا دیکھو گے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم جنابِ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے آپ ﷺ نے لیلۃ البدر میں چاند کو دیکھا اور فرمایا کہ تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جیسا اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ اس کے دیکھنے میں ایک دوسرے کو زحمت نہیں ہوتی (جیسا شاہانِ دنیا کی سواری دیکھنے میں ہوتی ہے)

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب جنت والے جنت میں جائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو کہ تم کو دوں وہ عرض کریں گے کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی۔ آپ فرماتے ہیں کہ بس پردہ اُٹھا دیا جائے گا پس اللہ تعالیٰ کا جمال باکمال دیکھیں گے اور کوئی چیز ان کو ایسی عطا نہیں ہوئی تھی جو اپنے رب کی طرف نظر کرنے سے زیادہ محبوب ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت میں سب سے ادنیٰ درجہ کا وہ شخص ہوگا جس کو اپنے باغ اور بیبیاں اور سامانِ نعمت اور خدمت گار اور اسبابِ مسرت ایک ہزار برس کی مسافت تک نظر آئیں گے اور سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہوگا جو حق تعالیٰ کے دیدار سے صبح و شام مشرف ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے دفعتہً ان کے روبرو ایک نور بلند ہوگا تو دیکھتے کیا ہیں کہ حق تعالیٰ کا ظہور ہوا اور ارشاد ہوگا السلام علیکم یا اہل الجنۃ اور اس آیت کی یہی تفسیر ہے

سَلٰمٌ ۙ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (پارہ ۲۳، سورۂ یٰس، آیت ۵۸)

ان پر سلام ہوگا مہربان رب کا فرمایا ہوا۔

پس حق تعالیٰ اہل جنت کو اور اہل جنت حق تعالیٰ کو دیکھیں گے اور جب تک ادھر دیکھتے رہیں گے کسی نعمت کی طرف التفات نہ کریں گے یہاں تک کہ وہ ان سے پردے ہو جائے گا اور نور جو اس کا اثر ہے باقی رہ جائے گا۔

حکایت

سیدنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں آپ نے ایک امیر شخص کو دیکھا جو زرق برق اور معطر لباس پہنے اپنے خدام وموالی کے ساتھ بادشاہ کے دربار میں جا رہا تھا حضرت حسن بصری نے اس امیر کو مخاطب فرما کر فرمایا کہ اے امیر شہر تو کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا میں بادشاہ میں دربار میں جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ذرا غور کر کہ تو نے جو یہ شاندار اور معطر لباس پہنا ہے صرف اس لئے کہ بادشاہ کے دربار میں حضوری کے وقت تو پھٹے پرانے بوسیدہ اور بدبودار لباس سے شرمندہ نہ ہو حالانکہ بادشاہ بھی تیری طرح ایک انسان ہے اب سوچو کہ یہ گناہوں کی کثرت اور نافرمانی کی گندگی سے جو تو نے اپنی کو ملوث کر رکھا ہے تو کل قیامت کے روز انبیاء وصالحین کے درمیان احکم الحاکمین کے دربار میں حاضری دیتے وقت کیا تم شرمندہ نہ ہو گے؟ امیر آدمی پر اس کلام کا بڑا اثر ہوا اور اس نے حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کی بیعت کر لی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گیا۔ (درۃ الناصحین صفحہ ۲۳۶)

فائدہ

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اور اس کی جنت میں جانے کے لئے ہمیں لازم ہے کہ ہم نیک اعمال کی خوشبو سے اپنی روح کو معطر کر لیں اور اخلاقِ حسنہ سے اپنے آپ کو مزین کر لیں اور گناہوں کی بدبو اور گندگی سے اپنے آپ کو بچائیں رکھیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور شرمندگی سے دو چار نہ ہونا پڑے۔ دیکھئے آپ اپنی بیٹھک کے فرش پر کسی کو گندے پیروں کے ساتھ پھرنے کی بلکہ کسی آدمی کو اپنی بیٹھک کے اندر داخل ہونے ہی کی اجازت نہیں دیتے۔ پھر اگر ہم گناہوں کی نجاست سے آلودہ خدا کی جنت کی طرف بڑھے تو کیا ہمیں اس حالت کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل سکے گی؟ تو لازم ہے کہ ہم جنت میں جانے کے لئے گناہوں اور نافرمانیوں سے صاف وستھرے ہو کر تیار ہوں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا کہ

اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ o (پارہ ۴، سورۂ آل عمران، آیت ۱۳۳) پرہیز گاروں کے لئے تیار رکھی ہے۔

جنت کی وسعت

اللہ تعالیٰ نے جنت کی وسعت قرآن میں بیان فرمائی ہے

عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ ا (پارہ۴،سورۂ آل عمران،آیت ۱۳۳)

جس کی چوڑان میں سب آسمان وزمین آجائیں۔

فائدہ

جنت کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ سارے آسمان اور زمین کی چوڑان میں سما جائیں اللہ تعالیٰ ہمیں جنت کی وسعت سمجھانے کے لئے آسمانوں اور زمین کا اس میں سما جانے کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ ہم نے سب سے زیادہ وسیع چیز جو دیکھی ہے وہ آسمان اور زمین ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں کہ وہ جنت کو اس قدر وسعت دے دے کہ سارے آسمان اور زمین اس کی چوڑان میں سما جائیں۔ ذرا اندازہ کیجئے جنت کی وسعت کا کہ ساتوں آسمان اور زمین کے طبقے ساتھ ساتھ جوڑ دیئے جائیں اور سب کا ایک پرت بنا کر جنت کے چوڑان میں رکھا جائے تو یہ سارا پرت اس میں سما جائے اور پھر یہ کہ یہ ایمان صرف جنت کی چوڑان کا ہے اور ظاہر ہے کہ عرض سے طول یعنی چوڑان سے لمبائی یقیناً بڑی ہوتی ہے پھر جس کی چوڑان کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ سارے آسمان اور زمین اس میں سما جائیں تو اس کی لمبائی کا تو کیا ہی ٹھکانا ہے۔

حدیث شریف

جنت کی وسعت کا عالم یہ تو قرآن نے بیان فرمایا ہے اب آیئے چند ایک احادیث سنئے اور جنت کی وسعت کا اندازہ کیجئے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں

ان فی الجنة شضرة یسیر الراکب فی ظلها مائة عام لا یقطعها. (مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۷)

جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سایہ میں سوار آدمی سو سال تک بھی چلتا رہے تو اُسے طے نہ کر سکے۔

اندازہ فرمایئے کہ وہ کتنا بڑا درخت ہوگا اور جس گھر میں یہ درخت ہوگا اس گھر کی وسعت کا کیا عالم ہوگا۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا

فی الجنة مائة درجة مابین کل درجتین کما بین السماء والارض والفردوس اعلاها درجة (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۸۸)

جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان اور سب سے اونچا درجہ جو ہے اس کا نام فردوس ہے۔

سبحان اللہ! اتنی بڑی وسعت کہ اس کے درجوں کے درمیان زمین وآسمان کے درمیان جتنا فاصلہ ہے اور ایسے درجے اس میں پورے سو ہیں۔

ایک اور حدیث سنیئے

ما بین مصراعین من مصاریع الجنة سیرة اربعین سنة ولیاتین علیها یوم وهو کظیظ من الزحام (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۸۹)

جنت کی جوانب میں سے دو جانبوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال کے سفر کے برابر ہے اور ایک دن ایسا آئے گا جب کہ یہ سب جوانب کی جگہیں لوگوں کی کثرت سے بھر جائیں گی۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

ان فی الجنة مائة درجة لو ان العالمین اجتمعوا فی احد اهن لوسعتهم. (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۸۹)

جنت میں سو درجے ہیں اگر سارے عالموں والے اس کے ایک درجے ہی میں جمع کئے جائیں تو اس میں سما جائیں۔

العظمة للہ جنت کا صرف ایک درجہ اس قدر وسیع ہوگا کہ ایک عالم نہیں بلکہ جس قدر بھی عالم یعنی جس قدر بھی جہان ہیں ان سب جہانوں والے اگر اس میں ایک درجہ میں جمع ہو جائیں تو وہ ایک درجہ ہی ان سب کے لئے کافی ہوگا۔

جنت کا دروازہ

میرے بھائیو اب ایک اور حدیث سنیئے جس میں جنت کے دروازے کی وسعت کا بیان ہے۔ ظاہر ہے کہ دروازے کی وسعت جس قدر زیادہ ہوگی اس کے مطابق مکان کی بھی وسعت ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں

باب امتی الذین یدخلون منه الجنة عرضه سیرة الرکب المجود ثلثا ثم انهم لیضغلون علیه حتی تکاد مناکبهم تزول. (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۹۰)

جنت کا دروازہ جس سے میرے امتی جنت میں داخل ہوں گے اتنا چوڑا ہوگا کہ اس کی چوڑان تین سال کی مسافت کے برابر ہوگی باوجود اس کے جب میری امت اس سے گذرنے لگے گی تو وہ ان کی کثرت کے باعث ان پر تنگ ہو جائے گا اور بھیڑ کی وجہ سے ان کے کندھے ٹلنے کے قریب ہو جائیں گے۔

یعنی کندھے سے کندھا بھڑے گا اور اس قدر اژدہام اور ہجوم ہوگا کہ اتنا بڑا دروازہ ان کے لئے تنگ ہو جائے گا اندازہ فرمایئے کہ جس جنت کا دروازہ اتنا وسیع ہے وہ جنت خود کتنی وسیع ہوگی۔

سوادِ اعظم

میرے بھائیو! ایک بات یہاں اور بھی سمجھ لیجئے کہ یہ اژدہام اور بھیڑ سوادِ اعظم اہل سنت ہی افراد سے ہی ہو سکے گی اور اگر سوادِ اعظم ہی کو شرک و بدعتی اور گمراہ کہہ دیا جائے تو غور فرمالیجئے کہ اتنی بڑی جنت اور اس کے اتنے بڑے دروازے میں یہ کثرتِ ہجوم اور بھیڑ کیا اُن مٹھی بھر لوگوں سے پیدا ہو سکے گی جن سے اُن کی اپنی چھوٹی چھوٹی مسجدیں بھی پُر نہیں ہوسکتیں؟ پچھلی ایک حدیث سے آپ معلوم کر چکے کہ جنت کے دو جانبوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال کی مسافت کے برابر ہوگا اور ایک دن ایسا آئے گا کہ لوگوں کی کثرت سے جنت کی ساری جانبوں کے درمیان مقامات بھر جائیں گے۔ بھائیو! اگر یہ جلوس میلاد شریف نکالنے والے اور نعرہ ہائے رسالت لگانے والے کروڑوں مسلمان گیارہویں دینے والے اور انگوٹھے چومنے والے کروڑوں مسلمان اگر یہی شرک و بدعتی قرار دے دیئے جائیں تو پھر اتنی بڑی جنت جس میں زمین و آسمان بھی سما جائیں ہرگز ہرگز بھری نہ جا سکے گی۔ اس جنت میں رونق اُسی وقت لگے گی جب کہ سوادِ اعظم کے گروہ در گروہ اس میں داخل ہوں گے اور سوادِ اعظم ہی اس ارشاد کا مصداق بنے گا "کظیظ م الزحام" یعنی جنت کی سب جگہیں لوگوں کی کثرت سے بھر جائیں گی۔

جدید انکشاف

میرے بزرگو دوستو اور عزیزو! قرآن و حدیث کے ارشادات پر ہمارا تو ایمان تھا ہی مگر بعض وہ لوگ جو اپنی محدود عقل ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے ان ارشادات کو سن کر انکار کے چکر میں پھنس جاتے تھے اور جنت کی اس قدر وسعت کا سن کر ان کی یہ محدود عقل چکرانے لگتی تھی۔ آج خود ہی یہ لوگ اپنی سائنس کے ذریعہ سے ایسے ایسے انکشافات کرنے لگے ہیں کہ اب وہ اسلامی ارشادات کا کسی صورت انکار نہیں ہی نہیں سکتے۔ پچھلے دنوں چاند پر پہنچنے کے سلسلہ میں ایک سائنسدان کا مضمون اخبارات میں پڑھا گیا کہ خلاء میں کھربوں کی تعداد میں سیارے ہیں۔ چاند، سورج اور مریخ و مشتری وغیرہ سیارے تو قریب کے سیارے ہیں ان کے علاوہ کھرب کھرب میلوں دور اور کھربوں کی تعداد میں اور بھی سیارے موجود ہیں۔ بعض سیاروں کی دوری کی مسافت سیارہ ڈائجسٹ لاہور شمارہ اگست ۱۹۶۹ء کے صفحہ ۱۲۷ پر اس طرح بیان کی گئی ہے

سورج ہم سے صرف ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل دور ہے جب کہ قریب ترین ستارے بھی کھربوں میل کے فاصلے پر ہیں ایک لاکھ چھیاسی ہزار (۱۸۶۰۰۰) میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سورج کی روشنی ہم تک ۸ منٹ تک پہنچتی ہے لیکن قریب ستارہ بھی اتنا دور ہے کہ اس کی روشنی کو زمین تک پہنچنے میں ساڑھے چار سال لگ جاتے ہیں دس ہزار میل فی گھنٹہ چلنے والا

راکٹ ستر ہزار سال بعد اس ستارے تک پہنچ سکتا ہے۔

اس جدید انکشاف کو سامنے رکھ کر اندازہ کیجئے کہ سورج کی روشنی ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل دور سے زمین تک ۸ منٹ میں پہنچ جاتی ہے جس ستارے کی روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے زمین تک ساڑھے چار سال کے بعد پہنچ سکے وہ ذرا سوچئے تو سہی کہ کس قدر دور ہوگا اور پھر یہ کہ یہ ستارہ دوسرے کھربوں ستاروں سے قریب ترین ستارہ ہے اور جو ستارے اس سے بھی آگے ہیں ان کی دوری کو خدا ہی جانے یا اس کی عطاء سے اس کا رسول ﷺ۔

میرے بھائیو! اس جدید انکشاف کو سامنے رکھیں اور تصور میں خلاء کا منظر لائیے کہ اس خلاء میں کھربوں ستارے ایک دوسرے کے کھرب در کھرب میل اوپر چمک رہے ہیں اور پچھلی حدیث پھر پڑھیں کہ حضور ﷺ نے جنت میں سو درجوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جنت کے ہر دو درجوں کا درمیان فاصلہ زمین و آسمان کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہے اور پھر حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ان درجوں میں داخل ہونے والے جنتیوں کی شان یہ ہوگی کہ

یدخلون الجنة علی صورة القمر لیلة البدر ثم الذین یلونهم کاشد ک السماء. (مشکوۃ صفحہ ۴۸۸)

جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو ان کی صورتیں چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گی پھر جوان کے ساتھ ملے ہوں گے یعنی دوسرے درجے میں ہوں گے وہ یوں چمکتے نظر آئیں گے جس طرح آسمان میں بے حد چمکنے والا ستارہ نظر آتا ہے۔

دوسری جگہ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

ان اهل الجنة یتراء ون اهل الغرف من فوقهم کما تتراؤن الکوکب الدری . (مشکوۃ صفحہ مذکور)

جنت والے اپنے سے بلند درجے والوں کو بلندی پر یوں دیکھیں گے جیسے تم چمکتے ہوئے ستارے کو دیکھتے ہو۔

آج کل کی سائنس نے خلاء کے جس نقشے کا انکشاف کیا ہے کہ اس کھرب در کھرب میلوں وسیع خلاء میں کھربوں ستارے ایک دوسرے کے اوپر چمک رہے ہیں اس نقشے کو سامنے رکھئے اور پھر ہمارے حضور ﷺ کا بیان فرمودہ سراسر حق آمیز جنت نقشہ سامنے لائیے کہ آسمانوں اور زمین سے بھی کہیں وسیع تر جنت کی بے پناہ وسعت میں جنتی چاند اور ستاروں کی مانند حسبِ عادت ایک دوسرے کے اوپر چمکتے نظر آرہے ہیں جنت کی وسعت اور اس کے کھربوں کی تعداد میں چمکتے ہوئے جنتی ستاروں کی حقیقت کی تائید آج اس جدید انکشاف نے کر دی۔

حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ جنت کے دو درجوں کے درمیان زمین آسمان کے درمیانی فاصلہ کے برابر فاصلہ

ہے یہ کہ جنت کی دو جانبوں کا درمیانی فاصلہ چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے۔ ان ارشادات کی تائیداس جدید انکشاف سے ہورہی ہے کہ قریب ترین ستارہ بھی خلاء میں اتنی دور واقع ہے کہ دس ہزار میل فی گھنٹہ چلنے والا راکٹ ستر ہزار سال بعد اس ستارے تک پہنچ سکتا ہے۔

ہمارے حضور اکرم ﷺ نے اگر دو درجوں کے درمیان زمین وآسمان کا فاصلہ یا چالیس سال کی مسافت کا فاصلہ بیان فرمایا ہے تو اس فاصلہ کا اب وہ لوگ کس طرح انکار کر سکتے ہیں جو خود ایک قریب ترین ستارے کا بعد ستر ہزار سال کی مسافت تک کا بتارہے ہیں۔

پھر سرعت رفتار کا یہ عالم کہ ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل دور سے روشنی زمین پر آتے ہوئے ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے آتی ہے ذرا اندازہ کیجئے کہ ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل کا سفر اس کے بعد ہمارے حضور ﷺ کے براق کی رفتار یہ بیان فرمائیں

يضع خطوه عند اقصىٰ طرفه. (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۹)

براق کا قدم وہاں پڑھتا جہاں تک اس کی نظر پہنچتی۔

مثلاً زمین سے اس کی نظر آسمان تک پہنچی تو زمین سے پہلا قدم اس کا آسمان پر جا پہنچا۔

بھائیو! ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار کا انکشاف کرنے والے ہمارے حضور ﷺ کے براق کی اس برق رفتاری کا انکار کیسے کر سکتے ہیں؟

وسعت کی بات

اب رہی جنت کی وسعت کی بات کہ خدا تعالیٰ نے اس کی چوڑان میں آسمان اور زمین کے سما جانے کا ارشاد فرمایا ہے تو اس حقیقت کی تائید کے لئے سائنس کا ایک انکشاف ملاحظہ فرمایئے۔ سیارہ ڈائجسٹ لاہور شمارہ اگست ۱۹۶۹ء کے صفحہ ۱۲۶ پر سورج کے متعلق لکھا ہے کہ سورج ایک بہت بڑا فٹ بال ہے اتنا بڑا کہ اس میں ۱۳ لاکھ زمینیں سما جائیں اگر سورج کے آرپار سوراخ کیا جا سکے تو اس کی لمبائی ۸ لاکھ چونسٹھ ہزار میل ہوگی سورج کی جسامت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ چھ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والے طیارے کو سورج کے گرد چکر لگانے میں چھ مہینے لگ جائیں گے۔

خدا تعالیٰ کے ارشاد کہ جنت کی چوڑان میں آسمان اور زمین سما جائیں کی تائید خود سائنس نے کر دی کہ یہ سورج جو

ایک کھربوں سیاروں میں سے ایک سیارہ ہے اس کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ اس میں تیرہ لاکھ زمینیں سما جائیں تو پھر جنت کی اس وسعت کا کہ اس میں آسمان وزمین سما جائیں کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔

ٹوپی جن کے نہ جوتی ان کو
تاج و براق دلاتے یہ ہیں

شرح

دنیا میں جن غریبوں کو جوتا پہننے کو اور ٹوپی سر پر رکھنے کو میسر نہ تھی حضور اکرم ﷺ کے لطف وکرم اور شفاعت عظمیٰ کے صدقے میں تاج سر پر سجا کر براق میں داخل ہوں گے۔

اکثر اھل الجنۃ البلہ

دونوں مذکورہ بالا اشعار اسی حدیث کا ترجمہ ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جنت میں اکثر لوگ کمزور ذہن قسم کے ہوں گے یعنی دنیا میں جنھیں لوگ بے عقل، کند مزاج، دنیوی امور سے بے خبر سمجھا جاتا تھا وہ قیامت میں جنت کے مالک ہوں گے اس کی تائید قرآنِ مجید میں سے ہوتی ہے

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ يَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ا وَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (پارہ ۲، سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۲)

کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی اور مسلمانوں سے ہنستے ہیں اور ڈر والے ان سے اوپر ہوں گے قیامت کے دن۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

الدنیا سبحن للمومن وجنة للکافر والاخرة سبحن للکافر وجنة للمومن. (اوکماقال)

دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے بہشت اور آخرت کافر کے لئے قید خانہ اور مومن کے لئے بہشت ہے۔

حکایت

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہترین گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے آپ کے آگے درجنوں خدام کمر بستہ خدمت کے لئے موجود تھے ایک کافر کنگال اور مفلس نہایت تنگدستی کا مارا پاؤں ننگے پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس پیدل کہیں جا رہا تھا۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کروفر اور جاہ وجلال کو دیکھ کر آپ سے کہا کہ تمہارے

نبی ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کافر کے لئے جنت اور مومن کے لئے قید خانہ ہے لیکن آپ کے اور میرے حال سے صورت برعکس ہے۔ آپ نے فرمایا اے بد بخت تو نے جنت دیکھی نہیں اگر دیکھ لیتا تو محسوس کرتا کہ اس کی نعمتوں کے مقابلہ میں واقعی یہ میری کروفر اور جاہ وجلال میرے لئے دنیا قید خانہ ہے اگر تجھے دوزخ دکھائی جائے اور اس کا عذاب تیرے سامنے ہوتو تو آرزو کرے گا کہ دنیا کی یہی ذلت وخواری تجھے جنت محسوس ہو۔

حکایت

حضرت داؤد طائی ولی کامل (حنفی المذہب) کو موت کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ زور سے بھاگتے جارہے ہیں کسی نے پوچھا حضرت آپ کیوں بھاگ رہے ہیں فرمایا قید خانہ (دنیا) سے بمشکل جان چھوٹی ہے بھاگ اس لئے رہا ہوں کہ کہیں مجھے دوبارہ قید خانہ (دنیا) میں ڈال دیا جائے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے

جنت مفت کا مال نہیں خدا کرے خاتمہ ایمان پہ ہو جائے اور اعمالِ صالحہ بھی ہوں تو پھر مزے ہی مزے ورنہ خاتمہ ایمان پہ نہ ہوا تو دوزخ اگر اعمال برے تو بھی سزا لازماً ملے گی الا ماشاءاللہ۔ بُرے اعمال آخر بُرے ہی ہیں۔

کہہ دو رضا سے خوش ہو خوش رہ
مژدہ رِضا کا سناتے یہ ہیں

شرح

رضا (امام احمد رضا قدس سرہ) کو اتنا فرمادو کہ خوش ہو اور ہمیشہ خوش رہ آپ کی تو عادتِ کریمہ بھی یہی ہے کہ ہمیشہ خوشنودی۔

امام احمد رضا کو مژدہ رضا کیوں

جس دور میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے دینی خدمات سرانجام دیں وہ صرف اور صرف آپ ہی کا کام تھا کہ مردانہ وار مخالفین کا مقابلہ بھی کیا اور مسلک اہل سنت کا تحفظ بھی فرمایا۔ بطورِ نمونہ آپ کے دور کی چند تحریکوں کے مختصر کوائف عرض کر دوں کہ اتنی بڑی زبردست تحریکات کو امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے کس طرح مار مٹایا۔

تحریک خلافت اور ترکِ موالات

پہلی جنگ عظیم میں جب جرمنی اور اس کے اتحادی ترکی کو شکست ہوئی تو ۱۴ مئی ۱۹۲۲ء کو ترکی سے برطانیہ اور اس کے حلیفوں نے بمقان ''سان رومیو'' (فرانس) ایک معاہدہ کیا جسے معاہدہ ''سیورے'' کہتے ہیں۔ برطانوی اتحادیوں نے ترکی کو نامناسب شرائط پر مجبور کر کے مندرجہ شرائط منوالیں۔

(۱) سلطان ترکی اتحادیوں کی حمایت کے ساتھ قسطنطنیہ میں حکومت کرے گا۔

(۲) اتحادیوں کو یہ حق ہے کہ آبناؤں پر قبضہ کرلیں اور جب چاہیں ایشیائی ترکی کے کسی حصہ پر قابض ہو جائیں۔

(۳) ترکی کو توڑ کر آرمینیہ کی ایک نئی مملکت قائم کی گئی جس میں مندرجہ ذیل صوبے ہوں گے۔ مشرقی اناطولیہ، ارض روم، دان، نیلس، ترامزون اور آذربائیجان اس اسلامی مملکت کی حدود قائم کرنے کے لئے امریکہ کو ثالث بنادیا گیا۔

(۴) ترکی عرب ممالک کے متعلق اپنے تمام دعووں سے دستبردار ہوگا۔

(۵) شام کی نگرانی فرانس کو، عراق اور اردن کی برطانیہ کو دی جائے گی۔ اٹلی، عدلیس بابا اور یونان، سرنا اور مغربی اناطولیہ کو اپنے قبضہ میں لے لیں گے۔

ان حالات میں ہندوستان میں اسلامی درد رکھنے والے رہنماؤں نے آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۹ء کو ایک بھرپور اجلاس میں ''خلافت کمیٹی'' کی بنیاد رکھی اس کا مقصد سلطنت ترکیہ کی سلامتی اور سلطانِ ترکی کو خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے تسلیم کروانا تھا لیکن جب مذکورہ بالا معاہدہ ہوا تو اسلامیانِ ہند کو بڑی تکلیف ہوئی چنانچہ ۲۸ مئی ۱۹۲۰ء کو بمبئی میں ''خلافت کمیٹی'' کا پہلا جلسہ ہوا جس میں انگریز حکومت کے ساتھ عدم تعاون کا اصل تسلیم کیا گیا اور مسٹر گاندھی کو اس تحریک کا قائد و راہنما قرار دیا گیا۔ دورِ حاضر کے مشہور دانشور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد جب مسلمانوں کی طرف سے ''تحریک خلافت'' کا آغاز ہوا تو حالات نے نیا رُخ اختیار کیا۔ اس تحریک میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، حکیم اجمل خان، ڈاکٹر انصاری، مولانا ظفر علی خاں، مولانا حسرت موہانی جیسے مشاہیر ملت تھے اسی زمانہ میں انڈین نیشنل کانگریس نے مسٹر گاندھی کے ایماء پر ہندوستان میں ''ترکِ موالات'' کی تحریک کا اعلان کر دیا۔ کانگریس کا قیام اگرچہ ۱۸۸۵ء میں عمل میں آ گیا تھا مگر اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ حاکم و محکوم کے تعلقات کو استوار کرے اور بس۔ بعد میں کامل آزادی کا مطالبہ کیا گیا الغرض ۱۹۲۰ء میں کانگریس کے قوم پرست ہندو مسلمان اور تحریک خلافت کے داعی اپنے مشترکہ دشمن انگریز کے خلاف متحد ہو گئے ہر شخص ترج موالات پر تلا ہوا تھا مگر کھل کر مخالفت کی کسی کو جرأت نہیں تھی۔ ایک طرف جوش جنوں میں انگریزوں سے ترک موالات بلکہ ترک

موالات پر زور تھا دوسری طرف کفار ومشرکین سے دوستی ومحبت کے لئے ہاتھ بڑھایا گیا۔

تحریک خلافت کے رہنماؤں نے گاندھی کی محبت میں گم ہو کر ایسی تاریخی غلطیاں کیں کہ اکابرین ملت کے دل خون کے آنسو رونے لگے کیونکہ ان لوگوں نے اپنے جذباتی دور میں گاندھی کی شان میں ایسی قصیدہ خوانی کی کہ شریعت مصطفویٰ کو بر سر عام پامال کیا گیا۔ آج جب ان لوگوں کے افعال واقوال پر نظر پڑتی ہے تو سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ ان مشرکانہ اقوال وافعال کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے۔ رسالہ ''الناظر'' کے ایڈیٹر مولانا ظفر الملک نے لکھا کہ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو آج مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔ مولانا شوکت علی نے فرمایا زبانی جے جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خدا راضی ہوگا۔ مولانا عبدالباری یوں گوہر افشاں ہوئے کہ میں نے گاندھی کو اپنا راہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں۔ مولانا محمد علی جوہر فرماتے ہیں کہ ''بعد از نبی بزرگ توئی قصہ مختصر'' میں اپنے لئے بعد رسول مقبول ﷺ گاندھی جی ہی احکام کی پیروی ضروری سمجھتا ہوں اور پھر اس پر ہی بس نہ کی بلکہ جامع مسجد دہلی کے منبر رسول ﷺ پر شردھانند سے تقریریں کروائی گئیں۔ ایک ڈولی میں قرآن کریم اور گیتا کو رکھ کر بڑے بڑے شہروں میں جلوس نکالے گئے، مسلمانوں نے ماتھے پر قشقے لگائے، گاندھی کی تصویروں اور بتوں کو گھروں میں آویزاں کیا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کرشن کا خطاب دیا گیا، وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا گیا، گائے کی قربانی کی ممانعت کے فتاویٰ سارے ملک میں تقسیم کئے گئے۔

سوچنے کا مقام ہے کہ دین اسلام کی اس طرح بے حرمتی کوئی بھی غیرت مند مسلمان کیسے برداشت کرسکتا ہے چنانچہ فاضل بریلوی نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو تڑپ اُٹھے آپ نے اس خوفناک طوفان کو بھانپ لیا اور مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچانے کے لئے جہاد کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ مولانا احمد رضا خان کا اس وقت اس سازش کے خلاف جہاد مسلمانوں کو اپنا تشخص بچانے کے لئے تھا ورنہ وہ ایسا جذباتی دور تھا جس میں بڑے بڑے راہنما بھی حالات کی رو میں بہہ گئے تھے۔

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نے ایسے حالات میں اسلامیانِ ہند کی راہنمائی کے لئے شدید علالت کے باوجود دو قومی نظریہ پر ایک کتاب ''الحجه المو تمفه فی آية الممتحنه'' ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء لکھی جس میں مسلمانوں کو اس ہندوانہ اتحاد کے انجام سے متنبہ کیا۔ ہندو چالبازوں کے عزائم سے خبردار کیا یہ وہ زمانہ تھا جب محمد علی جناح اور علامہ اقبال دونوں ابھی دو قومی نظریئے کے اظہار سے گریزاں تھے مگر فاضل بریلوی نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر حق کا برملا

اظہار فرمایا۔

اس زمانہ میں ان کے ایک دوست اور ہندوستان کے مشہور عالم دین مولانا عبدالباری فرنگی محلی مسٹر گاندھی کی سیاست میں الجھ کر ان کے ہمنوا بن گئے اور ان سے بعض ایسے اقوال و اعمال سرزد ہوئے جو فاضل بریلوی کی نظر میں خلافِ شرع تھے اور سیاسی حیثیت سے مسلمانوں کے لئے تباہ کن بھی تھے چنانچہ آپ نے ان کی دوستی کی پرواہ کئے بغیر اس طرزِ عمل پر سخت تنقید کی اور ان سے طویل خط و کتابت کی۔ یہ خطوط بعد میں ''الطاری الداری لھفوات عبدالباری''۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء کے نام سے کتابی شکل میں سامنے آئے۔

امام احمد رضا کا نقطہ نظر اگرچہ اس وقت کچھ لوگوں کو پسند نہیں تھا اور وہ آپ پر الزامات کے تیر پھینکتے رہے اور کہتے کہ یہ تو ہندوستانی راہنماؤں کے اتحاد کے خلاف کام کر رہے ہیں اور انگریزوں کی حمایت کرتے ہیں مگر امام احمد رضا نے اپنے موقف سے سرمو انحراف نہ کیا۔ تحریک خلافت کے حوالہ سے آپ کا خلیفہ کی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے رسالہ ''دوام العیش فی آئمہ من القریش'' ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء لکھا۔ یہ بھی ایک تاریخ ساز فیصلہ تھا جس میں آپ نے فرمایا کہ شریعت اسلامیہ میں خلیفۂ اسلام اور سلطانِ وقت کے لئے شرائط اور ان کی اتباع و حمایت کے احکام جدا جدا ہیں۔ فاضل بریلوی کے نزدیک خلیفۃ المسلمین کے لئے شرعاً قریشی ہونا ضروری تھا اس لئے ان کو سلطانِ ترکی اور سلطنت ترکیہ کی حمایت و تائید سے تو اختلاف نہ تھا البتہ سلطان کو ''خلیفۃ المسلمین'' کہنے اور سلطنت کو ''خلافت'' کا نام دینے سے اختلاف تھ جب دو سال بعد ۱۹۲۲ء میں خود ترکی کے مردِ آہن مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطنت ترکیہ کا تختہ الٹ دیا اور سلطان عبدالحمید کو ملک بدر کر دیا تو دعویٰ خلافت کی حقیقت کھل کر لوگوں کے سامنے آگئی اور مسلمانوں کو شرمسار ہونا پڑا۔ فاضل بریلوی اس تحریک سے عملاً اس لئے علیحدہ رہے کہ ان کے نزدیک اس کی بنیاد شریعت پر قائم نہیں تھی بلکہ وہ اس کو حصول سوراج کی در پردہ کوشش خیال کرتے تھے۔ مسٹر گاندھی اور ہندوؤں کی حمایت نے اس خیال کو تقویت پہنچائی اور پھر تاریخی و سیاسی واقعات نے اس خیال کی تصدیق کر دی۔

برصغیر کی ان تحریکات کے متعلق قائداعظم محمد علی جناح کے متعلق رئیس احمد جعفری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جب کانگریس نے ''ترکِ موالات'' کی تجویز منظور کی تو مسٹر جناح نے اپنے انہی اصول کے پیش نظر کانگریس سے قطع تعلق کر لیا۔ اس وقت کے بہت سے سیاسی راہنماؤں کے نزدیک ان کی یہ بہت بڑی غلطی تھی کیونکہ وہ اپنے دلائل کی بناء پر اپنی روش کو صحیح سمجھ رہے تھے۔ وہ تحریک برائے تحریک کے قائل نہیں تھے وہ کہتے تھے کہ سرکاری اسکولوں اور کالجوں کا

بائیکاٹ اگر کراتے ہوتو اپنی قوم کے بچوں کی تعلیم کے لئے قومی اسکول اور کالج کھولو، بدیشی کپڑے کا اگر مقاطعہ کرتے ہو تو سودیشی کپڑے کی ملوں پر ملیں قائم کرو، صرف چرخہ کات کر اور لنگوٹی پہن کر تم آزادی حاصل نہیں کر سکتے۔ قائداعظم کے اس اعلان پر ان پر آوازیں کسے گئیں، طعنے دیئے گئیں اور سماجی بائیکاٹ کی دھمکی دی گئیں لیکن انہوں نے جو راستہ اختیار کیا تھا اس سے ایک لمحہ کے لئے بھی منحرف نہ ہوئے۔

علامہ اقبال کو بھی تحریک خلافت سے ایک گونا تعلق تعلق خاطر تھا اور اپنے احباب سے ہمدردی بھی تھی اس لئے کہ یہ تحریک ان کے اسلامی تصورات سے بڑی حد تک ہم آہنگی تھی تاہم جب آگے چل کر یہ تحریک متحدہ قومیت کے کانگریسی طلسم میں پھنس گئی تو انہوں نے اس پر سخت تنقید کی۔

مفکر ملت علامہ اقبال اگرچہ شروع میں ''صوبائی خلافت کمیٹی'' کے رکن تھے لیکن جلد ہی انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور اپنے ایک دوست محمد نیاز الدین خان کو اپنے خط محررہ ۱۱ جنوری ۱۹۲۰ء میں واضح کیا۔ گرامی صاحب کی خدمت میں السلام علیکم عرض کیجئے سنا ہے وہ مجھ پر ناراض ہیں کہ میں نے ''خلافت کمیٹی'' سے کیوں استعفیٰ دے دیا وہ لاہور آئیں تو ان کو حالات سے آگاہ کروں گا جس طرح یہ کمیٹی قائم کی گئی اور جو کچھ ممبران کا مقصد تھا اس اعتبار سے تو اس کمیٹی کا وجود میری رائے میں مسلمانوں کے لئے خطرناک تھا۔

قائداعظم اور علامہ اقبال کا موقف تو آپ نے پڑھ لیا اب امت مسلمہ کے ایک عظیم راہنما سنوسی ہند امیر ملت پیر حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری کا نظریہ ملاحظہ فرمائیے آپ نے ۱۹۱۴ء میں تحریک ترک موالات کی مخالفت کے لئے آواز اُٹھائی اور اعلان کیا کہ ہندو مردے کو جلا کر خاک کر دیتے ہیں اور وہ خاک ہوا میں اڑ جاتی ہے جب کہ مسلمان مردے کو دو گز زمین تا قیامت مل جاتی ہے۔

ڈاکٹر سید مطلوب حسین شاہ لکھتے ہیں کہ تحریک ترک موالات ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے شروع کی جس کا مقصد حکومت برطانیہ پر عدم اعتماد تھا اس میں ہندو نواز مسلم راہنماؤں نے اپنے ماضی کے تجربات و مشاہدات سے قطع نظر کر کے ہندوؤں کی طرف دوستی اور محبت کا ہاتھ بڑھایا حتیٰ کہ انہیں اپنا قائد اور راہنما تسلیم کر لیا۔

امام احمد رضا کو ایسے لوگوں کے اس سیاسی طرزِ عمل سے سخت اختلاف تھا کیونکہ وہ اس کے لئے ہرگز تیار نہ تھے کہ انگریزوں کی غلامی کا طوق اتار کر ہندو اکثریت کی غلامی کی زنجیریں پہن لیتے اور جمہوری روایات کی روشنی میں اقتدار ان کے ہاتھ میں سونپ کر ان کو مسلمانوں کی قسمت کا مالک بنا دیتے۔ قوم پرست مسلمانوں کو تو ہندوؤں کے اخلاص اور نیت

پر یقین تھا لیکن امام احمد رضا ان کے پوشیدہ عزائم کو خوب سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے نہ صرف خود کو اس تحریک سے الگ رکھا بلکہ تمام سینوں کو اس سے علیحدہ رہنے کی تلقین کی۔

اس ہنگامہ آرائی میں ملت کا ہر فرد پریشان تھا وہ آزادی کے دوراہے پر کھڑا فیصلہ نہیں کر پا تا تھا کیونکہ خلافت کمیٹی یا گاندھی اینڈ کمپنی سے اختلاف رائے کرنا اپنی جان مصیبت میں ڈالنا تھا لیکن اس پُر آشوب اور منافقت بھرے دور میں بھی امام احمد رضا بریلوی اور آپ کے ہم فکر علماء نے کلمہ حق بلند کیا۔ اہل سنت کے ترجمان ماہنامہ السواد اعظم نے جو مولانا محمد عمر نعیمی اور صدر الا فاضل سید نعیم الدین مراد آبادی کی زیر نگرانی نکلتا تھا سخت سے سخت طوفان کا پامردی سے مقابلہ کیا اور ملت کی راہنمائی فرمائی دراصل یہ تحریک انگریز اور ہندو کی گہری سیاسی سازش کا نتیجہ تھیں جن کا مقصد کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو سیاسی اور اقتصادی نقصان پہنچا کر انہیں انتشار کا شکار بنانا تھا اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان تحریکوں کی قیادت متعصب ہندو راہنما مسٹر گاندھی کے ہاتھ میں تھی اور اس نے اپنے پروگرام پر عمل کرتے ہوئے اپنی مرضی سے یہ تحریکیں چلائیں پھر خود ہی انہیں ختم کر دینے کا اعلان کر دیا۔ اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ مسٹر گاندھی یا مدن موہن مالویہ جیسے ہندوؤں کا بھلا مسلمانوں کی خلافت سے کیا تعلق تھا اگر یہ تحریکیں خالصتاً اسلامی مفاد کے لئے تھیں تو پھر ان کی قیادت ہندو کیوں کر رہے تھے۔ مسلمانوں کی بدقسمتی یہ تھی کہ مولانا محمد علی جوہر جیسے اکابر بھی ہندو کی چالاکی کا شکار ہوتے گئے اور خلافت کے خوبصورت جال میں ہندو مفاد کا زہر کھانے پر تیار ہو گئے۔ اس نازک دور میں امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے قوم کی راہنمائی کے لئے موثر اور ٹھوس دلائل سے ہندو کی سازش کو بے نقاب کیا چنانچہ آپ کی جدوجہد کے نتیجہ میں مولانا عبد الباری فرنگی محلی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور دوسرے اکابرین نے اپنے طرز عمل کا جائزہ لیا اور ان تحریکوں سے علیحدگی اختیار کر لی پھر جب تحریک پاکستان اپنے عروج پر تھی اور ہندو کا کردار کھل کر سامنے آیا تو مولانا احمد رضا خاں کا موقف حرف بحرف سچ ثابت ہوا وہ لوگ جو چند سال قبل امام احمد رضا کے خلاف الزامات کے تیر برساتے تھے اب اسی راستے پر چل رہے تھے جس کی نشاندہی امام احمد رضا نے کی تھی مگر ان لوگوں کو اس وقت احساس ہوا جب ان کے جذباتی فیصلے سے ملت اسلامیہ کا بے پناہ نقصان ہو چکا تھا۔

تحریک هجرت

جن دنوں تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات زوروں پر تھیں ہندو کا شاطرانہ ذہن مسلمانوں کی تباہی کے لئے مختلف منصوبوں پر غور کر رہا تھا چنانچہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے اندر علماء کرام کے ایک مخصوص طبقے کے ذریعہ

اسلامیانِ ہندکو برصغیر سے ہجرت کر جانے کامشورہ دیا بدقسمتی سے مسلمانوں کے ہاں ایک طبقہ ہمیشہ ایسا رہا ہے جس نے اسلام کی حقانیت سے آنکھیں بند کر کے غیروں کے مشوروں پر عمل کر کے نقصان پہنچایا ایسا ہی ایک گروہ مسٹر گاندھی کی سیاست کا زلف گرہ گیر کا اسیر ہو چکا تھا ان کے نزدیک گاندھی کا حکم ہی نجات کے لئے حرفِ آخر تھا چناچہ اسی پس منظر میں تحریک ہجرت کا آغاز ہوا۔

کرنل عزیز ہندی امرتسری تحریک ہجرت میں پیش پیش تھے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے نہایت مستعدی سے ہجرت کی تبلیغ شروع کررکھی ہے میں نے بھی آگے بڑھ کر اس تائید غیبی پر خدا کا شکرادا کیا میں نے ازراہ تفنن مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے پوچھا کہ آپ تو میرے ساتھ ہی پہلے قافلہ میں ہجرت کریں گے۔جس پرانہوں نے فرمایا کہ آپ آگے جائیں میں آپ کے پیچھے مہاجرین کے لشکر روانہ کرتا رہوں گا۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ مولانا بخاری نے عملاً ہجرت نہیں کی تھی مگر لوگوں کو ہجرت کی راہ پر ڈالتے رہے۔

پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے جو رپورٹ مرتب کی گئی تھی اس کے مطابق ۲۳ اپریل ۱۹۲۰ء کو امرتسر میں مجلس احرار کے مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا کہ اب جہاد ناممکن ہے لیکن امیر کے اعلان نے ہجرت کو قابل عمل بنادیا ہے ۲۷ اپریل کو امرتسر سے ہی مولوی داؤد غزنوی نے افغانستان ہجرت کرنے کی ترغیب دی اور کہا جہاد کو چھوڑ کر ہجرت کی سنت پر عمل کیا جائے۔ ۲۸ مئی کو امرتسر میں مولوی داؤد غزنوی نے فلسفۂ ہجرت پر روشنی ڈالی اور مہاجرین کو دینوی اور اخروی اجر وثواب کی یقین دہانی کرائی۔۱۴ اگست ۱۹۲۰ء کو ظفر علی خان نے ۳۰ ہزار سامعین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اب حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظہور کا وقت بھی ہے انہیں ترک موالات کے پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہیے ترکی کا معاہدہ کاغذ کا ایک بیکار ٹکڑا تھا انہیں اب ہندوستان سے ہجرت کرنی چاہیے۔

مولوی عبداللہ غزنوی بھی اسی طرح کے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب امرتسر میں کانگریس کا اجلاس ہوا تو مولانا محمد علی جوہر نے فرمایا کہ اگر برطانیہ ترکی کو آزاد نہ کرے گا تو ہم ہندوستان کو چھوڑ کر باہر چلے جائیں گے اور ہجرت کر کے دوسرے ملکوں میں بیٹھ کر برطانیہ سے جنگ کرتے رہیں گے۔مولانا عبیداللہ سندھی نے اس وقت والی افغانستان اعلیٰ حضرت امان اللہ خاں سے درخواست کی کہ آپ اعلان کریں جو شخص بھی ہندوستان سے ہجرت کر کے افغانستان آئے گا اس کو میں زمین، مکان اور نوکری دوں گا اس پر امیر کابل نے اعلان کر دیا لوگ افغانستان میں آنا شروع ہو گئے اور انگریزوں کا دماغ پریشان ہو گیا۔

مذکورہ بالا واقعات کی روشنی میں یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ علماء کے ایک مخصوص طبقے نے خاص پس منظر میں کیوں ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے پر زور دیا تھا اور مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کی ترغیب دی ہم اگر سب لوگوں کو موقف تحریر کریں گے تو بات طویل ہو جائے گی یہاں صرف تاریخی حوالے کے طور پر مختصراً عرض کرنا چاہتے ہیں کہ امام احمد رضا برصغیر کو دارالحرب کے بجائے دارالسلام مانتے تھے اس لئے کہ وہ فرماتے تھے کہ دارالسلام سے ہجرت نہیں کی جاسکتی اس کے لئے آپ نے اس موضوع پر ایک رسالہ "اعلام الاعلان بان ہندستان دارالسلام" ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء تحریر کر کے یہ بات ثابت کی کہ ہندوستان چونکہ دارالسلام ہے اس لئے مسلمانوں کے ہجرت کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

امام احمد رضا کے اس موقف کی تائید دیوبندیوں کے دینی راہنما اشرف علی تھانوی کے اس فتویٰ سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ہندوستان نہ تو صاحبین کے قول پر دارالحرب ہے اگر چہ احکام شرک کے خلاف کوئی پابندی نہیں لیکن احکامِ اسلام بھی بلاخوف مشتہر ہیں اور دونوں کی آزادانہ ادائیگی سے یہ ملک "دارالحرب" نہیں ہوسکتا اور نہ امام اعظم کے قول پر دارالحرب ہے کیونکہ احکامِ کفر یہ اس ملک میں جاری نہیں ہیں بلکہ بدستور احکامِ اسلام پر عمل کیا جا رہا ہے اور ایسی صورت میں "دارالحرب" نہیں ہوتا۔

اس "تحریک ہجرت" کے نتیجہ میں مسلمانوں کو جو اقتصادی نقصان اُٹھانا پڑا محتاجِ بیان نہیں ہے مگر اس تحریک کے ناعاقبت اندیش نیشنلسٹ علماء قوم کو اندھی غار میں دھکیل رہے تھے یہ لوگ اگر تھوڑا سا بھی دینی بصیرت سے کام لے کر غور کرتے تو بات بالکل واضح تھی کہ وہ انگریز کے حق میں اقدام کر رہے تھے کیونکہ مسلمانوں کے ہجرت کر جانے کے بعد انگریز پر اندرونی دباؤ ختم ہوگیا تھا اس سلسلہ میں چودھری سردار محمد خان کی بات قابل غور ہے آپ لکھتے ہیں کہ ترک موالات کے پروگرام کے ساتھ ساتھ بہت سے مسلمانوں نے جن میں مولانا ابوالکلام آزاد بھی شامل تھے یہ طے کیا گیا کہ ہندوستان سے مسلمان تو افغانستان ہجرت کر جائیں اور ہندو سارے برصغیر کے مالک رہیں اس تحریک نے سندھ اور سرحدی صوبوں میں اتنا زور پکڑا کہ اٹھارہ ہزار سے بھی زیادہ مسلمان اپنا گھر بار، کاروبار کو خیر باد کہہ کر افغانستان کی طرف چل پڑے مگر افغانوں نے مہاجرین کو اپنے ملک میں داخل ہونے سے روک دیا۔ ہجرت کا یہ قافلہ ہندوستان کی طرف لوٹا اور اب ان کے گھر، کھیت اور جائیدادیں ہندوؤں کے قبضے میں جا چکی تھیں اس طرح مسلمانوں کا جو مالی اور جانی نقصان ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔

صوبہ سرحد کے مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی دردناک داستان جناب فارغ بخاری صاحب یوں بیان کرتے ہیں کہ علماء کرام اور ہندو نواز رہنمایان عظام نے قرآن و حدیث کے حوالے دے دے کر لوگوں کو ترکِ وطن پر آمادہ کیا اس تحریک نے ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک قیامت برپا کردی، صدیوں کے آباد گھر اجڑ رہے تھے، مال و متاع کوڑیوں کے مول نیلام ہورہے تھے، جائیدادیں بیچی جارہی تھیں، فصلیں جلائی جارہی تھیں، باپ بیٹوں سے اور بیٹے ماؤں سے جدا ہورہے تھے، جوان بیٹیوں کی شادیوں میں اتنی عجلت برتی جارہی تھی کہ بغیر جانے بوجھے دیکھے بھالے جو نوجوان سامنے آتا نکاح پڑھوا کر اس کے پلے باندھ دیتے، جو بوڑھے والدین سفر کے قابل نہیں تھے وہ اپنے بچوں کو آنسوؤں بھری آنکھوں اور لرزتے ہاتھوں سے رخصت کررہے تھے، ہر طرف مسلمان عورتوں کی آہ و بکا اور بچوں کی گریہ زاری سے ایک کہرام مچا تھا جدھر دیکھو مسلمان ہجرت کی تیاریوں میں منہمک نظر آتے پھر لکھتے ہیں کہ مسلمان مہاجرین کے قافلے ٹڈی دل کی طرح کھیتوں اور میدانوں میں کھلے آسمانوں کے نیچے پڑے پڑے بھوک اور پیاس سے دم توڑنے لگے، عورتیں، بچے اور نوجوان ایک گلاس میں پانی اور ایک ٹکڑا روٹی کے لئے اپنی عزتِ ناموس اور عصمت تک بیچنے پر مجبور ہوگئے اب نہ تو وہ آگے جانے کے قابل تھے اور نہ پیچھے لوٹنے کی سکت رکھتے تھے۔

یہی وہ خطرناک نتائج تھے جن سے بچنے کے لئے پیر مہر علی شاہ گولڑوی، پیر جماعت علی شاہ علی پوری اور امام احمد رضا جیسے اکابرین نے ''تحریک ہجرت'' کی مخالفت کی تھی اور فرمایا تھا کہ لوگوں! ہندوستان ہندوؤں کی طرح مسلمانوں کا بھی اپنا ملک ہے انہوں نے اپنے خون سے اس چمن کی آبیاری کی ہے اسے ''دارالحرب'' قرار دے کے ہجرت کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم جو کہ انگریزوں کی آمد سے قبل اس ملک کے حکمران تھے ہجرت کرکے غیر ملکی حکمرانوں کی حکومت کو تسلیم کرلیا ہے آؤ ہم ہندوستان سے ہجرت کرنے کے بجائے اس کی آزادی کے لئے جنگ لڑیں اس وقت اگرچہ امام احمد رضا کی بات بعض لوگوں کو ناگوار گزری تھی لیکن بعد میں پیش آنے والے حالات نے یہ بات ثابت کردی کہ امام احمد رضا کا موقف درست تھا نام نہاد ہجرتی ہندو سیاست کے دھوکے میں آگئے تھے۔

اس سلسلے میں ہم صرف دو اصحاب کی رائے پیش کرکے بات کو مختصر کرتے ہیں جناب محمد علی چراغ صاحب لکھتے ہیں کہ اس نازک صورتِ حال میں واحد شخصیت مولانا احمد رضا خاں کی ہے جس نے مولانا مسلمانوں کی کئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا اور انہوں نے اسلامی نقطہ نظر سے کسی ملک کے دارالحرب ہونے کے بارے میں اہم معلومات فراہم کیں ان کے خیال میں غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کا پورا پورا حق تھا انہوں نے ایک ہزار سال سے زیادہ یہاں کامیاب

ہوتے حکومت کی تھی مولانا احمد رضا بریلوی مسلمانوں کے اس حق سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ملک کو دراصل ''دارالحرب'' قرار دے کر ترکِ موالات کر جانا ایک طرح کا کمزور احتجاجی عمل تھا اور اس طرح ہجرت اور ترکِ موالات کرنے سے مسلمان عملاً اپنے حق سے دستبردار ہو جاتے تھے ایسی صورت احوال ہند لیڈروں اور کانگریس کے لئے تو سودمند تھی وہ اس طرح تن تنہا حکمران انگریزوں سے کسی طرح کی سودے بازی کر سکتے تھے۔

مولانا کوثر نیازی بھی اپنے مقالہ میں اس موضوع پر امام احمد رضا کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ تحریک ہجرت اس بحث کا منطقی نتیجہ تھی کہ ہندوستان ''دارالسلام ہے یا دارالحرب'' امام احمد رضا اسے دارالحرب قرار نہیں دیتے تھے وہ جانتے تھے کہ اس سے مسلمانوں کے لئے سود کھانا تو جائز ہو جائے گا مگر ہجرت اور تلوار اُٹھانا ان پر لازم ہو جائے گا یہی وجہ ہے کہ وہ ہندوستان کو ''دارالسلام'' مانتے تھے کہ سینکڑوں برس سے مسلمان اس پر حکمران رہے تھے اب اس سرزمین میں امین تھا اور مسلمانوں کو دینی فرائض کی ادائیگی میں کوئی رکاوٹ نہ تھی حیرت ہے کہ جو لوگ انگریز کے زمانے میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے پر مصر تھے آج ہندوراج میں اسے دارالحرب قرار دینے کے لئے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالتے۔ مطلب واضح ہے انگریز کے سامنے ہندو پس پردہ ان فتوؤں کی تار ہلا رہے تھے جن میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا جارہا تھا تا کہ مسلمان انگریز کے خلاف تلوار اُٹھائیں اور مرکھپ جائیں اور جو باقی بچیں وہ ہجرت کر کے اس سرزمین کو ہی چھوڑ جائیں آج اگر ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا جائے تو ہندو سیکولرازم پاش پاش ہو جاتا ہے مسلمان جہاد کے نام پر برسرپیکار ہوں یا ہجرت کریں سیکولرازم کے وارث مہر بلب طرح مولانا ابوالکلام آزاد کا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں فرماتے ہیں کہ اس تمام (گائے کی قربانی) قضیہ کا حل صرف اس بات میں ہے کہ ہر شخص اپنے حقوق پر زور دینے کے بجائے اپنے فرائض کی تکمیل کے لئے تیار رہے۔

برصغیر کے نامور حکیم محمد اجمل خاں صاحب نے دسمبر <u>۱۹۱۹ء</u> میں مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے چار صفحات پر مشتمل خطبہ صدارت پڑھا اس میں مسئلہ قربانی پر بحث کرتے ہوئے حدیث شریف کو عملاً یا سہواً بدل کر پیش کیا گیا اور مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ طبی نقطہ نظر سے گائے کی قربانی ترک کر دیں۔

حکیم محمد اجمل خاں کے اس اقدام پر خصوصی طور پر اعلیٰ حضرت کے پیروکار جوش میں آگئے چنانچہ سب سے پہلے خلیفہ اعلیٰ حضرت پروفیسر محمد سلیمان اشرف نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے حکیم صاحب کی اس غلطی پر گرفت کی اور اپنی مشہور کتاب ''الارشاد'' میں اس کا رد کیا۔ اسی طرح ایک اور دوسرے بزرگ مولانا عبدالقدیر بدایونی نے گاندھی کے نام

کھلی چٹھی میں حکیم صاحب کا تعاقب کیا۔ پروفیسر سلیمان اشرف فرماتے ہیں کہ اسی زمانہ میں کانپور میں جمعیۃ العلماءِ ہند کا پہلا اجلاس ہوا اس موقع پر انہوں نے کارکنانِ جمعیت سے درخواست کی کہ گائے کی قربانی کی مخالفت سے دست بردار ہو جائیں مگر کانگریس کے پروپیگنڈا کی وجہ سے کسی نے توجہ نہ دی پروفیسر موصوف نے مسئلہ قربانی پر اپنا رسالہ ''الارشاد'' ۱۹۲۰ء پیش کیا جو تین ماہ کے اندر اندر تین ہزار کی تعداد میں شائع کرا دیا گیا۔

علماءِ حق کی مزاحمت کے باوجود مسٹر گاندھی کی اس تحریک نے اپنا اثر دکھایا مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے وہ بات بتائی کہ مسٹر گاندھی سے ملاقات کا ہم پر یہ اثر ہوا کہ ان کے خاندان سے گائے کی قربانی موقوف ہو گئی۔

اسی طرح خواجہ حسن نظامی دہلوی جن سے ملاقات کے لئے مسٹر گاندھی خود ان کے مکان پر گئے تھے اس مسئلے پر مسٹر گاندھی کے ہمنوا بن گئے آپ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ ہندو ہمارے پڑوسی ہیں اور گاؤکشی سے ان کی دل آزاری ہوتی ہے لہٰذا مسلمان گائے کی قربانی نہ کریں اور اس کے عوض دوسرے جانوروں کی قربانی کافی سمجھیں چاہے ہندو خلافت میں ہمارے کام میں ہمارے مددگار رہیں یا نہ رہیں ہم کو اس کی کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہیے کیونکہ مسلم قوم احسان کی تجارت نہیں کرتی۔

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے مولوی انوار الحسن کی کتاب تجلیات عثمانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جمعیت علماءِ ہند نے ۱۹۲۱ء میں اپنے ایک اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی کہ ہندوستان کے مسلمان گائے کی قربانی کے بجائے بھیڑ بکری کی قربانی کیا کریں۔

ان حالات سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ مسٹر گاندھی اور دیگر ہندوستانی مشرکین کی خوشنودی کے لئے ہمارے صاحبان جبہ و دستار کس قدر عاجزانہ کردار ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں انہوں نے خدا کی رضا کے بجائے ہندو سے رواداری اور ان کی خوشنودی کو مقدم سمجھا۔

اب ذرا مسٹر گاندھی کا مؤقف بھی دیکھ لیجئے ۱۹۱۸ء میں اس نے جو الفاظ کہے تھے انہیں ماہنامہ طلوع اسلام لاہور نے یوں نقل کیا ہے اور اس طرح اپنے عمل سے امام احمد رضا کے فتویٰ کی تائید کر رہے ہیں۔

تحریک گاؤ کشی

ہندوؤں کی سیاسی چالوں کے پیشِ نظر اسلامیانِ ہند اکثر مشکلات کا شکار ہوتے رہے ہیں کیونکہ مکار ہندو بنیا مختلف حیلے بہانوں سے اسلامی عقائد پر وار کرتا رہا ہے اس کی تنگ ذہنیت کی وجہ سے ہی مسلمانوں نے الگ مملکت

حاصل کرنے کے لئے جدو جہد کا آغاز کیا تھا لیکن بدقسمتی سے کچھ نام نہاد مصلحین قوم بزعم خود قیادت کے دعویدار بن کر اہل کفر کے معاون اور دست و بازو بنتے رہے اور اس کے لئے انہوں نے اپنے ایمان کے مقام کو بھی نہ پہچانا اس سے پہلے آپ تحریک خلافت تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت میں اس گروہ کی سازشیں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور اب چند تاریخی حوالے مزید پیش خدمت ہیں کہ ان نیشنلسٹ علماء نے کس طرح ذاتی مفادات کے عوض ایمان اور قوم کو ہندو کے ہاں گروی رکھنے کی کوششیں کیں ایک وقت آیا جب گاندھی نے ایک نئی سیاسی چال چلی اور مسلمان لیڈروں کو اعتماد میں لے کر ہندوستان میں گائے کی قربانی سے منع کر دیا گیا اس پر نام نہاد مسلمان راہنماؤں نے بھی شعائر اسلام سے کنارہ کشی شروع کر دی بلکہ اس کے لئے عام مسلمانوں کو ترغیب دی جانے لگی چنانچہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی جیسے عالم دین اپنے فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اب مسلمانوں کا مقدس فرض یہ ہے کہ وہ گائے کی قربانی سے احتراز کریں نہ صرف اس وجہ سے کہ کروڑوں ہندو بھائیوں کے جذبات کا احترام ضروری ہے بلکہ اس وجہ سے کہ قرآن مجید کا واجب العمل فرمان یہی ہے کہ ایک ہندو بھی ہندوستان کے طول و عرض میں ایسا نہیں تھا جو اپنی سرزمین کو گاؤ کشی سے آزاد کرانے کی امید نہ رکھتا ہو ہندو عیسائی یا مسلمان کو تلوار کے زور سے بھی مجبور کرنے سے تامل نہیں کرے گا کہ وہ گاؤ کشی بند کر دیں۔

اسی طرح مدارس میں کانگریس کے ایک اجلاس ۱۹۲۷ء میں جب گائے کی اور مسجد کے سامنے باجا بجانے کے سوال پر ایک فیصلہ ہونے لگا تو اگرچہ کانگریس اسے منظور کر چکی تھی مگر بقول مولانا محمد علی گاندھی نے فرمایا کہ میں رات بھر اس الجھن میں گرفتار رہا اس طرح تو مجھے اندیشہ ہے کہ میں بجائے معین و مددگار بننے کے اور رکاوٹ بن جاؤں گا گائے کا مسئلہ ایسا ہے جس پر نہ میں نہ کوئی اور ہندو رضامند ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ گاندھوی فلسفہ ظہور پذیر ہوتا ہے کہ گائے کی حفاظت دنیا کے لئے ہندوازم کا تحفظ ہے اور ہندوازم اُس وقت تک زندہ رہے گا جب تک گائے کی حفاظت کرنے والے ہندو موجود رہیں گے اور اس کی حفاظت کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس کے لئے جان تک قربان کر دی جائے۔

ایسے عالم میں جب ہر طرف اتفاق و اتحاد کے نام پر اسلامی شعائر کو مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے مشرکین ہند کے ساتھ ساتھ راہنمایانِ اسلام بھی مصروفِ کار تھے تو پھر کس کی جرأت تھی ان صاحبان قلم و قرطاس کا مقابلہ کرے لیکن ہمارے سر اس وقت فخر سے بلند ہو جاتے ہیں جب ہمیں حضرت مجدد الف ثانی کی طرح نائب امام اعظم، سرتاج اہل سنت، مجدد مأۃ حاضرہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی ''انفس الفکر فی قربان البقر'' ۱۸۸۰ء

کی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے تن تنہا دشمنانِ اسلام سے جنگ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔فاضل بریلوی کے جہاد کا ہی نتیجہ ہے کہ آج برصغیر میں گائے کی قربانی اسلام کے عظیم شعائر کی حیثیت سے جاری ہے چنانچہ جب یہ طوفان بلاخیز زوروں پر تھا تو مختلف اطراف سے فتاویٰ طلب کئے گئے مختلف عبارتیں ترتیب دے کر علماء کے پاس بھیجی گئیں آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے ایک اشتقاء مرتب کیا گیا اس کے علاوہ ہندوؤں نے بھی عبارتیں لکھ کر علماء کے پاس بھیجیں سب لوگوں نے اپنے اپنے مفادات کے تحت جواب دیئے لیکن امام اہل سنت نے اپنی شان سے قرآن وسنت کے مطابق جواب ارسال فرمائے اور برملا کہا کہ ہم ہر مذہب وملت کے عقلاء سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں مخالفین کے ڈر سے گاؤ کشی قطعاً بند کر دی جائے اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو شریعت ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی یک قلم موقوف کیا جائے تو کیا اس میں ذلت اسلام مقصود نہ ہوگی کیا اس میں خواری ومغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گی کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کرنے کا موقع ہاتھ نہ آئے گا کیا بلاوجہ اپنے لئے ایسی ذلت اختیار کرنا ہماری شرع مطہرہ جائز فرماتی ہے حاشا وکلا ہرگز نہیں نہ یہ متوقع کہ حکامِ وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں اور دوسری طرف توہین وتذلیل روا رکھیں۔

امام اہل سنت کے مضمون کا یہ ایک اقتباس پیش کیا گیا اس کے ایک ایک لفظ سے غیرتِ اسلام اور عظمت شعائر اسلام کے تحفظ کا احساس بیدار ہوتا ہے کسی قسم کی منافقت یا دروغ گوئی سے کام نہیں لیا گیا یہی وجہ ہے کہ بعد ازیں ہندوستان میں جب بھی کبھی اسلام کے خلاف سازش ہوتی تو فاضل بریلوی کے خلفاء تلامذہ نے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر مقابلہ کیا چنانچہ فاضل بریلوی ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قربانی گاؤ کہ بے شک شعائر اسلام ہے اور جب تک ہنود ہندوستان میں ہیں اس کا باقی رکھنا واجب ہے۔

گاندھی کے دست راست پنڈت سیا دیو نے ۲۷ نومبر ۱۹۲۰ء کو متھرا میں اپنی تقریر کے دوران کہا کہ جب ہمارے ہاتھ میں اختیار ہوگا جس قدر قوانین ہم بنا سکیں گے بنائیں گے۔گاؤ کشی کا مسئلہ ہندوستان میں نہایت اہم مسئلہ ہے ہماری متواتر درخواستوں کے باوجود اس بارے میں ذبح ہوتی ہیں جب قانون سازی کی قوت ہمارے ہاتھ میں آئے گی تو ہم فوراً یہ طے کر دیں گے کہ ہندوستان کے اندر گائے کی قربانی نہ ہو اور اگر تم ہمارے مدد کرو تو ہم دنیا بھر میں روک سکتے ہیں تم میں یہ قوت ہے جو چاہو کر ڈالو اگر تم اپنے لیڈروں پر بھروسہ کرو گے تو تم ضرور ہندوستان کا راج حاصل کر لو گے۔

اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ ایک طرف ہندو یہ اعلان بڑے فخر سے کر رہے تھے کہ ہم برصغیر سے نکل کر پوری

دنیا میں گاؤ کشی پر پابندی لگا دیں گے اور دوسری طرف کئی مسلمان راہنما خود ہی ان کی منزل آسان کرنے کے لئے معاون ومددگار بن رہے تھے جیسا کہ مندرجہ ذیل تاریخی حوالہ سے آشکار ہے۔

مشہور دیوبندی مولوی عبید اللہ سندھی اپنی سرگزشت میں فرماتے ہیں کہ میں نے امیر امان اللہ خاں (والی افغانستان) سے کہا کہ افغانستان میں اعلان کردو کہ گاؤ کشی افغانستان میں منع ہے میرے کہنے پر امیر امان اللہ خاں نے بذریعہ اعلانِ عام ملک میں احکام جاری کرائے کہ افغانستان میں گاؤ کشی منع ہے اس کے بعد گاندھی جی نے ایک تقریر میں کہا کہ مسلمانوں میں اگر امیر امان اللہ خاں جیسے قانونی بادشاہ ہوں تو ہماری گائیں ذبح ہونے سے بچ جائیں گی۔

یہ تھے وہ حالات جن میں ہمارے حالات فاضل بریلوی نے ہمیشہ شریعت مطاہرہ کی روشنی میں ہی فیصلہ دیا اور کبھی کسی سیاسی مصلحت کی وجہ سے شریعت کے احکام کی تاویل نہیں کی۔

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر برصغیر کے اندر اُٹھنے والی تحریکیوں کے یہ پہلو اجاگر نہ کئے جاتے اور جس طرح مشرکین کا ہر حکم تسلیم کیا جارہا تھا بدترین دشمنانِ اسلام کو منبر رسول ﷺ پر لاکر بٹھایا جارہا تھا تو آج ہمارے خطہ میں اسلام کی صحیح شکل تلاش کرنا مشکل ہوتی۔ یہ امام اہل سنت کی سیاسی بصیرت ہی تھی کہ آپ نے چومکھی لڑائی لڑی انگریز، ہندو اور اس کے ایجنٹوں سے تنہا مقابلہ کیا اور اس وقت لڑتے رہے جب تک حق کو فتح حاصل نہ ہوئی بعد میں تحریک آزادی اپنی منزل کے قریب پہنچی تو اس کی قیادت بھی اعلیٰ حضرت کے پیروکاروں کے ہاتھ میں تھی جب کہ مدرسہ دیوبند کے نیشنلسٹ علمائے دین ہندو کے دسترخوان پر نظر آتے تھے۔

اس مختصر مقالہ میں محدود حوالہ جات پیش کئے گئے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب برصغیر میں دوسری سیاسی تحریکوں پر فاضل بریلوی کے کردار پر مزید لکھا جائے۔ بشکریہ (جہانِ رضا مارچ ۱۹۹۶ء) لاہور۔

نعت

جس نے رس گل کی پنائی روئے روشن کی بہار
کب دیکھائے دیکھئے اس ستھرے گلشن کی بہار

حل لغات

گل سے حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس مراد ہے۔

شرح

جس نے اس محبوبِ خداﷺ کے چہرۂ انور کی بہار نہ پائی یعنی دیدار سے مشرف نہ ہوا اس کی قسمت میں نامعلوم کیا لکھا ہے دیکھئے اسے اس مقدس گلشن کی بہار یعنی دیدار کب نصیب ہو۔

دیدارِ رسول ﷺ کی آرزو

اس کی تفصیل آنے والے شعر میں پڑھیئے۔ اہل ظواہر دنیا میں دیدارِ رسولﷺ کے منکر تھے بیداری میں ہو یا خواب میں ان کے تتبع میں آج بھی بعض فرقے منکر ہیں ان کا اعتراض اور ہمارا جواب ملاحظہ ہو۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل ظواہر نے عالم بیداری میں حضور اکرمﷺ کی زیارت کا انکار کیا ہے ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ ہماری آنکھیں فانی دنیا کی ہیں اور عالم بقاء میں ہیں۔ فنا کی آنکھ بقاء کو کیسے دیکھ سکتی ہے۔

جواب ۱

خود فرماتے ہیں کہ سیدی ابو محمد بن ابی حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا حل یوں فرمایا کہ فانی کا باقی کو دیکھنا ممکنات سے ہے کیونکہ بندہ بعد از وفات اپنے اللہ تعالیٰ کو دیکھے گا اور وہ باقی ہے اور بندہ فانی۔

جواب ۲

خود حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا تو نے کس کو دیکھا تھا میں نے عرض کی کہ حضرت آپ کو ہی دیکھا تھا آپ نے فرمایا

یافلان الرجل الکبیر یملا الکون لودعی القطب من حجر الاجاب

اے بھائی ولی کامل کون و مکان کو بفضلہٖ تعالیٰ بھر دیتا ہے اگر قطب کو کہیں بھی کسی دکھ میں پکارا جائے تو وہ ضرور جواب دے گا۔

اندازہ لگایئے جب قطب کا یہ مقام ہے تو پھر سید المرسلینﷺ کا کیا کہنا۔ پہلے گزر چکا ہے حضرت شیخ ابو العباس طنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ آسمان و زمین عرش و کرسی حضور اکرمﷺ کے انوار و تجلیات سے پُر ہیں ۔مزید تفصیل فقیر کے رسالہ "تحفة الصلحاء" میں ہے۔

حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

از درد فراق اگر ننالم چہ کنم
روز و شب اگر نہ در خیالم چہ کنم

میگوئی باتوام نه ام ہرگز دور   درعین حضور بی وصالم چه کنم

دردِ فراق سے اگر گریہ نہ کروں تو کیا کروں۔روز و شب محبوب کے تصور و خیال میں نہ گزاروں تو کیا کروں۔
آپ فرماتے ہیں کہ میں تیرے پاس ہوں افسوس ہے کہ عین حضور میں بے وصال (ہجر و فراق) میں ہوں ہائے میں کیا کروں۔

مینہ کی جھڑیا ں مور کی کوکیں صبا کا مست حال
چھیڑتی ہے اشک و آہ و نالہ ساون کی بہار

حل لغات

مینہ، بارش، برکھا۔جھڑیاں، جھڑی کی جمع، لگا تار، بارش، آہستہ آہستہ متواتر مینہ۔مور، خوبصورت جانور، طاؤس۔
کوکیں، کوک کی جمع بلند آواز، سریلی آواز، ترانہ چہچہاہٹ، چیخ، شور، دردبھری آواز، گھڑی یا باجے وغیرہ میں کنجی دینا۔
چھیڑتی ہے، از چھیڑنا چھونا، ہاتھ لگانا، گدگدانا، خفا کرنا، چڑانا، بھڑکانا، رنجیدہ کرنا، مذاق کرنا، دق کرنا، گانا شروع کرنا۔

شرح

بارش کا لگاتار برسنا، مور کی سریلی آواز اور صبا کا مست حال ہے۔اس سے آنسو اور آہ و فریاد ساون کی بہار کا گانا شروع کردیتی ہے۔

دیدارِ رسول ﷺ

دیدارِ رسول ﷺ کی آرزو میں عشاق کا حالِ زار ہوتا ہے اس کا اظہار فرمایا ہے حضرت خواجہ خواجگان خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے یوں عرض کیا ہے

ماراں کوکاں کو کڑیاں کر کر بسیاں باھاں دمة یار

فریاد کرتا ہوں آہ و فغاں کرکے شور مچاتا ہوں اے میرے محبوب کریم ﷺ میرا حالِ زار یہ ہے کہ ہاتھوں کو لمبا کرکے ہی زار و قطار روتا ہوں۔

موجودہ دور کے عربی عشاق

حضرت حافظ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابن حضرت فقیر غلام رسول اُویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد گرامی کے ساتھ عرصہ دراز مدینہ طیبہ میں مقیم رہے۔ان کی ہمیشہ بابِ عمر کے اندرون گنبد خضراء کے جاتے ہوئے دوسرے

ستون رہتی تھی۔ فرماتے تھے کہ سال میں ایک بار کسی علاقہ کے عربی مرد و عورت ٹولیاں بنا کر گنبد خضراء کی زیارت کے لئے حاضری دیتے ہیں وہ جونہی باب مجیدی یا باب عمر یا باب عثمان میں پہونچتے تو نہایت درد بھرے لہجے سے ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر چیختے چلاتے جیسے سرائیکی کو کان کہا جاتا ہے اسی درد بھرے لہجہ سے دروازہ کے اندر داخل ہوتے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشقیہ اشعار

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے وصال کے وقت عرض کیا

و یا عین بکی و لا تسأمی — و حق البکاء علی السید

تو اے آنکھ خوب رو اب یہ آنسو نہ تھمیں — قسم ہے سرورِ عالم پر رونے کے حق کی

علی خیر خندف عند البلاء — أمسی یغیب فی الملحد

خندف کے بہترین فرزند پر آنسو بہا — جو غم و الم کے ہجوم میں سر شام گوشہ قبر میں چھپا دیا گیا

فصلی الملیک ولی العباد — و رب البلاد علی أحمد

مالک الملک بادشاہ عالم بندوں کا والی — اور پروردگار احمد مجتبیٰ پر سلام و رحمت بھیجے

فکیف الإقامة بعد الحبیب — و زین المحافل و المشهد

اب کیسی زندگی جو حبیب ہی بچھڑ گیا — اور وہ نہ رہا جو زینت وہ یک عالم تھا

فلیت الممات لنا کلنا — و کنا جمیعاً مع المهتدی

کاش موت آتی تو ہم سب کو ایک ساتھ آتی — آخر ہم سب اس زندگی میں بھی ساتھ ہی تھے

موت کی آرزو

یہی وجہ ہے کہ عاشقانِ رسول ﷺ موت کو حیات پر ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ

الموت جریوصل الحبیب الی الحبیب

موت پل ہے جو محبوب کو محبوب سے ملاتی ہے

چند عشاق کے شوقیہ اشعار پڑھیں

حضور امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

جان تو جائے ہی جائیگی قیامت یہ ہے — کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

اور فرمایا

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے جلوہ فرما ہوگی جب خلعت رسول اللہ کی (ﷺ)

حضرت مولانا آسی لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی قبر کی رات ہے اس گل سے ملاقات کی رات

حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا

روح کیوں نہ ہو مضطرب موت کے انتظار میں سنتا ہوں مجھ کو دیکھنے آئیں گے وہ مزار میں

مولانا محمد بشیر کوٹلوی نے فرمایا

قبر میں سرکار آئیں تو قدموں پر گروں گر اُٹھائیں فرشتے تو میں ان سے یوں کہوں

کہ پائے ناز سے اے فرشتو کیوں اُٹھوں مر کے پہونچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا کہ

دریں جا بشارتے است مشتاقان مرغمزدگان را کہ اگر زندہ در گور وند جائے دارد (رشتۃ الموات)

یہاں عشاقِ غمزدوں کو خوشخبری ہے کہ اگر وہ قبر میں زندہ زندہ چلے جائیں تو جائز ہے۔

آب وتاب گل سے اس کو اور مرچیں لگ گئیں
بوند بن کر سینہ پرسوز پر چھنکی بہار

حل لغات

آب وتاب، تیزی، چمک، رونق۔ مرچیں لگنا، ناگوار گزرنا، بُرا لگنا۔

شرح

محبوبِ کبریا ﷺ کی روز بروز ترقی اور رونق کو دیکھ کر حاسدین کو بُرا لگا لیکن عاشقان رسول ﷺ کے لئے وہ ان کے سینہ پرسوز پر رحمت کی بوند بن کر بہار آگئی۔

عاشقین و منافقین

اس شعر میں طرزِ عشق وفسق (منافقت) کی علامت بتائی گئی ہے ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ترقی سے عشاق یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شاداں و فرحاں اور مسرور ومفروح ہوجاتے اور منافقین کو مرچیاں لگ جاتی ہیں۔ اس

موضوع کوفقیر نے ’’ آیۃ المنافقین‘‘ رسالے میں تفصیل سے عرض کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ۝ (پارہ ا،سورۃ البقرہ،آیت ۸)

اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔

ایک اور آیت انہی منافقین کے متعلق فرمایا

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا۝ (پارہ ا،سورۃ البقرہ،آیت ۱۰)

ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی۔

فائدہ

آیت میں جس بیماری کا ذکر ہے وہ منافقین میں تھی اور احادیث مبارکہ میں واضح اور صاف مذکور ہے کہ یہ بیماری متعدی ہے جو تا قیامت رہے گی اور اس بیماری میں مبتلا ہونے والے انہی منافقین کے وارثین ہونگے اور ساتھ یہ واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نقش قدم پر چلنے والے لوگ ہی نجات پا سکتے ہیں۔فقیر ذیل میں ایک واقعہ جسے پہلے اجمالاً عرض کیا اب تفصیل سے عرض کرتا ہے تا کہ بلاتردد یقین کیا جا سکے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وارثین اور منافقین کے وارثین کون؟

غزوۂ احزاب ذیقعدہ کے کچھ عرصہ بعد رحمت عالم ﷺ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے زبردست جمعیت فراہم کی ہے اور وہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر رہا ہے حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے تیاری کا حکم دیا اور پھر شعبان کے آغاز میں جان نثاروں کی ایک معقول جمعیت کے ہمراہ مدینہ سے کوچ کر کے مریسیع نامی کنوئیں (یا چشمے) کے قریب پڑاؤ ڈالا جس کے نواح میں بنو مصطلق آباد تھے سرورِ عالم نے ان لوگوں کو حضرت عمر فاروق کی وساطت سے دعوتِ اسلام دی اور شرانگیزی سے باز رہنے کی تلقین فرمائی لیکن ان بدبختوں نے حضور کے پیغام کو قبول نہ کیا اور مسلمانوں سے لڑائی چھیڑ دی۔مسلمانوں نے حضور کے ارشاد کے مطابق ان پر دفعتاً ایک ساتھ اس زور کا حملہ کیا کہ وہ حواس باختہ ہو گئے اور اپنے دس آدمی کٹوا کر میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

بنو مصطلق کی شکست کے بعد لشکر اسلام مریسیع سے متصل بستی میں چند روز کے لئے ٹھہر گیا وہاں کے اثنائے قیام میں ایک دن ایک مہاجر حضرت جہجاہ بن مسعود غفاری اور ایک انصاری سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن براء الجہنی پانی پر آپس

میں جھگڑ پڑے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے لڑائی میں جہجاہ نے سنان کو ایک لات رسید کر دی۔ انصار کے نزدیک کسی سے لات کی ضرب کھانا سخت ننگ کی بات تھی چنانچہ سنان نے اپنی مدد کے لئے انصار کو پکارنا شروع کر دیا جہجاہ نے اپنے آپ کو خطرہ میں دیکھا تو انہوں نے مہاجرین کو آواز دی کہ میری مدد کے لئے پہنچو انصار مجھے مارے ڈالتے ہیں۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بھی اس موقع پر موجود تھا اس کو مسلمانوں کے درمیان نفاق ڈالنے کا نادر موقع ہاتھ آیا اس نے انصار کو سخت اشتعال دلایا اور سنان کی مدد کی لئے اُبھارا۔ دوسری طرف سے کچھ مہاجرین بھی تلواریں سونت کر نکل آئے اس طرح انصار و مہاجرین میں کشت و خون ہونے میں کوئی کسر باقی نہ رہ گئی تھی کہ رحمت عالم ﷺ کے سمع مبارک تک اس شور کی آواز پہنچ گئی آپ فوراً اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ جاہلیت کی دہائی کیسی؟ تم لوگ کہاں اور جاہلیت کی دہائی کیسی اسے چھوڑو یہ بہت بُری چیز ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد سن کر دونوں طرف سے کچھ اصحاب آگے بڑھے اور سنان اور جہجاہ کو گلے ملوا دیا اس طرح معاملہ رفت گزشت ہو گیا لیکن عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی منافقین پر یہ بات سخت شاق گذری وہ آپس میں سر جوڑ کر بیٹھے تو عبداللہ نے ان کے سامنے اپنے دل کے جلے پھپھولے یوں پھوڑے

یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کیا دھرا ہے اگر مہاجرین کی امداد بند کر دو تو وہ تنگ آ کر خود ہی مدینہ چھوڑ دیں گے خدا کی قسم مدینے واپس جا کر ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو شہر بدر کر دے گا۔

اتفاق سے اس مجمع میں مدینہ کے ایک نوجوان بھی موجود تھے جن کو دین حق اور داعی حق ﷺ سے والہانہ محبت تھی عبداللہ بن ابی کی باتیں سن کر ان کا خون کھول اُٹھا فوراً اپنے چچا حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس دوڑے گئے اور سارا واقعہ ان کے گوش گزار کر دیا ان کو بڑی غیرت آئی اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر ابن ابی کی خرافات کا ذکر کیا حضور ﷺ نے نوجوان کو بلا کر دریافت کیا تو انہوں نے وہی باتیں دہرائیں جو اپنے چچا سے کہہ چکے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا شاید تم عبداللہ بن ابی سے ناراض ہو ہوسکتا ہے تم سے سننے میں کچھ غلطی ہو گئی ہو۔

نوجوان نے قسم کھا کر کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے فی الواقع یہ باتیں عبداللہ بن ابی کے منہ سے سنی ہیں۔

اس پر سرورِ عالم ﷺ نے ابن ابی کو بلا کر پوچھا کہ کیا تم نے یہ باتیں کہی ہیں؟ وہ صاف مکر گیا اور قسمیں کھانے لگا کہ میں نے ایسی باتیں ہرگز نہیں کہیں یہ لڑکا جھوٹ بولتا ہے۔

انصار کو جن میں اس نوجوان کے چچا بھی شامل تھے ابن ابی کی قسموں پر یقین آ گیا اور وہ لڑکے کو ملامت کرنے

لگے کہ تم نے خواہ مخواہ ایسی شکایت کر کے رسول اللہ ﷺ کو ناراض کر دیا نوجوان صاحبزادے سخت رنجیدہ ہوئے اور اپنی قیام گاہ پر جا کر بیٹھ رہے۔ اس دل گرفتگی کے عالم میں نیند نے غلبہ کیا اور سو گئے ابھی بیدار نہیں ہوئے تھے کہ رحمت الٰہی کو جوش آ گیا اور سرورِ عالم ﷺ پر سورۂ منافقون نازل ہوئی جس میں اس صالح نوجوان کی تصدیق کی گئی تھی اور منافقین کا کچا چٹھا کھول کر بیان کر دیا گیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس وقت اس نوجوان کو بلایا جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تیری تصدیق میں سورۂ منافقین اتری ہے پھر اس کا کان پکڑ کر فرمایا کہ اس لڑکے کا کان سچا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق فرما دی ہے۔

فائدہ

سورۂ منافقون کے محلِ نزول کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ یہ سورۃ مریسیع کے پڑاؤ میں نازل ہوئی، دوسری روایت یہ ہے کہ واپسی کے سفر کے دوران میں نازل ہوئی اور تیسری روایت کے مطابق حضور کے مدینہ پہنچنے کے فوراً بعد نازل ہوئی۔ بہر صورت تمام اہل سیر نے یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے حضرت عمر فاروق کو ابن ابی کی حرکت پر ایسا غصہ آیا کہ انہوں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اجازت دیں تو میں اس منافق کا سر اُڑا دوں اور اگر آپ مناسب نہ سمجھیں تو انصار میں سے سعد معاذ بن جبل، عباد بن بشر یا محمد بن مسلمہ کو حکم دیں کہ وہ اس کا قصہ پاک کر دیں۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا نہیں ایسا مت کرو لوگ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کرواتے ہیں۔

عبداللہ بن ابی کے فرزند کا نام بھی عبداللہ تھا وہ ایک سچے مسلمان تھے اور نہایت مخلص صحابی تھے علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ حضرت عمر کے بعد وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے باپ نے آپ کو ذلیل کہا خدا کی قسم وہ خود ذلیل ہے اگر چہ میں اپنے باپ کا اطاعت گزار ہوں دوسرا کوئی اسے قتل کرے گا تو شاید میرے دل میں انتقام کا جذبہ بیدار ہو جائے اور میری آخرت بیدار ہو جائے۔

حضور نے ان کو بھی وہی جواب دیا جو حضرت عمر کو دیا تھا اس کے بعد جب لشکر اسلام مدینہ کو واپس ہوا تو عبداللہ تلوار سونت کر باپ کے آگے کھڑے ہو گئے اور کہا تم اقرار کرو کہ میں ذلیل ہوں اور محمد (ﷺ) عزت والے ہیں ورنہ خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر میں تمہیں مدینہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دوں گا اس پر ابن ابی چیخا اور کہا کہ مجھے اپنا بیٹا مدینہ میں داخل ہونے سے روکتا ہے جب حضور اکرم ﷺ کو خبر ہوئی آپ نے کہلا بھیجا اسے گھر میں آنے دو

جب تک یہ ہم میں موجود ہے اس سے اچھا برتاؤ کرو۔عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشادِ نبوی کے آگے سر تسلیم کر دیا۔

نتیجہ

آیت مبارکہ کے متعلقہ واقعات نے ثابت کر دیا کہ منافقین کی ظاہری سازی اعمال صالحہ کے رنگ میں خوب تھی لیکن رسول اللہ ﷺ کے ادب وعشق سے یکسر خالی تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عشق رسول ﷺ کے پیش نظر آپ کے متعلق معمولی سی بے ادبی وگستاخی گوارا نہ تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ اپنے والد (ابی بن سلول) کے فرمانبردار اور اطاعت گزار تھے لیکن اسے قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے اگر رسول اللہ ﷺ نہ روکتے تو وہ باپ کا سر قلم کئے بغیر نہ رہتے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کا منافقین سے حسن سلوک مبنی بر حکمت تھی نہ کہ لاعلمی اور بے بسی۔ لیکن دورِ حاضرہ میں بہت سے دین کے دعویدار ایسے مواقع کے حسن سلوک کو لاعلمی اور بے بسی پر محمول کر کے اپنے عمل نامہ کی سیاہی بڑھاتے ہوئے کتابوں کے اوراق سیاہ کر ڈالتے ہیں۔

کیوں رضؔا وہ ننھے ننھے گورے گورے ہاتھ پاؤں
داغِ محمودی ہے دل پر تیرے بچپن کی بہار

شرح

کیوں اے رضا محبوبِ خدا ﷺ آپ کے وہ ننھے ننھے گورے ہاتھ اور پاؤں مبارک کیسے پیارے تھے وہ ہمارے دلوں پر داغِ محمودی ہیں اے حبیب خدا ﷺ آپ کی بچپن کی بہار ہی کیا تھی۔

بچپن کی بہار

اس میں حضور اکرم ﷺ کی ولادت مبارکہ سے لے کر تا جوانی کے معجزات کی طرف اشارہ ہے۔فقیر تفصیل کے بجائے اختصار سے آپ (ﷺ) کے حالات مبارکہ ومعجزات مقدسہ عرض کرتا ہے تا کہ معلوم ہو کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے کس طرح اتنے بڑے مضامین کو بچپن کی بہار فرما کر '' کیسے دریا در کوزہ'' کا کمال دکھایا ہے۔

ولادتِ کریمہ

جمہور اہل سیر اور اربابِ تواریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ کریمہ عام الفیل کے چالیس دن یا پچپن دن کے بعد ہوئی ہے یہ قول سب سے زیادہ صحیح ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ ماہِ ربیع الاول میں ولادت ہوئی ہے اور

بعض علماء اسی کو اختیار کرتے ہیں بعض بارہ بھی کہتے ہیں اور بعض دو ربیع الاول اور بعض آٹھ ربیع الاول کی رات گزرنے کے بعد کہتے ہیں بہت سے علماء اسی کو اختیار کرتے ہیں اور بعض دس بھی کہتے ہیں لیکن پہلا قول یعنی بارہ ربیع الاول کا زیادہ مشہور و اکثر ہے اسی پر اہل مکہ کا عمل تھا۔ ولادت شریف کے مقام کی زیارت اسی رات کرتے تھے اور میلاد شریف پڑھتے تھے (افسوس نجدی حکومت آنے کے بعد یہ تمام امور بند ہوگئے) اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ o

یہ ولادت مبارکہ بارھویں ربیع الاول کی رات روزِ دوشنبہ واقع ہوئی اور وحی کی ابتداء ہجرت مدینہ منورہ پہنچنا، فتح مکہ مکرمہ اور وفات شریف بھی روزِ دوشنبہ ہوئی اور وقت ولادتِ مبارک صبح صادق میں طلوع آفتاب سے پہلے ہوئی۔

فائدہ

مواہب الدنیہ میں ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ولادت کا وقت یہی ہے اور اکثر اخبار میں ولادت شریف کا وقت طلوعِ فجر ہے اور بعض روایات میں رات بھی آیا ہے اس سے یہی طلوعِ فجر مراد ہے اس لئے کہ اس کو رات کے متصل شمار کر سکتے ہیں نیز مواہب الدنیہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ولادت شریف خوب روشن وقت میں ہوئی جو دن کی ابتداء ہے یہ کہا جاتا ہے کہ اس وقت ستارے ٹوٹے اور شہاب ثاقب جھڑے اسے رات پر محمول نہ کرنا چاہیے اس لئے کہ نبوت و ولادت کا زمانہ خوارقِ عادات اور معجزات کے ظہور کا زمانہ ہے لہٰذا ممکن ہے ستاروں وغیرہ کا ٹوٹنا دن میں ہوا ہو (واللہ اعلم) اور بعض منجمین اور اس فن کے ماہرین ولادت شریف کی ساعت کو سب سے زیادہ سعید ساعت شمار کرتے ہیں اور روضۃ الاحباب میں اسے بیان کیا گیا ہے۔

انتباہ

حق یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کسی زمانہ کے ساتھ شرافت و بزرگی حاصل نہیں کی ہے بلکہ زمانہ نے آپ سے شرافت و بزرگی پائی ہے جس طرح کہ دیگر مقامات مقدسہ ہیں کہ مکان کو مکین سے شرافت و بزرگی حاصل ہوتی ہے اور یہی حکمت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کسی ایسے مہینہ میں نہیں ہوئی جو بزرگی و برکت کے ساتھ مشہور ہو جیسے ماہِ محرم، ماہِ رجب، ماہِ رمضان وغیرہ جیسا کہ بعض شاذ روایتوں میں آیا ہے اور یہی حکمت علی دن کی ہے کیونکہ تمام دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے اور اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس ساعت میں جو دعا مانگی جائے مستجاب ہوگی لیکن یہ ساعت اس ساعت کو کہاں پہنچ سکتی ہے کہ جس میں سید المرسلین ﷺ نے تولد فرمایا۔

فائدہ

حق تعالیٰ نے روزِ دوشنبہ کو جو کہ حضورا کرم ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کا دن ہے عبادت کے لئے نہیں فرمایا جیسا کہ روزِ جمعہ کو مخصوص فرمایا جو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا دن ہے۔

اس کی وجہ اپنے حبیب کریم ﷺ کے معجزات اور آپ کی امت پر آپ کے وجود باوجود کی عنایت کے سبب سے تخفیف ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا

وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۝ (پارہ ۱۷،سورۃ الانبیاء،آیت ۱۰۷)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

پیر کے دن روزہ رکھنا اس لحاظ سے کہ اس دن کو حضورا کرم ﷺ کی ولادت شریف سے بزرگی و کرامت حاصل ہوئی ہے مستحب ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضور روزہ دوشنبہ کو رکھا کرتے تھے اور جب اس دن روزہ رکھنے کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا میں اس دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی۔ (رواہ مسلم شریف)

یھودی کی فریاد

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک یہودی تھا جو تجارت کرتا تھا جب وہ رات آئی جس میں سیدعالم ﷺ نے ولادت فرمائی تو اس یہودی نے کہا اے گروہ قریش کیا آج کی رات تم میں کوئی فرزند پیدا ہوا ہے قریشیوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ اس یہودی نے کہا اس آخری امت کا نبی پیدا ہو گیا ہے اور اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے جس میں گھوڑے کی رگ کی مانند بال مجتمع ہیں پھر اس یہودی کو سیدہ آمنہ کے پاس لائے اس نے کہا اپنے فرزند کی زیارت کراؤ پھر اس نے پشت مبارک سے قمیص اُٹھا کر علامت دیکھی تو وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور کہنے لگا خدا کی قسم بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی۔ (رواہ الحاکم)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں حضورا کرم ﷺ کی ولادت شریف کے وقت سات یا آٹھ سال کا بچہ تھا میں نے یہ قصہ سنا اور دیکھا ہے کہ ایک یہودی صبح کے وقت اپنی قوم کو پکار رہا تھا اور فریاد کر رہا تھا یہودیوں نے اس سے کہا تجھے کیا ہوا کیوں فریاد کر رہا ہے اور ہمیں بلا رہا ہے اس نے کہا آج کی رات احمد کے ستارے نے طلوع کر لیا ہے۔

معجزہ

عثمان بن العاص اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت شریف کے وقت موجود تھی میں نے دیکھا ایک نور ظاہر ہوا جس نے گھر اور تمام در و دیوار کو نورانی کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ آسمان کے ستارے زمین کے نزدیک آگئے ہیں میں نے خیال کیا کہ شاید وہ مجھ پر گر پڑیں گے تمام گھر پُرانوار ہو گیا۔ احادیث صحیحہ و مشہورہ میں آیا ہے کہ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ میں نے شب ولادت میں دیکھا کہ ایک نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور میں نے ان کو دیکھا۔ (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۹۱)

معجزہ

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ مجھ سے ایک ستارہ عالم ظہور میں آیا جس سے ساری زمین روشن ہو گئی اور میں نے شام کے محلات دیکھے اور یہ فرزند پاک وصاف پیدا ہوا کسی قسم کی آلائش نہ تھی۔

تو بھی بشر وہ بھی بشر

جو لوگ بشر بشر کی رٹ لگاتے ہیں وہ سمجھیں کہ تم پیدا ہوئے تو گندگی سے بھرپور اور آپ کی پیدائش نور علیٰ نور۔

معجزہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اپنی والدہ سے جن کا نام "شفا" تھا روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا جس وقت حضرت آمنہ سے فرزند تولد ہوا تو وہ میرے ہاتھ میں آیا جو ختنہ شدہ تھا۔ پھر چھینک آئی اس پر کسی کہنے والے کی آواز سنی "یرحمک اللہ" شفا بیان کرتی ہیں کہ مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے اس وقت شام کے محلات و قصور دیکھے ایک روایت میں روم کے محلات اور ایک روایت میں شام کے محلات آئے ہیں شام ہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ شام حضور کا ملک ہے اور کتب سابقہ میں آیا ہے اور شام کی فضیلت میں بکثرت حدیثیں مروی ہیں اور شفا بیان کرتی ہیں کہ میں ڈری اور مجھ پر لرزا طاری ہو گیا اس کے بعد ایک نور داہنی جانب سے ظاہر ہوا کسی کہنے والے نے کہا اسے کہاں لے گیا دوسرے نے جواب دیا مغرب کی جانب تمام مقاماتِ متبرکہ میں لے گیا پھر بائیں جانب سے بھی ایک نور ظاہر ہوا اور پر بھی کسی کہنے والے نے کہا اسے کہاں لے گیا دوسرے نے جواب دیا اسے میں مشرق کی جانب تمام مقاماتِ متبرکہ میں لے گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا انہوں نے اسے اپنے سینہ سے لگایا اور طہارت و برکت کی دعا مانگی۔ شفا بیان کرتی ہیں یہ بات میرے دل میں ہمیشہ جاگزیں رہی یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو میں اسلام لائی اور اولین و سابقین میں سے ہوئی۔

محمد نام

سیدہ آمنہ بیان کرتی ہیں کہ وہ فرماتی تھیں کہ میں نے خواب میں کسی کو کہتے سنا کہ چھ ماہ کی حاملہ تھی اس نے مجھ سے کہا اے آمنہ تم سارے جہان سے افضل کی حاملہ ہو جب تم سے وہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا اور اپنے حال کو پنہاں رکھنا۔اس روایت سے ظاہر و معلوم ہوتا ہے کہ محمد نام رکھنا آمنہ کی جانب سے ہوگا حالانکہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ یہ نام حضرت عبدالمطلب نے رکھا ہے تو ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔(مزید تفصیل فقیر کی تصنیف ''شہد سے میٹھا نام محمدؐ'' میں پڑھیئے)

معجزہ

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جب مجھ پر وہ حالت طاری ہوئی جو عام طور پر عورتوں کو وضع حمل کے وقت ہوتا ہے تو میں گھر میں تنہا تھی اور حضرت عبدالمطلب طواف میں تھے۔اس وقت میں نے ایک عظیم آواز سنی جس سے میں خوفزدہ ہوگئی اس کے بعد میں نے دیکھا ایک مرغ سفید کا بازو میرے سینے کو لگا تو میرا خوف اور وہ درد جاتا رہا پھر میں نے دیکھا کہ میرے پاس ایک سفید شربت کا پیالہ لایا گیا میں نے اسے پیا تو اس سے مجھے قرار و سکون حاصل ہوا۔

حوا و آسیہ و مریم

میں نے نور کا ایک بلند مینار دیکھا اس کے بعد اپنے پاس بلند قامت والی عورتیں دیکھیں جس کا قد عبد مناف کی لڑکیوں کی مانند کھجور کے درختوں کی طرح ہے میں نے تعجب کیا کہ یہ کہاں سے آ گئیں۔اس پر ان میں سے ایک نے کہا میں آسیہ فرعون کی بیوی ہوں، دوسری نے کہا میں مریم بنت عمران ہوں اور یہ عورتیں حورعین ہیں اور میرا حال بہت سخت ہو گیا اور ہر گھڑی عظیم سے عظیم تر آوازیں سنتیں جس سے خوف معلوم ہوتا تھا اسی حالت کے دوران میں نے دیکھا کہ ایک فرش زمین و آسمان کے درمیان کھینچا گیا اور میں نے دیکھا کہ زمین و آسمان کے درمیان بہت سے لوگ کھڑے ہیں جن کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ پرندوں کی ایک ڈار میرے سامنے آئی یہاں تک کہ میرا کمرہ ان سے بھر گیا ان کی چونچیں زمرد کی اور ان کے بازو یاقوت کے تھے اور حق تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردہ اُٹھا دیا اور میں نے مشارق و مغارب کو دیکھا اور میں نے دیکھا کہ تین علم ہیں ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک خانہ کعبہ کے اوپر نصب ہے پھر مجھے دردزہ ہوا اور محمد (ﷺ) متولد ہوئے اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں اور دونوں انگشتہائے مسبحہ آسمان کی جانب اُٹھائے ہوئے ہیں اور تضرع کی مانند گریاں کناں ہیں اس کے بعد میں نے

ایک ابر سفید دیکھا جس نے انہیں میری نظروں سے چھپا دیا اور میں نے کسی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا انہیں زمین کے مشارق ومغارب کی سیر کراؤ اور ان کے شہروں میں گشت کراؤ تا کہ وہاں کے رہنے والے آپ کے اسم مبارک اور نعت و صورت کو پہچان لیں اور جان لیں کہ آپ کی صفت ماحی ہے جو کہ شرک کے آثار کو محو وفنا کریں گے۔

توتنھا داری

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جب حضور کولٹایا گیا تو میں نے ایک بہت بڑے نورانی ابر کو دیکھا جس میں گھوڑوں کے ہنہنانے اور بازوؤں کے پھڑ پھڑانے اور لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں سنیں یہاں تک کہ اس ابر نے حضور کو ڈھانپ لیا اور میری نظروں سے غائب ہو گئے اس وقت میں نے ایک منادی کو ندا کرتے سنا وہ کہہ رہا تھا حضور کو زمین کے جملہ گوشوں میں پھراؤ اور جن وانس کی روحوں پر گشت کراؤ، فرشتوں، پرندوں اور چرندوں کی زیارت کراؤ اور ان کو حضرت آدم کے اخلاق، حضرت شیث کی معرفت، حضرت نوح کی شجاعت، حضرت ابراہیم کی خلت، حضرت اسمٰعیل کی زبان، حضرت اسحاق کی رضا، حضرت صالح کی فصاحت، حضرت لوط کی حکمت، حضرت یعقوب کی بشارت، حضرت موسیٰ کی شدت، حضرت ایوب کا صبر، حضرت یونس کی اطاعت، حضرت یوشع کا جہاد، حضرت داؤد کا لحن اور آواز، حضرت دانیال کی محبت، حضرت الیاس کا وقار، حضرت یحیٰ کی عصمت اور حضرت عیسیٰ کے زہد کا پیکر بناؤ اور تمام نبیوں کے دریائے اخلاق میں غوطہ دو۔

آپ کے قبضہ واختیار

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد وہ ابر مجھ سے کھل گیا تو میں نے دیکھا کہ سبز ریشمی کپڑے میں حضور ﷺ خوب لپٹے ہوئے ہیں اور آپ کے لباس سے پانی ٹپک رہا ہے اور کوئی کہنے والا کہتا ہے ماشاءاللہ ماشاءاللہ حضور کو تمام دنیا پر کس شان سے بھیجا گیا دنیا کی کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو آپ کی تابع فرمان نہ ہو سب ہی کو آپ کے قبضہ قدرت میں دیا گیا ہے پھر جب میں نے آپ کی طرف نظر کی تو میں نے دیکھا کہ گویا آپ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمک رہے ہیں اور آپ کے جسم اطہر سے مشک وعنبر کی لپٹیں آرہی ہیں اور تین شخص کھڑے ہیں ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ ہے، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت ہے اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر ہے اس کے بعد انہوں نے ایک انگشتری نکالی جس سے دیکھنے والوں کی نظریں جھپک گئیں پھر اسے سات مرتبہ دھویا اور اس انگشت سے آپ کے شانوں کے درمیان مہر کیا اور حریر میں لپیٹ کر اُٹھا لیا اور کچھ دیر اپنے آغوش میں لے کر میرے سپرد کر دیا۔

کعبہ کا کعبہ

عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں شب ولادت کعبہ کے پاس تھا جب آدھی رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ کعبہ مقامِ ابراہیم کی طرف جھکا اور سجدہ کیا اور اس سے تکبیر کی آواز آئی کہ "اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر رب محمد المصطفیٰ الآن قد طھرنی ربی من انجاس الاصنام و ارجاس المشرکین اللہ بلندو بالا ہے اللہ بلندو بالا ہے وہ رب ہے محمد مصطفیٰ کا۔اب مجھے میرا رب بتوں کی پلیدی اور مشرکوں کی نجاست سے پاک فرمائے گا اور غیب سے آواز آئی رب کعبہ کی قسم کعبہ کو برگزیدگی ملی خبردار ہو جاؤ کعبہ کو ان کا قبلہ ان کا مسکن ٹھہرایا اور وہ بت جو کعبہ کے گرداگرد نصب تھے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور سب سے بڑا بت جسے ہبل کہتے تھے منہ کے بل گر پڑا تھا۔ندا آئی کہ سیدہ آمنہ سے محمد مصطفیٰ پیدا ہو گئے اور ابرِ رحمت ان پر اتر آیا ہے۔

ناف بریدہ

جمہور اہل سیر کا مذہب ہے کہ حضور اکرم ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اُن تمام عزت و کرامت میں سے جو رب العزت کے حضور مجھے حاصل ہے یہ ہے کہ میں ختنہ کردہ پیدا ہوا اور میری شرمگاہ کو کسی نے نہیں دیکھا یہ ارشاد ختنہ شدہ پیدا ہونے کی حکمت کی جانب ایک اشارہ ہے بعض علماء یہ بھی کہتے ہیں تاکہ حضور اکرم ﷺ کی کمالِ خلقت اور تکمیل اعضاء میں کسی مخلوق کا کوئی دخل نہ ہو نیز یہ بھی حکمت ہے کہ کوئی عیب آپ کی طرف منسوب نہ ہو بعض متاخرین نے اس کا انکار کیا ہے اور اس حدیث پر جرح کی ہے اور حاکم نے مستدرک میں تواتر کا دعویٰ کیا ہے اور ذہبی کہتے ہیں کہ جب اس کی صحت میں ہی کلام ہے تو متواتر کیسے ہو گی اور بعض نے تواتر کو معنوی اور لغوی شہرت پر محمول کیا ہے کسریٰ کے محل کا لرزنا، کانپنا اور اس کے چودہ کنگرے کا گر پڑنا ،بعض علماء نے چودہ کے عدد سے اس طرف اشارہ ہونا مراد لیا ہے کہ ان کی بادشاہی چودہ آدمیوں تک ہو گی چنانچہ چار سال میں دس لوگوں نے بادشاہی کی اور بقیہ چار نے زمانہ خلافت امیر المومنین سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک یکے بعد دیگرے بادشاہی کی۔

معجزات

انہیں نشانیوں میں سے دریائے ساوہ کا خشک ہونا اور اس کا پانی تمام کا تمام زمین میں چلا جانا اور س نالے کا جاری ہونا جسے وادی ساوہ کہتے ہیں جو ہزار برس سے خشک تھا فارسیوں کے آتش کدہ کی آگ کا بجھ جانا ہے جو ہزار برس سے

روشن تھی انہیں حالات کی کثرت سے کسریٰ پر انتہائی خوف وہراس طاری ہوگیا ہر چند کہ وہ بظاہر بہادری اور دلیری دکھاتا اور لوگوں سے چھپاتا تھا اسی دوران فارس کے سب سے بڑے قاضی جسے وہ ''موبداں'' کہتے ہیں اس نے یہ بھی خواب دیکھا کہ قوی وتوانا اونٹ اور چست چالاک عربی گھوڑے دوڑتے آرہے ہیں اور دجلہ پار کرکے شہروں میں پھیل گئے ہیں مؤبدوں نے اس کی یہ تعبیر دی کہ بلادِ عرب میں کوئی واقعہ رونما ہوگا جس کی وجہ سے مما لک عجم مفتوح ومغلوب ہوں گے۔ کسریٰ نے اس حال کی جستجو میں کچھ لوگوں کو کاہنوں کے پاس اور خصوصاً سطیح کے پاس بھیجا جو علم کہانت میں سب سے زیادہ ماہر تھا اس کے عجیب وغریب حالات ہیں کہتے ہیں اس کے جوڑ (مفاصل) نہ تھے اور وہ کھڑے ہونے اور بیٹھنے پر قادر نہ تھا مگر جس وقت کہ وہ غصہ میں ہوتا تو وہ مشک کی مانند پھول جاتا اور بیٹھ جاتا۔ اس کے اعضاء میں انگلی کے پوروں اور سر کے سوا کوئی ہڈی نہ تھی گویا کہ وہ گوشت کا ایک ڈھیر تھا جب لوگ اسے کسی جگہ لے جانا چاہتے تھے تو اسے کپڑے میں کپڑوں میں طرح لپیٹ لیتے اور لے جاتے۔ کہتے ہیں کہ اس کا منہ اس کے سینہ میں تھا اس کے سر اور گردن نہ تھی یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی عمر چھ سو سال کے قریب تھی جب اس سے کہانت کی باتیں اور غیبی کہوائی جاتیں تو اسے اس طرح ہلاتے جس طرح لسی کے مٹکے کو ہلایا جاتا ہے اس کا سانس پھول جاتا اور وہ خبریں بولنے لگتا چنانچہ جب کسریٰ کے ایلچی ''سطیح'' کے پاس آئے تو وہ موت کے سکرات میں مبتلا تھا انہوں نے سلام کیا اور کسریٰ کی تحیت پہنچائی اس سے کوئی جواب نہ سنا گیا چند اشعار پڑھے جن میں کسریٰ کا سوال مضمر تھا اور اس کے حال کا انکشاف تھا۔ سطیح نے جب ان کی باتوں کا سنا ہنس کر کہنے لگا یہ وقت ہے جب کہ قرآن کی تلاوت ہوگی اور صاحب عصا ظاہر ہوگا یعنی حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوں گے وادی سماوہ جاری ہوگا اور دریائے ساوی خشک ہوکر پانی اتر جائے گا فارس کا آتش کدہ بجھ جائے گا سطیح کی زندگی کا درخت اس دنیا میں نہ رہے گا سطیح اتنی بات کہہ کر گر پڑا اور مر گیا۔

فائدہ

حق تعالیٰ نے یزدجرد کی مملکت کو جو فارس کا آخری بادشاہ تھا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر فتح کرایا اس کے لشکری مسلمانوں کے مقابل سے بھاگ کھڑے ہوئے اس کے بعد چند مرتبہ اس نے لشکر کو جمع کرکے جنگیں کیں بالآخر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں خراسان کی جانب چلا گیا اور ایک اسابانی نے اسے ۳۱ھ میں ایک مرد کے قضیہ میں ہلاک کردیا۔

معجزات

انہیں نشانیوں میں سے بتوں کا اوندھے منہ گرنا اور ان کا ذلیل وخوار ہونا ہے۔ قریش کا ایک بت تھا وہ ہر سال اسی بت کے نزدیک آتے عید اور جشن مناتے اس کے سامنے اعتکاف کرتے تھے ایک رات انہوں نے دیکھا کہ وہ بت اوندھا پڑا ہوا ہے انہوں نے اُسے اُٹھا کر اپنی جگہ کھڑا کیا مگر وہ دوبارہ گر پڑا پھر کھڑا کیا سہ بار پھر گر پڑا۔ جب انہوں نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو وہ بہت غمگین وملول ہوئے اور اسے اپنی جگہ مضبوط کرکے باندھ دیا۔ اس وقت اس بت کے خول سے یہ آواز سنی وہ کہہ رہا تھا

تردی بمولود اضاء ت بنوره جمیع فجاج الارض بالشرق والغرب

وخرت له الاوثان طرا ورعدت قلوب ملوک الارض جمعا من الرعب

یعنی مولود کو چادر اڑھائی جس کے نور کی شعاعوں سے زمین کے مشارق ومغارب کی راہیں روشن ہوگئیں اور اس کی حرارت سے تمام بت گر پڑے اور اس کے رعب ودبدبہ سے زمین کے بادشاہوں کے دل دہل گئے۔

یہ واقعہ حضور اکرم ﷺ کی شب ولادت کا ہے۔

میلاد کی خوشی کا صلہ

شب سے پہلے جس نے حضور اکرم ﷺ کو دودھ پلایا وہ ابولہب کی باندی ثوبیہ (بضم ثاء وفتح واو وسکون یا) تھی جس شب حضور اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی ثوبیہ نے ابولہب کو بشارت پہنچائی کہ تمہارے بھائی حضرت عبداللہ کے گھر فرزند پیدا ہوا ہے۔ ابولہب نے اس مژدہ پر اس کو آزاد کرکے حکم دیا کہ جاؤ دودھ پلاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اس خوشی ومسرت پر جو ابولہب نے حضور اکرم ﷺ کی ولادت پر ظاہر کی اس کے عذاب میں کمی کردی اور دوشنبہ کے دن اس پر سے عذاب اُٹھالیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اس حدیث شریف میں میلاد شریف پڑھوانے والوں کے لئے حجت ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کی رات میں خوشی ومسرت کا اظہار کریں اور خوب مال وزر خرچ کریں۔ مطلب یہ کہ باوجودیکہ ابولہب کافر تھا اور اس کی مذمت قرآن کریم میں نازل ہو چکی ہے جب اس نے حضور اکرم ﷺ کے میلاد کی خوشی کی اور اس نے اپنی باندی کو دودھ پلانے کی خاطر آزاد کردیا تو حضور اکرم ﷺ کی طرف سے حق تعالیٰ نے اس کا بدلہ عنایت فرمایا۔

ثوبیہ کا تعارف

ثوبیہ کے اسلام میں اختلاف ہے بعض محدثین انہیں صحابیات میں شمار کرتے ہیں۔ سیرت کی کتابوں میں ہے کہ حضور نے بحکم رضاعت اُن کا اعزاز واکرام فرمایا اور مدینہ مطہرہ سے ان کے لئے کپڑے اور انعام بھجواتے ان کی وفات

غزوۂ خیبر کے بعد ۸ھ میں ہوئی اور حضور اکرم ﷺ جب فتح مکہ کے وقت مکہ مکرمہ تشریف لائے تو ان کے رشتہ داروں کے بارے میں دریافت کیا کہ کوئی عزیز و قریب ہے معلوم ہوا کہ کوئی نہیں ہے۔ (کذافی روضۃ الاحباب)

حضرت ثوبیہ نے سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دودھ پلایا ہے اس بناء پر حضور اکرم ﷺ اور حضرت حمزہ کے درمیان رضاعی بھائی کی نسبت بھی ثابت ہے۔

دودھ پلانے والیاں

حضور اکرم ﷺ نے سات دن سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ نوش فرمایا اور چند دن ثوبیہ کا دودھ پیا اس کے بعد حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی چونکہ ان کا اپنا نام و نسبت ہی حلم و وقار اور سعادت کے ساتھ متصف تھا اور وہ اس قبیلہ بنی سعد بن بکر سے ہیں جن کی شیریں زبانی، اعتدال آب و ہوا اور فصاحب و بلاغت مشہور و معروف ہے۔ مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں اس لئے کہ میں قریشی ہوں اور میں نے قبیلہ بنی سعد بن بکر کا دودھ پیا ہے حضرت حلیمہ سعدیہ کے دودھ پلانے کے ضمن میں حضور کے جو فضائل و کرامات اور معجزات مروی ہیں وہ احاطہ بیان اور گنتی و شمار کی حد سے باہر ہیں ان میں سے مختصر تحریر میں لاتا ہوں۔

معجزات و رضاعت

حلیمہ فرماتی ہیں کہ قبیلہ بنی سعد بن بکر کے ساتھ دودھ پلانے کے لئے کسی بچے کو لینے مکہ مکرمہ آئی یہ زمانہ شدید قحط سالی کا تھا آسمان سے زمین پر پانی کا ایک قطرہ تک نہ برسا تھا ہماری ایک مادہ گدھی تھی جو لاغر و کمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتی تھی ایک اونٹنی تھی جو دودھ کا ایک بوند نہ دیتی تھی میرے ساتھ میرا بچہ اور میرے شوہر تھے ہماری تنگی کا یہ عالم تھا کہ رات چین سے گذرتی تھی اور نہ دن آرام سے۔ جب ہمارے قبیلہ کی عورتیں مکہ پہنچیں تو انہوں نے دودھ پلانے کے لئے تمام بچوں کو لے لیا بجز حضور اکرم ﷺ کے کیونکہ جب وہ سنتی تھیں کہ وہ یتیم ہیں تو ان کے یہاں جاتی ہی نہ تھیں کوئی عورت ایسی نہ رہی جس نے کوئی بچہ نہ لیا ہو صرف میں ہی باقی تھی اور حضور ﷺ کے سوا کسی کو نہ پاتی تھی میں نے اپنے شوہر سے کہا خدا کی قسم بغیر بچہ لئے مکہ مکرمہ سے لوٹنا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا جاتی ہوں اور اسی یتیم بچہ کو لئے لیتی ہوں میں اسی کو دودھ پلاؤں گی اس کے بعد میں گئی میں نے دیکھا آپ دودھ سے زیادہ سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور آپ سے مشک و عنبر کی خوشبوئیں لپٹیں مار رہی ہیں آپ کے نیچے سبز حریر بچھا ہوا ہے اور آپ خراٹے لیتے ہوئے اپنی قفا (گدی) پر محو خواب ہیں چونکہ حضور کی عادت شریفہ تھی کہ آپ نیند میں خراٹے لیتے تھے اور کبر سنی میں بھی خراٹوں کی آواز

سنائی دیتی تھی اگر یہ تیز وشدید آواز نہ ہوتو محمود ہے۔حلیمہ سعد یہ فرماتی ہیں کہ میں نے چاہا کہ آپ کو نیند سے بیدار کردوں مگر میں آپ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئی پھر میں نے آہستہ سے قریب ہوکر اپنے ہاتھوں میں اُٹھا کر اپنا ہاتھ آپ کے سینے مبارک پر کھاتو آپ نے تبسم فرما کر اپنی چشم مبارک کھول دی اور میری طرف نظر کرم اُٹھائی تو آپ کی چشمانِ مبارک سے ایک نور نکلا جو آسمان تک پرواز کر گیا میں نے آپ کی دونوں چشمانِ مبارک کے درمیان بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھا لیا تا کہ دودھ پلاؤں میں نے داہنا پستان آپ کے دہن مبارک میں دیا آپ نے دودھ نوش فرمایا پھر میں نے چاہا کہ اپنا بایاں پستان دہن مبارک میں دوں تو آپ نے نہ لیا اور نہ پیا۔ (طبرانی ،بیہقی ،ابونعیم)

نکتہ

تبسم میں نکتہ یہ تھا کہ اے حلیمہ یہ خیال نہ کرنا کہ تو مجھے پالے گی بلکہ یقین کیجئے کہ میں تجھے تمام کنبے کو پالوں گا اور اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام پیدائشی عالم ہوتے ہیں۔

عدل کا پیکر

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو ابتدائی حالت میں ہی عدالت وانصاف ملحوظ رکھنے کا الہام فرمادیا تھا اور آپ جانتے تھے کہ ایک ہی پستان کا دودھ آپ کا ہے کیونکہ حلیمہ کا ایک اپنا لڑکا بھی ہے حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضور کا یہ حال رہا کہ ایک پستان کو حضور اپنے رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے پھر میں آپ کو لے کر اپنی جگہ ائی اور اپنے شوہر کو دکھایا وہ بھی آپ کے جمال مبارک پر عاشق ہوگئے اور سجدہ شکر ادا کیا اور وہ اپنی اونٹنی کے پاس گئے دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے باوجودیکہ اس سے پہلے اس کے تھن میں دودھ کا ایک قطرہ نہ تھا انہوں نے اسے دوہا جسے انہوں نے بھی پیا اور میں نے بھی پیا اور ہم خوب سیر ہوگئے اور خیر وبرکت کے ساتھ اس رات چین کی نیند سوئے چونکہ اس سے پہلے بھوک و پریشانی میں نیند نہیں آتی تھی میرے شوہر نے کہا اے حلیمہ بشارت وخوشی ہو کہ تم نے اس ذات مبارک کو لے لیا تم نہیں دیکھتیں کہ ہمیں کتنی خیر و برکت حاصل ہوئی ہے۔ یہ سب اسی ذات مبارک کے طفیل ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ہمیشہ اور زیادہ خیر و برکت رہے گی۔ حلیمہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد چند راتیں ہم مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے ایک رات میں نے دیکھا کہ ایک نور آپ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہے اور ایک شخص سبز کپڑے پہنے آپ کے سرہانے کھڑا ہے پھر میں نے اپنے شوہر کو جگا کر کہا اُٹھئے اور دیکھئے شوہر نے کہا اے حلیمہ خاموش رہو اور اپنی اس حالت کو چھپا کے رکھوں کیوں کہ (مجھے معلوم ہوا کہ) جس دن سے یہ فرزند پیدا ہوا

ہے یہود کے علماء واحبار نے کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے انہیں چین وقرار نہیں ہے۔ حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے کو رخصت کیا۔

سوار بدلا

حلیمہ کہتی ہیں کہ مجھے سیدہ آمنہ نے رخصت کیا میں اپنے دراز گوش (یعنی مادہ گدھی) پر حضور کو اپنی گود میں لے کر سوار ہوئی۔ میرا دراز گوش خوب چست و چالاک ہوگیا اور اپنی گردن اوپر تان کر چلنے لگا جب ہم کعبہ کے قریب پہنچے تو تین سجدے کیئے اور اپنے سر کو آسمان کی جانب اُٹھایا اور چلایا پھر قبیلہ کے جانوروں کے آگے آگے چلنے لگا لوگ اس کی تیز رفتاری پر تعجب کرنے لگے عورتوں نے مجھ سے کہا اے بنت ذویب کیا یہ وہی جانور ہے جس پر سوار ہوکر ہمارے ساتھ آئی تھیں جو تمہارے بوجھ کو اُٹھا نہیں سکتا تھا اور سیدھا چل تک نہ سکتا تھا۔ میں نے جواب دیا خدا کی قسم یہ وہی دراز گوش ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس فرزند کی برکت سے اسے قوی و طاقتور کردیا ہے اس پر انہوں نے کہا خدا کی قسم اس کی بڑی شان ہے حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے دراز گوش کو جواب دیتے سنا کہ ہاں خدا کی قسم میری بڑی شان ہے میں مردہ تھا مجھے زندگی عطا فرمائی میں لاغر و کمزور تھا مجھے قوت وتوانائی بخشی۔ اے بنی سعد کی عورتو! تم پر تعجب ہے اور تم غفلت میں ہو اور تم نہیں جانتیں کہ میری پشت پر کون کون ہے میری پشت پر سید المرسلین، خیر الاولین والآخرین اور حبیب رب العلمین ہے۔

حلیمہ مبارک

حلیمہ فرماتی ہیں کہ راستہ میں دائیں بائیں میں سنتی کہ کہتے اے حلیمہ تم تونگر ہوگئیں اور بنی سعد کی عورتوں میں تم بزرگ ترین ہوگئیں اور بکریوں کے جس ریوڑ پر گزرتی بکریاں سامنے آکر کہتیں اے حلیمہ تم جانتی ہو کہ تمہارا دودھ پینے والا کون ہے؟ یہ محمد آسمان وزمین کے رب کے رسول اور تمام بنی آدم سے افضل ہیں ہم جس منزل پر قیام کرتے حق تعالیٰ اس منزل کو سرسبز و شاداب فرما دیتا باوجودیکہ وہ قحط سالی کا زمانہ تھا اور جب ہم بنی سعد کی بستی میں پہنچ گئے تو کوئی خطہ اس سے زیادہ خشک اور ویران نہ تھا میری بکریاں چراگاہ میں جاتیں تو شام کو خوب شکم سیر، تروتازہ اور دودھ سے بھری ہوئی لوٹتیں تو ہم ان کا دودھ دوہتے اور ہم سب خوب سیر ہوکر پیتے اور دوسرے کو پلاتے۔ ہماری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ تم اپنی بکریوں کو ان چراگاہوں میں کیوں نہیں چراتے جس چراگاہ میں بنت ابی ذویب کی بکریاں چرتی ہیں حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتے کہ ہمارے گھر میں یہ خیر و برکت کہاں سے آئی ہے یہ برکت ونشاط غیبی چراگاہ اور کسی اور چارہ سے تھی اس کے بعد ہماری قوم کے چرواہوں نے ہمارے چرواہوں کے ساتھ بکریاں چرانی شروع کردیں یہاں تک کہ

اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال اوران کی بکریوں میں بھی خیرو برکت پیدا کردی اور حضور اکرم ﷺ کی وجہ سے تمام قبیلہ میں خیرو برکت پھیل گئی۔ میں جانتی ہوں کہ یہ سب حضور اکرم ﷺ کے وجودگرامی کی برکت ہے۔

چاند جھک جاتا

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو مہد میں یعنی پنگھوڑے میں چاند سے باتیں کرتے اوراشارہ کرتے دیکھتی اور جس طرف چاندکواشارہ فرماتے چانداسی جانب جھک جاتا اور فرشتے آپ کے گہوارے یعنی پنگھوڑے کو ہلاتے۔حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ حضور نے کبھی بھی کپڑوں میں بول و براز نہیں کیا۔آپ کا بول وبراز کاایک وقت مقرر تھاجب بھی میں ارادہ کرتی کہ آپ کے دہن مبارک کودودھ وغیرہ سے پاک وصاف کروں تو غیب سے مجھ پرسبقت ہوتی اورآپ کا دہن مبارک پاک وصاف ہوجاتا اور جب کبھی حضور کاستر کھل جاتا تو آپ حرکت کرتے اور فریاد کرتے یہاں تک کہ میں ستر ڈھانپ دیتی اگر ڈھانپنے میں میری طرف سے تاخیر یا کوتاہی ہوتی تو غیب سے ڈھانپ دیا جاتا۔

کھیل کود سے نفرت

جب چلنے کازمانہ آیااورآپ بچوں کوکھیلتا دیکھتے تو آپ ان سے دور رہتے اورانہیں اس سے منع فرماتے اور کہتے ہمیں کھیلنے کے لئے پیدانہیں فرمایا گیا ہے اسی کے مانند حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بھی نقل کیا گیا ہے شروع کتاب میں اسی کی طرف اشارہ گزرچکا ہے حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ حضور کی نشوونما دوسرے بچوں سے نرالی تھی ایک دن میں حضور ﷺ کی نشوونمااتنی ہوتی جتنی دوسرے بچوں کی ایک ماہ میں ہوتی اورایک ماہ میں اتنی ہوتی جتنی دوسرے بچوں کی ایک سال میں ہوتی اورروزانہ ایک نورآفتاب کی مانند آپ پراترتا اورآپ کوڈھانپ لیتا پھرآپ متجلی ہوجاتے۔منقول ہے کہ روزانہ دوسفید مرغ اورایک روایت میں ہے کہ دومرد سفید پوش آپ کے گریبان میں داخل ہوکرروپوش ہوجاتے تھے آپ نہ روتے چلاتے اور نہ بدخلقی کا اظہار فرماتے۔شروع سے ہی آپ کا یہی حال تھااور جب کسی چیز پرآپ دست مبارک رکھتے توبسم اللہ کہتے اورمیں آپ کی ہیبت اور دبدبہ سے اپنے شوہرکواپنے قریب نہ آنے دیتی۔

سایہ ابر

سیدہ حلیمہ حضور اکرم ﷺ کوکبھی جانے نہ دیتی فرماتی ہیں کہ ایک روز مجھ سے غفلت ہوئی آپ اپنی رضاعی بہن شیما کے ساتھ جوآپ کے ساتھ خاص طور پر رہتی تھی چلے گئے یہ دن گرمی کا تھاتو میں آپ کی تلاش میں چل دی اور میں

نے آپ کو شیما کے ساتھ پایا۔ میں نے شیما سے کہا کیوں گرمی اور لو میں لے کر آئی شیما نے کہا ہم نے تو گرمی کی شدت محسوس نہیں کی کیونکہ میں نے دیکھا کہ ابر کا ٹکڑا آپ پر سایہ کئے رہا جہاں تشریف لے جاتے ابر ساتھ جاتا یہاں تک کہ ہم یہاں پہنچ گئے۔

فائدہ

اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر ابر کا سایہ کرنا بچپن ہی سے تھا لیکن علماء کہتے ہیں کہ یہ دائمی طور پر نہ تھا کہ ہمیشہ آپ کے سر مبارک پر ابر سایہ کرتا اور یہ صورت ضرورت و احتیاج کے وقت ہوتی۔

شق صدر

سینہ مبارک کے چاک کرنے اور قلب اطہر کو غسل دینے کا واقعہ بھی دایہ حلیمہ سعدیہ کے یہاں پیش آیا یہ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے حلیمہ سعدیہ سے فرمایا اے مادر مجھے اپنے بھائیوں کے ساتھ جب وہ بکریاں چرانے جاتے ہیں کیوں نہیں بھیجتیں تا کہ میں سیر کروں اور تمہاری بکریوں کو چراؤں۔ چنانچہ حلیمہ سعدیہ نے حضور کے بالوں میں کنگھی کی اور آنکھوں میں سرمہ لگایا کپڑے بدلے اور بدنظر سے بچنے کے لئے آپ کی گردن میں یمنی تختی باندھی حضور نے اسے توڑ کر پھینک دیا اور فرمایا میرا رب میرا محافظ ہے۔ اس کے بعد حضور اپنے رضاعی بھائیوں سے ساتھ باہر تشریف لے گئے اور بکریاں چرانے میں مشغول ہو گئے۔ جب آدھا دن گزرا تو ضمرہ حلیمہ کا لڑکا ابا جان، اماں جان پکارتا پکارتا بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا محمد (ﷺ) ہمارے ساتھ کھڑے تھے اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور اُن کے قریب آکر انہیں ہمارے درمیان سے پہاڑ پر لے گیا اور لٹا کر ان کا شکم مبارک چاک کیا آگے ہم نہیں جانتے کہ ان کا حال کیا ہوا۔ اس پر حلیمہ سعدیہ اور ان کے شوہر دوڑتے ہوئے گئے جب آپ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ پہاڑ پر بیٹھے ہوئے آسمان کی جانب دیکھ رہے ہیں جب آپ نے ہمیں دیکھا تو تبسم فرمایا۔ یہ قصہ احادیث کی کتابوں میں مختلف نوعیّتوں اور مختلف عبارتوں سے آیا ہے۔

مزید تفصیل

ابو یعلی، ابو نعیم اور ابن عساکر شداد بن اوس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک روز میں بنی لیث بن بکر میں اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ وادی میں تھا کہ یکا یک میری نظر تین شخصوں پر پڑی ان میں سے ایک کے ہاتھ میں سونے کا طشت تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک کے ہاتھ کے چاند کا آفتابہ تھا

اور دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کی لگن تھی جو برف سے لبریز تھا پھر مجھے اپنے ساتھیوں کے درمیان سے پکڑا میرے سب ساتھی اپنے محلے کی جانب بھاگ گئے اس کے بعد ان تینوں میں سے ایک نے مجھے زمین پر نرمی سے لٹایا اور ایک نے میرے سینہ کو جوڑوں کے پاس سے ناف تک چیرا اور مجھے کسی قسم کا درد وغیرہ محسوس نہ ہوا اس کے بعد پیٹ کی رگوں کو نکالا اور اس برف سے اسے خوب غسل دیا پھر اسے اپنی جگہ رکھ کر کھڑا ہو گیا دوسرے شخص نے اس سے کہا اب تم ہٹ جاؤ اس کے بعد اس نے اپنے ہاتھ کو میرے جوف میں ڈال کر میرا دل نکالا میں اسے دیکھ رہا تھا پھر اسے چیرا اور اس سے سیاہ لوتھڑا نکالا اور ایک روایت میں ہے سیاہ نکتہ کو نکالا اور اسے پھینک دیا۔ اس نے کہا یہ شیطان کا حصہ ہے پھر اسے اس چیز سے بھرا جو ان کے پاس تھی ایک روایت میں اسے شکبہ سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے بعد اپنے داہنے اور بائیں کچھ اشارہ کیا گویا وہ کسی چیز کو مانگ رہا ہے تو انہوں نے انگشتری نور کی دی جس کی نورانیت سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں اس کے بعد میرے دل پر مہر لگائی اور میرا دل نور سے لبریز ہو گیا اور وہ نورِ نبوت و حکمت کا تھا پھر دل کو اپنی جگہ پر رکھ دیا تو میں اس مہر کی سردی و خوشی عرصہ دراز تک محسوس کرتا رہا۔ اسی طرح کے مواہب کے الفاظ ہیں کہ کہا

فوجدت برد ذالک الخاتم فی صدری

تو میں نے اس مہر کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی

اور روضۃ الاحباب کی عبارت میں اس طرح کہا گیا ہے کہ اس کی ٹھنڈک اور خوشی اب بھی اپنے جوڑوں اور رگوں میں پاتا ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹھنڈک کا پایا جانا تمام عمر مبارک تک رہا۔ واللہ اعلم

فائدہ

ایک روایت میں ہے کہ جب میرے احشاء کو پانی سے غسل دینے لگے تو دوسرے نے کہا کہ اولے کے پانی سے پانی اور اولے دونوں سے غسل دیا یہ روایت اس دعائے ماثورہ کے مناسب حال ہے جو آپ کیا کرتے تھے

اللھم اغسل عنی خطا بماء الثلج و البرد

ایک روایت میں "بالماء الثلج والبرد" مقصود شمول انواع طہارت ہے اس کے بعد دوسرے نے کہا اُٹھو تم اپنا تمام کر چکے پھر انہوں نے سینہ کے جوڑ سے ناف تک ہاتھ پھیرا اور وہ شگاف مل گیا اس کے بعد مجھے آہستگی سے اُٹھایا اور مجھے اپنے سینے سے لگایا اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہنے لگے اے خدا کے حبیب کچھ نہ پوچھو اگر آپ جانتے کہ آپ کے لئے کیا خیر و خوبی ہے تو آپ کی آنکھیں روشن ہو جاتیں اور آپ خوش ہوتے۔ اس کے بعد وہ

مجھے وہیں چھوڑ کر آسمان کی جانب پرواز کر گئے اور میں ان کو دیکھتا رہا حلیہ شریف کے بیان میں حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے سینہ وشکم مبارک پر اس جوڑ کے نقش ونشان کو سیدھی لکیر کی مانند دیکھا کرتے تھے۔

فائدہ

علماء فرماتے ہیں کہ غسل قلب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام نبیوں کے لئے عام ہے ان میں جو شیطان کا حصہ ہوتا تھا دور کر دیا جاتا تھا۔

کئی بار شق صدر

حضور اکرم ﷺ کا شق صدر بچپن کے زمانے کے ساتھ جب کہ آپ دائی حلیمہ سعدیہ کے یہاں تشریف فرما تھے مخصوص نہیں ہے بلکہ متعدد بار شق صدر واقع ہوا ہے ایک اس وقت میں جب کہ آپ چھ سال کے تھے اور روایت میں دسویں سال بھی آیا ہے اور احادیث صحیحہ میں ثبوت کے ساتھ منقول ہے کہ شب معراج میں بھی واقع ہوا اور بعض علماء نے خاص اسی ضمن میں تمام مرتبوں کو جمع کر کے رسالے لکھے ہیں اور ہم نے بھی اس مضمون کو تحقیق کے ساتھ اپنی کتاب ''معراج المصطفیٰ'' میں لکھا ہے۔

بت سر کے بل

حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ جب شق صدر کا قصہ پیش آیا تو میرے شوہر اور دوسرے لوگوں نے بھی مشورہ دیا کہ اس سے پہلے آپ کو کوئی گزند پہنچے بہتر یہی ہے کہ حضور کو ان کی والدہ ماجدہ اور ان کے جد امجد کے سپرد کر دینا چاہیے۔ حلیمہ سعدیہ بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد ہم حضور کو لے کر مکہ مکرمہ کی طرف چل دیئے جب ہم مکہ کے قرب وجوار میں پہنچے تو میں حضور کو ایک جگہ بیٹھا کر قضائے حاجت کے لئے چلی گئی جب واپس آئی تو حضور کو اس جگہ موجود نہ پایا بہت تلاش وجستجو کی مگر کوئی نام ونشان نہ پایا ناامید ہو کر سر پر ہاتھ مار کر "وامحمداہ واولداہ" کہہ کر پکارنے لگی اتنے میں ایک بوڑھا شخص لاٹھی ٹیکتا میرے پاس آیا اس نے مجھ سے کہا اے سعدیہ! کیا بات ہے کیوں نالہ وشیون کر رہی ہو؟ میں نے کہا کہ میں محمد بن عبد اللہ کو ایک مدت تک دودھ پلایا ہے اب میں انہیں لے کر ان کی والدہ اور دادا کے سپرد کرنے آئی تھی لیکن وہ مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ بوڑھے نے کہا روؤ نہیں اور غم نہ کھاؤ میں تمہیں اس کی رہنمائی کرتا ہوں جہاں وہ ہوں گے اگر اس نے چاہا تو ممکن ہے وہ تمہیں ان تک پہنچا دے۔ میں نے کہا میری جان تم پر قربان بتاؤ وہ کون ہے بوڑھے نے کہا وہ بڑا بت یعنی ہبل ہے وہ بڑا مرتبہ والا ہے وہ جانتا ہے کہ تمہارا فرزند کہاں ہے میں نے کہا خرابی ہو تیری کیا تو نہیں جانتا اور

تونے نہیں سنا کہ اس فرزند کی ولادت کی رات میں بتوں پر کیا گزری تھی وہ سب ٹوٹ کر اوندھے گر پڑے تھے بوڑھا زبردستی مجھے ہبل کے پاس لے گیا اور اس کا چکر لگوایا اور میرا مقصد اس نے بت کے سامنے بیان کیا تو ہبل سر کے بل گر پڑا اور دوسرے تمام بت اوندھے ہو کر گر پڑے ان کے خول سے یہ آواز آئی اے بوڑھے ہمارے سامنے سے دور ہو اور اس فرزند جلیل کا ہمارے سامنے نام نہ لے کیونکہ اس ذات مبارک کے ہاتھ سے ہماری ہلاکت تمام بتوں کی تباہی اور تمام پجاریوں کی بربادی ہو گی اس کا رب انہیں ہرگز ضائع نہ کرے گا اور وہ ہر حال میں اس کا محافظ ہے۔

گمشدگی اور واپسی

حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں عبدالمطلب کے پاس آئی جب ان کی نظر مجھ پر پڑی فرمایا کیا بات ہے میں تمہیں فکرمند اور پریشان دیکھ رہا ہوں اور ہمارا محمد (ﷺ) تمہارے ساتھ نہیں ہے میں نے کہا اے ابوالحارث میں محمد (ﷺ) کو خوب اچھی طرح لا رہی تھی جب میں مکہ میں داخل ہوئی تو میں انہیں بٹھا کر قضائے حاجت کے لئے چلی گئی واپسی پر وہ غائب ہو گئے ان کی جستجو و تلاش میں بہت زیادہ سرگرداں رہی مگر کوئی خبر نہ پا سکی۔ یہ سن کر حضرت عبدالمطلب کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور قریش کو آواز دی کہ اے آل غالب میرے پاس آو جب تمام قریش جمع ہو گئے تو قریش نے کہا اے سردار آپ کو کیا مشکل درپیش ہے؟ فرمایا میرا فرزند محمد (ﷺ) گم ہو گیا ہے اس کے بعد عبدالمطلب اور تمام قریش سوار ہو کر حضور اکرم ﷺ کی تلاش میں نکلے اور مکہ کی اعلیٰ و اسفل ہر جگہ میں تلاش کیا مگر حضور نہ ملے۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب مسجد حرام میں آئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا اور بارگاہ الٰہی میں مناجات کی یہاں آپ نے ہاتف غیبی کی آواز سنی کہ اے لوگو غم نہ کھاؤ کیونکہ محمد کا خدا محافظ ہے وہ آپ کو اپنی حفاظت سے کبھی دور نہ فرمائے گا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا اے ہاتف غیبی مجھے یہ بتاؤ کہ محمد کہاں ہیں؟ اس نے کہا تہامہ کی وادی میں ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں حضرت عبدالمطلب وادی تہامہ کی جانب چل دیئے۔ راہ میں ورقہ بن نوفل ان کے سامنے آئے وہ بھی ان کے ہمراہ ہو لئے یہاں تک کہ جب وادی تہامہ پہنچے تو دیکھا کہ حضور کھجور کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں اور اس کے پتے چن رہے ہیں۔ عبدالمطلب نے پوچھا "من انت یا غلام" فرزند تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا میری جان پر تم قربان ہو میں تمہارا دادا عبدالمطلب ہوں اس کے بعد انہوں نے حضور کو سواری پر اپنے آگے بٹھایا اور خوش خوش مکہ مکرمہ لے آئے اور بہت سا سونا اور بے شمار اونٹ لے کر چل دیئے اور حلیمہ سعدیہ کو قسم قسم کے انعام و اکرام سے مالا مال کیا وہ اپنے قبیلہ کی جانب لوٹ گئیں۔

نکتہ

بعض مفسرین آیۃ کریمہ ''وَ وَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی'' کی یہی تفسیر کرتے ہیں اور اسی طرح پر حلیمہ سعدیہ کا حضور کو لانے سے پہلے شق صدر کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

دوبارہ حلیمہ کے ہاں

جب حلیمہ سعدیہ مکہ مکرمہ میں سیدہ آمنہ کے پاس حضور کو لے کر آئیں تو اُس کی خیر و برکت کے پیش نظر جو آپ کے قدم مبارک سے پہنچی تھی ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کچھ عرصہ مزید حضور ان کے پاس تشریف فرما رہیں چنانچہ سیدہ آمنہ سے کہا کہ چونکہ مکہ مکرمہ میں وبا پھیلی ہوئی ہے اس لئے میں انہیں اپنے قبیلہ میں واپس لے جاتی ہیں سیدہ آمنہ اس پر راضی ہو گئیں حلیمہ حضور کو دوبارہ قبیلہ بنی سعد لے گئیں اس مرتبہ دو یا تین سال یہاں رہے اور اسی دوران شق صدر کا واقعہ ہوا۔

ام ایمن

حلیمہ سعدیہ کے بعد ام ایمن نے حضور اکرم ﷺ کی حفاظت و پرورش کے فرائض انجام دیئے یہ ام ایمن حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی باندی تھیں اور وہ حضور کو حضرت عبداللہ کی میراث میں حاصل ہوئی تھیں ۔مواہب لدنیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ام ایمن کا حضانت کے فرائض انجام دینا سیدہ آمنہ کی رحلت کے بعد تھا۔ام ایمن فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی حضور کو بھوک و پیاس کی شکایت کرتے نہ دیکھا جب صبح ہوتی تو ایک پیالہ زم زم کا نوش فرماتے اور شام تک کچھ طلب نہ فرماتے۔اکثر ایسا ہوا کہ دوپہر کے وقت کھانے کیلئے عرض کیا جاتا تو فرماتے مجھے کھانے کی رغبت نہیں ہے۔

بچپن حضور اکرم ﷺ کا مدینے میں

مروی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ چار، پانچ ، چھ یا سات سال کے ہوئے اور ایک روایت میں یہی بیان کیا گیا ہے مگر اصح چھ یا سات سال ہے سیدہ آمنہ حضور کو لے کر ام یمن کے ساتھ اپنے والد کو ملنے کے لئے نجار مدینہ منورہ تشریف لے گئیں اور وہاں ایک مہینہ گزار کر مکہ مکرمہ کو واپس ہونے لگیں تو دورانِ سفر مقامِ ابواء میں انتقال فرمایا اور اسی جگہ دفن کی گئیں۔ابواء مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے ایک روایت میں ہے کہ سیدہ آمنہ کی قبر انور مکہ مکرمہ کے مقام حجون میں جانب معلا یعنی بلندی میں ہے بعض کہتے ہیں ابواء میں مدفون ہونے کے بعد انہیں مکہ مکرمہ منتقل کیا گیا ہو۔ تفصیل فقیر کی کتاب ابوین مصطفیٰ میں ہے۔

بچپن کی یادیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان باتوں کو یاد کرتے تھے جو آپ کے والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ کے قیام کے دوران مدینہ میں دیکھی تھیں اور جب اس مکان کو ملاحظہ فرماتے جس میں سیدہ آمنہ نے اقامت فرمائی تھی تو فرماتے اس مکان میں میری والدہ ماجدہ نے قیام کیا تھا اور آنے جانے والے یہودی میری طرف دیکھ کر کہا کرتے کہ یہ اس امت کا نبی ہے اور یہ شہر مدینہ ان کا مقام ہجرت ہے۔

والدہ کی وفات کے وقت

ابو نعیم زہری کی سند سے اسماء سے روایت کرتے ہیں اسماء بیان کرتی ہیں میں اس وقت حضرت آمنہ کے پاس موجود تھی جس مرض میں انہوں نے وفات پائی اس وقت حضور اکرم ﷺ پانچ سال کے بچے تھے اور اپنی والدہ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔

کفالت عبدالمطلب

والدہ کے وفات کے بعد حضور کی تربیت و کفالت حضور کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کی حضرت عبدالمطلب آپ کو اپنے تمام فرزندوں سے زیادہ محبوب جانتے تھے اور کبھی آپ کے بغیر دسترخوان نہ بچھاتے ، جلوت وخلوت کے تمام اوقات میں حضرت عبدالمطلب کے پاس ان کی مسند پر تشریف فرما رہتے تھے اور جب کوئی حضرت عبدالمطلب کا مخصوص ہم نشین مجلسی آداب وقواعد کی رعایت سے چاہتا کہ آپ کو منع کرے تو حضرت عبدالمطلب فرماتے میرے فرزند کو چھوڑ دو کہ وہ اس مسند پر جلوہ فرما ہو کیونکہ وہ اپنے اندر خاص شرافت تک نہ پہنچے گا۔ اہل قیافہ حضرت عبدالمطلب سے کہتے کہ اس فرزند کی خوب نگہداشت اور محافظت کرو کیونکہ ہم نے آپ جیسے قدم مبارک کسی کے نہیں دیکھے۔ آپ کے قدم مبارک میں وہ اثرات ونشانات ہیں جو مقام ابراہیم میں ہیں جس سال حضرت عبدالمطلب قریش کے سرداروں کے ساتھ سیف ذی یزن کی تہنیت کے لئے یمن کی جانب تشریف لے گئے تو اس نے حضرت عبدالمطلب کو بشارت دی کہ آپ کی نسل سے نبی آخرالزماں ظاہر ہوں گے۔

بچپن میں آپ کا وسیلہ

اس سفر سے لوٹنے کے بعد حضرت عبدالمطلب نے دیکھا کہ قریش میں شدید قحط پڑا ہوا ہے اور یہ قحط مسلسل کئی سال تک رہا اس وقت حضرت عبدالمطلب نے غیبی اشارات کے بعد حضور اکرم ﷺ کے ساتھ دعائے استسقاء کی اور

حضور کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر بارش کی دعا کی تو اتنی زور کی بارش ہوئی جس سے کئی سالوں کی خشکی ناپید ہوگئی۔ وفات کے وقت حضرت عبدالمطلب کی عمر ایک سو دس سال تھی ایک روایت میں ایک سو بیس سال اور ایک روایت میں ایک سو چالیس تھی۔

دورِ ابوطالب

عبدالمطلب کے بعد حضرت ابوطالب جو حضور کے حقیقی چچا تھے حضور کے عہدہ کفالت میں لائے گئے اگر چہ زبیر بن عبدالمطلب بھی حضور کے حقیقی چچا تھے لیکن حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب کے درمیان محبت وارتباط بہت زیادہ تھی اور حضرت عبدالمطلب انہیں وصیت فرما گئے تھے کہ حضور کی محافظت خوب اچھی کرنا اس وقت حضور کی عمر آٹھ سال کی تھی نو، دس اور چھ سال بھی کہا گیا ہے ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور کو اس بات کا اختیار دیا گیا تھا کہ آپ اپنے چچاؤں میں سے کس کی کفالت میں جانا پسند فرماتے ہیں تو حضور نے ابوطالب کی کفالت پسند فرمائی تھی اور ابوطالب نے حضور کی کفالت و محافظت ظہور نبوت سے پہلے اور اس کے بعد خوب اچھی طرح انجام دی۔ وہ حضور کے بغیر کھانا تک نہ کھاتے اور حضور کا بستر مبارک اپنے داہنے پہلو میں بچھاتے گھر کے اندر اور باہر حضور کو اپنے ہمراہ رکھتے۔ ابوطالب نے حضور کی مدح وثنا میں بہت سے اشعار کہے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے

وشق له من اسمه ليجله	فذواالعرش محمود وهذا محمد

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شعر کی اس طرح تضمین کی ہے

الم ترا ا ن الله ارسل عبده	باياته والله اعلى وامجد
وشق له من اسمه ليجله	فذواالعرش محمود و هذامحمد

بچپن میں دوبارہ وسیلہ واختیار

ابوطالب کے عہد کفالت میں بھی مکہ مکرمہ میں قحط پڑا تھا ابن عساکر عروط سے روایت کرتے ہیں کہ قحط کے زمانے میں مکہ مکرمہ آیا تو لوگ مجتمع ہوکر استسقاء کے لئے ابوطالب کے پاس آئے ان قریشیوں میں بچے بھی تھے ان میں ایک فرزند آفتابِ تاباں کی مانند نکلا جس کے چہرہ انور پر ابر کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ ابوطالب نے اس فرزند جلیل کو پکڑ کر خانہ کعبہ کے ساتھ اس کی پشت ملا دی اور اس فرزند جلیل نے آسمان کی انگشت مبارک سے اشارہ کیا حالانکہ اس سے پہلے آسمان پر بدلی کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا اس کے بعد بادل ہر جانب سے گھیر کر آگئے اور اتنا برسے کہ ندی نالے بھر گئے اس

وقت ابوطالب نے حضور کی مدح میں یہ قصیدہ کہا

وابیض یستسقی الغمام بوجھه　　　　شمائل ایستامی عصمة لله رائل

یہ شعر اس قصیدے میں ہے جسے انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی مدح وثنا میں کہا ہے محمد بن اسحاق اس قصیدہ کو اسی سے زیادہ اشعار پر مشتمل بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے اس قصیدے کو اس وقت کہا جب قریش حضور اکرم ﷺ کے خلاف مجتمع ہوئے تھے اور جو آپ پر اسلام لانے کا ارادہ کرتا وہ تنفر کرتے تھے انہوں نے اس قصیدے میں کفار کی مذمت کی ہے اور قریش کے انکار اور ان کی عداوت پر ملامت کی ہے انہوں نے حضور کی اطاعت ویقین اور قبول کی طرف ترغیب دی ہے۔ ابن القین کہتے ہیں کہ ان کا یہ قصیدہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابوطالب حضور اکرم ﷺ کی نبوت کو بعثت سے پہلے ہی سے بحیرہ راہب وغیرہ جس کا ناجر جیس تھا کے خبر دینے کی بناء پر خوب جانتے تھے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابوطالب نے اس قصیدے کو بعثت کے بعد لکھا ہے ابوطالب کا حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی معرفت بہت سی حدیثوں میں آیا ہے اور اسی بناء پر شیعہ ان کے اسلام پر استدلال کرتے ہیں۔ شیخ موصوف نے فرمایا کہ میں نے علی بن حمزہ نصری کی وہ کتاب دیکھی ہے جس میں انہوں نے ابوطالب کے اشعار جمع کر کے دعویٰ کیا ہے کہ وہ مسلمان تھے اور اسلام پر ہی وہ اس جہان سے گئے اور حشویہ گمان کرتے ہیں کہ ان کی وفات کفر پر ہوئی ہے اور وہ اس پر استدلال کرتے ہیں کہ کوئی چیز ان کی جانب سے اسلام پر ثابت نہیں ہے انتھی۔

محدثین نقل کرتے ہیں کہ ابوطلاب کے حضور پر ایمان نہ لانے اور دعوتِ اسلام کے قبول نہ کرنے پر دلیل موجود ہے وہ نقل کرتے ہیں کہ ابوطالب کی وفات کے وقت حضور اکرم ﷺ نے ان کے سرہانے تشریف فرما ہو کر دعوتِ اسلام دی مگر ان کی جانب سے قبولیت واقع نہ ہوئی نیز یہ بھی منقول ہے کہ حضرت عباس نے اپنا سر جھکا کر سنا کہ وہ کلمہ شہادت پڑھ رہے ہیں اس کے بعد انہوں نے حضور کو خبر دی کہ "اسلم عمک یارسول اللّٰہ" کے چچا اسلام لے آئے اس پر حضور نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ (واللہ اعلم)

بحیرہ راھب

بارھویں سال حضور نے ملک شام کی جانب سفر فرمایا اور بصرہ پہنچے اس سفر میں بحیرہ راہب نے حضور میں نبی آخر الزماں کی ان علامتوں اور صفتوں کو دیکھا اور پہچانا جو توریت انجیل اور دیگر آسمانی کتابوں میں اس نے پڑھی تھیں بحیرہ راہب انصاری کے احبار میں سے ہے اور زہد وورع کی صفت میں ممتاز تھے بصرہ کے قریب ایک دیہات میں ایک

صومعہ تھا جس میں وہ نبی آخرالزمان کے دیدار کے انتظار میں عرصہ دراز سے ٹھہرا ہوا تھا اور عمر گزار رہا تھا اور جب کوئی قریش کا قافلہ اس راہ سے گزرتا تو وہ صومعہ سے نکل کر قافلہ میں آتا اور حضور اکرم ﷺ کو معلوم نشانیوں کی بناء پر تلاش کرتا جب ان میں وہ حضور کو نہ پاتا تو واپس صومعہ چلا جاتا۔

بحیرہ کی دعوت

ایک دفعہ جب قریش کا قافلہ آیا تو اس نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا حضور پر سایہ کئے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہا ہے جب حضور ابوطالب کے ساتھ کسی درخت کے نیچے آتے تو بادل درخت کے اوپر آجاتا۔ وہ اس حالت کو حیرت و تعجب سے دیکھ رہا تھا اس کے بعد بحیرہ نے اس قافلہ کو مہمان بننے کی دعوت دی۔ ابوطالب حضور ﷺ کو قیام گاہ میں چھوڑ کر چلے گئے جب بحیرہ نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہوکر قیام گاہ پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا اپنی جگہ قائم ہے راہب نے کہا قافلے والو کیا کوئی تم میں سے ایسا شخص رہ گیا جو یہاں نہیں آیا ہے پھر انہوں نے حضور کو بھی بلایا اور وہ بادل کا ٹکڑا ابھی آپ کے ہمراہ آپ کے سر مبارک پر سایہ کئے ہوئے آیا جب یہ قافلہ پہاڑ پر چڑھنے لگا تو بحیرہ نے سنا کہ پہاڑ کا ہر شجر و حجر کہہ رہا ہے "السلام علیک یارسول اللہ" اس نے حضور کے شانہ مبارک پر اس مہر نبوت کو بھی دیکھا اور اس کو اسی طرح پر پایا جس طرح آسمانی کتابوں میں اس نے پڑھا تھا۔ بحیرہ نے اسے بوسہ دیا اور آپ پر ایمان لایا بحیرہ ان میں سے ایک ہے جو حضور پر آپ کے اظہارِ نبوت سے پہلے ایمان لائے ہیں جیسے حبیب نجار اصحاب قریہ وغیرہ کے قصے میں ہے۔ ابومندہ اور ابونعیم اسے صحابہ میں شمار کرتے ہیں اس سفر میں سات افراد روم سے حضور کے قتل کے ارادے سے نکلے تھے بحیرہ نے دلائل واضحہ سے حضور کی نبوت ان پر ثابت کر دی تھی اور کہا تھا کہ یہ فرزند وہی ہے جس کی تعریف و توصیف توریت و انجیل اور زبور میں آئی ہے اور یہ بھی کہا کہ خدا جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اسے کوئی بدل نہیں سکتا منقول ہے کہ بحیرہ نے ابوطالب کو وصیت کی کہ یہود و نصاریٰ سے حضور کی خوب حفاظت کریں کیونکہ یہ فرزند نبی آخرالزمان ہوگا اور ان کا دین تمام دینوں کا ناسخ ہوگا انہیں شام لے کر نہ جاؤ کیونکہ یہود ان کے دشمن ہیں ان کے بعد ابوطالب اپنا سامانِ تجارت فروخت کر کے مکہ مکرمہ واپس آگئے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ابوطالب نے حضور کو کچھ لوگوں کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس کر دیا اور خود شام کی جانب چلے گئے یہ قصہ مشہور ہے ترمذی نے اسے حسن کہہ کر اسے صحیح قرار دیا ہے بجز اس کے کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور کو حضرت ابوبکر و بلال کے ہمراہ مکہ مکرمہ بھیج دیا۔ یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ اس سفر میں حضرت ابوبکر حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ نہ تھے اور حضرت بلال کو اس وقت تک خریدا نہ گیا تھا حضور سے حضرت

ابوبکر دو سال چھوٹے تھے حالانکہ حضور بارہ سال کے تھے اور شیخ ابن حجر اصابہ میں کہتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی سب ثقہ ہیں اور اس میں کوئی منکر نہیں ہے ۔حضرت ابوبکر بھی حضور کی صحبت میں رہے ہیں جیسا کہ صاحب مواہب الدنیہ نے روایت کی ہے جسے ابن مندہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ سفر شام میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر نے بھی صحبت پائی ہے اس وقت حضرت ابوبکر اٹھارہ سال کے تھے اور حضور بیس سال کے یہاں تک کہ آپ نے اُس منزل میں اقامت فرمائی جہاں بیری کے درخت تھے اور حضور کو درخت کے سایہ میں بٹھا کر حضرت ابوبکر ایک راہب کے پاس گئے جس کا نام بحیرہ تھا اور اس سے کچھ دریافت کیا اس کے بعد راہب نے ان سے پوچھا وہ شخص ہے جو دخت کے سایہ میں جلوہ افروز ہے ۔حضرت ابوبکر نے فرمایا وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں راہب نے کہا خدا کی قسم یہ شخص نبی ہے اس لئے کہ ہماری خبروں اس درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نہ بیٹھے گا بجز محمد مصطفی ﷺ کے ان پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں حضور کی تصدیق گھر کر گئی اور جب آپ نے اظہارِ نبوت فرمایا تو آپ نے فی الفور آپ کی پیروی اختیار کی ۔شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگر یہ قصہ صحیح ہے تو یہ سفر ابوطالب کے سفر کے علاوہ ہوگا۔

خدیجه کی عقیدت کا آغاز

اسی طرح انوار و آثار فضل و کمال اور پاکیزہ و برتر صورتوں اور فرشتوں کا مشاہدہ کرنا آپ کی حالت مبارکہ میں ہمیشہ رہے ہیں ابوطالب آپ کی اس حلت مبارکہ کے مشاہد کرنے کی بناء پر آپ کو طبیبوں اور کاہنوں کے پاس لے گئے انہوں نے ان کو بتایا کہ یہ احوال وساوسِ شیطانی اور امراضِ جسمانی کی وجہ سے نہیں ہیں یہاں تک کہ حضور پر پچیسویں سال حضرت خدیجہ کا مالک شرکت "بطریق مضاربت" لے کر پھر شام کی جانب تجارت کے لئے تشریف لے گئے یہ اس قول کی بناء پر ہے کہ ابوطالب نے حضور سے عرض کیا چونکہ میرے پاس اب مال بالکل باقی نہیں رہا ہے اور قریشیوں کا قافلہ بغرض تجارت جانے والا ہے لہٰذا خدیجہ بنت خویلد سے جا کر کہو وہ قریش کے مالداروں میں سے ہیں اور لوگوں کو مضاربت کے طور پر مالِ تجارت دے کر بھیجتی ہیں تو اگر آپ ان سے خود اپنے لئے چاہئیں گے تو وہ یقیناً مالِ تجارت آپ کو بھی دے دیں گی اور ممکن ہے کہ اس طرح کچھ مال نفع میں حاصل ہو جائے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ سیدہ خدیجہ خود کسی ایسے امین کی متلاشی تھیں جسے وہ اپنا مالِ تجارت سپرد کریں اور وہ حضور سے زیادہ کسی کو امین نہ پاتی تھیں چونکہ حضور کو تمام قریش اظہار نبوت سے قبل "محمد امین" کہا کرتے تھے لہٰذا سیدہ خدیجہ نے کسی کو حضور کے پاس بھیجا کہ اگر میرا مال تجارت

حضور لے جائیں اور حق تعالیٰ اس میں نفع دے تو جتنا آپ مناسب خیال فرمائیں نفع لے لیں۔ سید عالم ﷺ نے ابو طالب کے مشورہ سے اسے قبول فرمایا اس کے بعد سیدہ خدیجہ نے اپنا غلام جس کا نام میسرہ تھا اور اپنا ایک مخصوص آدمی جس کا نام خزیمہ تھا حضور کی خدمت کے لئے ساتھ کر دیا۔ اس سفر میں حضور جب بصرہ پہنچے تو وہاں ایک صومعہ یعنی کلیسا تھا جس میں نسطورا راہب رہتا تھا اس نے حضور کو ایک ایسے درخت کے نیچے جلوہ افروز دیکھا جس کے بارے میں خبر تھی کہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کوئی نہ بیٹھے گا اور یہ کہ یہ درخت بے برگ و بار اور خشک تھا اس کے تنے بھی بوسیدہ تھے اور پتے جھڑ چکے تھے حضور کے بیٹھنے کی وجہ سے وہ درخت سرسبز میوہ دار ہو گیا اور اس کے گرداگرد سرسبزی و شادابی پھیلی گئی نسطورا حضور کے پاس آیا اور کہنے لگا میں آپ کو لات وعزیٰ کی قسم دیتا ہوں بتائیے آپ کا نام کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "تکلتک امک" میرے پاس سے دور ہو کیونکہ کسی عرب نے اس سے زیادہ مکروہ و ناگوار اور شدید ترین مجھ سے بات نہیں کی ہے اسی طرح بحیرا نے بھی آپ کو قسم دی تھی اور حضور نے اس پر اسے تنبیہ فرمائی تھی۔ نسطورا کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی جس وہ دیکھتا جاتا اور کہتا جاتا تھا قسم ہے اس خدا کی جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی یہ وہی ہے یعنی یہ وہی نبی آخر الزمان ہیں غرضیکہ حضور اکرم ﷺ خدیجہ کا مال تجارت بصرہ میں فروخت کیا اور دوسروں سے دوگنا نفع حاصل ہوا اور قافلہ والوں کو بھی آپ کی صحبت کی برکت سے بہت نفع ہوا جس وقت مکہ مکرمہ واپسی ہوئی تو دوپہر کا وقت تھا اور سیدہ خدیجہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ بالاخانہ پر بیٹھی ہوئی تھیں انہوں نے دیکھا کہ دو مرغ حضور ﷺ کے سر مبارک پر سایہ کئے ہوئے ہیں روضۃ الاحباب میں ایسا ہی نقل کیا گیا ہے اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ سیدہ خدیجہ نے دیکھا کہ سرورِ عالم ﷺ کے سر مبارک پر دو فرشتے سایہ کئے ہوئے ہیں ظاہر ہے کہ وہ دونوں فرشتے مرغ کی صورت میں متمثل ہوں گے ورنہ مرغوں کے سایہ کرنے کا کیا موقعہ؟ اور سیدہ خدیجہ کے غلام میسرہ اور ان کے مخصوص آدمی خزیمہ نے جو راہ میں خوارق و کرامات مشاہدہ کئے وہ بھی کسی حد تک سیدہ خدیجہ کے عظیم میلان اور شرح صدر پیدا ہونے کے لئے بہت ہوں گے کیونکہ انہوں نے حضور ﷺ سے نکاح کرنے کا پیغام بھیجا تھا حالانکہ سیدہ خدیجہ عقل و فراست میں کامل اور قریش کی عورتوں میں اشرف وانسب تھیں اور ان میں بہت زیادہ مالدار تھیں اور بکثرت قریشی اس بات کے حریص تھے کہ وہ ان کے ساتھ نکاح کر لیں اور پیغام بھی بھیجے تھے مگر سیدہ خدیجہ نے کسی کو قبول نہ فرمایا تھا پھر سیدہ خدیجہ نے خفیہ طور پر ایک عورت کو حضور کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ معلوم کرے کہ حضور نکاح کی طرف مائل ہیں یا نہیں اور یہ عورت حضور کو نکاح کی ترغیب دلاتی رہی اس نے کہا اے محمد (ﷺ) کیا چیز آپ کو نکاح سے مانع ہے؟ فرمایا میں دنیاوی

ساز و سامان نہیں رکھتا اس عورت نے کہا اگر کوئی عورت ایسی پیدا ہو جائے جو صاحب جمال ہو اور مال وافر رکھتی ہو اور حسب و نسب میں سب سے زیادہ اشرف ہو اور وہ نکاح کے اخراجات وغیرہ کی کفیل ہو تو کیا حضور قبول فرمائیں گے۔ فرمایا ایسی عورت کہاں پیدا ہوتی ہے اس عورت نے کہا خدیجہ بنت خویلد آپ کو بہت چاہتی ہیں اگر آپ فرمائیں تو اسے میں شوق دلاؤں اور راضی کروں فرمایا کوئی مضائقہ نہیں اس کے بعد وہ عورت سیدہ خدیجہ کے پاس گئی اس نے کہا مبارک ہو حضور بھی آپ کو چاہتے ہیں اس پر سیدہ خدیجہ بہت خوش ہوئیں اور اظہار مسرت کیا انہوں نے کسی کو اپنے چچا عمرو بن اسد کے پاس بھیجا کہ وہ حضور کے ساتھ عقد کے وقت موجود ہوں اور حضور بھی ابوطالب حمزہ اور دیگر چچاؤں کے ساتھ اور حضرت ابوبکر صدیق اور دیگر رؤساء شہر کے ساتھ سیدہ خدیجہ کے مکان میں تشریف لے گئے جہاں عقد نکاح واقع ہوا۔ مواہب لدنیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ خدیجہ کے والد بوقت نکاح زندہ تھا لیکن روضۃ الاحباب میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس وقت سیدہ خدیجہ کے والد زندہ نہ تھے بلکہ عمرو بن اسد تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خطبہ نکاح سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ابوطالب نے ایک بلیغ خطبہ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے حمد و ثنا اس خدائے برتر کی جس نے ہمیں حضرت ابراہیم کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی نسل سے گردانا اور ہمیں معد و مضر کی اصل سے پیدا کیا اور اپنے گھر کا محافظ و پیشوا بنایا اور ہمارے لئے فراوانی بخشی کہ اطراف و جوانب سے اس کی زیارت کے لئے آئیں اور ہمیں توفیق مرحمت بخشیں۔ گھر کی طرف آئے وہ امان میں رہے اور ہمیں لوگوں پر حاکم بنایا۔ اما بعد یعنی حمد الٰہی کے بعد یقیناً میرا یہ بھتیجا یعنی محمد بن عبداللہ ایسا جوان ہے کہ کوئی قریشی مرد اس کے ہم پلہ نہیں ہے یہ سب پر بھاری ہیں اگر چہ مال میں یہ کم ہیں لیکن مال ڈھلتی چھاؤں ہے اور یہی ایک بات حائل ہے باوجود اس کے محمد وہ ہستی مقدس ہے جسے تم جیسے خویش و اقرباء خوب جانتے اور پہچانتے ہیں بلاشبہ آپ خدیجہ بنت خویلد کی خواستگاری فرماتے ہیں اور میں اپنے مال میں سے ان کا مہر بیس اونٹ قرار دیتا ہوں اور میں خدا کی قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ اس کے بعد ان کی ایک عظیم الشان اور بلند مرتبت ہو گی۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب ابوطالب نے خطبہ مکمل کیا تو ورقہ بن نوفل جو کہ سیدہ خدیجہ کے چچازاد بھائی تھے انہوں نے بھی خطبہ پڑھا اس کا مضمون یہ ہے کہ اس خدائے برتر کی حمد و ثنا ہے جس نے ہمیں ایسا بنایا جیسا کہ ابوطالب نے بیان کیا اور ہمیں وہ فضیلت بخشی جس کا انہوں نے ذکر فرمایا اس کے بعد اس بناء پر کہ ہم تمام عربوں میں سب سے بہتر اور ان کے پیشوا ہیں اور تم سب بھی ان تمام فضیلتوں کے اہل اور جامع ہو اور کوئی گروہ تمہاری فضیلت کا منکر

نہیں ہوسکتا اور کوئی ایک شخص بھی تمہارے فخر و شرف کا انکار نہیں کر سکتا بلاشبہ ہم سب کی خواہش ہے کہ تمہارے ساتھ عقد ونکاح کے ذریعہ اتصال و یگانگت ہو تو اے گروہ قریش تم گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو حضور محمد بن عبداللہ کی زوجیت میں چار سو مثقال عوض مہر پر دیا۔ ابو طالب نے کہا اے ورقہ میں چاہتا ہوں کہ خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد بھی آپ کے ساتھ نکاح میں شریک ہوں اس پر عمرو بن اسد نے بھی کہا اے گروہ قریش گواہ ہو جاؤ کہ میں نے خدیجہ دختر خویلد کو محمد بن عبداللہ کی زوجیت میں دیا پھر دونوں جانب سے ایجاب وقبول متحقق ہوا۔ (کذا فی روضۃ الاحباب)

مواہب لدنیہ میں بعض روایتوں سے نقل کیا گیا ہے کہ سیدہ خدیجہ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہے گویا اس روایت کے بموجب پانچ سو درہم ہوئی ان دونوں روایتوں میں تطبیق کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اس زمانے میں بیس شتر مایہ کی قیمت پانچ سو درہم یا چار سو مثقال طلائی ہوتی ہوگی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

روضۃ الاحباب میں منقول ہے کہ سیدہ خدیجہ نے اپنی باندیوں کو حکم دیا کہ دف بجا کر رقص و مسرت کا اظہار کریں اور حضور سے عرض کیا کہ آپ اپنے چچا سے فرمائیں کہ اُن اونٹوں میں سے ایک کو ذبح کر کے لوگوں کو کھانا کھلائیں اسی روز زفاف ہوا۔ نبی کریم ﷺ اس شادی سے بہت خوش ہوئے اور حق تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں شادمان رکھے اور ابو طالب نے بڑی مسرت کا اظہار کیا اور کہا

الحمد للّٰہ الذی اذھب عنا الکرب ورفع عنا الھموم

سب خوبیاں اس ذات کے لئے جس نے ہم سے مصیبتیں دور فرمائیں اور ہم سے غموں کو اُٹھایا۔

فائدہ

اس مضمون میں بچپن کی بہار میں جوانی کا کچھ ذکر خیر بھی آ گیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب کریم ﷺ کی عقیدت و محبت نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆